RNI NO. UPURD/2014/58980

روزنامہ

قومی صحافت

لکھنؤ

Website : www.qaumisahafat.com

Urdu Daily Qaumi Sahafat Lucknow

یوم جمہوریہ کی مبارکباد

Vol:08 Issue:(215) 26 January 2022 Wednesday Price: Rs.1.00 Pages-12

جلد-۸ شمارہ-(۲۱۵) ۲۶/جنوری ۲۰۲۲ء ۲۲/جمادی الثانی ۱۴۴۳ھ بروز بدھ قیمت: ا روپیہ صفحات: ۱۲ صبح ایڈیشن

انتخابات کے دوران پرکشش وعدوں پر سپریم کورٹ کا نوٹس

نئی دہلی: سپریم کورٹ نے سیاسی جماعتوں کے انتخابات کے دوران مبینہ طور پر ناقابل عمل وعدے کرنے کے معاملے میں مرکزی حکومت اور الیکشن کمیشن کو منگل کے روز نوٹس جاری کر کے جواب طلب کیا۔ چیف جسٹس این وی رمنا کی سربراہی والی بنچ نے بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی) کے رہنما اور وکیل اشونی کمار اپادھیائے کی ایک مفاد عامہ کی عرضی پر سماعت کرتے ہوئے نوٹس جاری کیا۔ چیف جسٹس نے درخواست گزار کے وکیل وکاس سنگھ سے پوچھا کہ درخواست میں صرف دو سیاسی جماعتوں کا ہی کیوں ذکر کیا گیا ہے۔ چیف جسٹس نے صرف پنجاب کا ذکر کرنے پر بھی سوالات کئے۔ وکاس سنگھ نے بنچ کو بتایا کہ انتخابات کے وقت تمام سیاسی جماعتوں کی جانب سے پرکشش وعدے کئے جاتے ہیں۔ انہوں نے کہا تھا کہ ناقابل عمل وعدوں کا بوجھ آخر کار عوام کو ہی اٹھانا پڑتا ہے۔ انہوں نے اس عرضی کو اہم بتاتے ہوئے مرکز اور الیکشن کمیشن کو نوٹس جاری کرنے اور جلد سماعت کرنے کی گزارش کی جسے سپریم کورٹ نے قبول کرلیا۔ چیف جسٹس کی سربراہی والی جسٹس اے ایس بوپنا اور جسٹس ہیما کوہلی کی بنچ نے مرکز اور الیکشن کمیشن کو نوٹس جاری کرنے کی ہدایت کے ساتھ ہی کہا کہ وہ اس معاملے کی سماعت چار ہفتے بعد کرے گی۔ اشونی کمار اپادھیائے نے اسمبلی انتخابات سے پہلے عوامی پرکشش وعدوں کو منصفانہ انتخابات کی جڑوں کو ہلانے والا قرار دیتے ہوئے اس کے خلاف ہفتہ کو ایک مفاد عامہ کی عرضی دائر کی تھی۔

ہندوستانی معیشت وبائی امراض کے بعد رفتار پکڑ رہی ہے

صدر جمہوریہ رام ناتھ کووند کا قوم کے نام خطاب

نئی دہلی، صدر رام ناتھ کووند نے منگل کو کہا کہ مرکزی اور ریاستی حکومتوں کی کوششوں اور پالیسی اقدامات کی وجہ سے ہندوستانی معیشت کووڈ-19 کی وبا کے جھٹکے سے ابھرتے ہوئے رفتار پکڑ چکی ہے اور ہندوستانی معیشت کی موجودہ مالی سال میں شرح نمو موثر رہے گی وہیں مرکزی حکومت تمام شعبوں میں مسلسل بہتری لانے اور ضرورت کے مطابق امداد فراہم کرنے کے لیے سرگرم ہے۔ 73 ویں یوم جمہوریہ کے موقع پر ٹیلی ویژن اور ریڈیو پر قوم سے اپنے خطاب میں مسٹر کووند نے عوام سے اپیل کی کہ وہ کووڈ-19 انفیکشن سے بچنے کے لیے پوری احتیاط برتیں، یہ کہتے ہوئے کہ یہ بحران ابھی ختم نہیں ہوا ہے۔ انہوں نے کووڈ-19 کی ویکسین تیار کرنے سے لے کر اس عالمی وبائی مرض سے نمٹنے میں ہندوستان کی کوششوں کی تعریف کی۔ صدر نے کہا کہ ”خطرناک وبا کے بحران کی اس گھڑی میں ہم نے دیکھا ہے کہ ہم تمام ہم وطن کس طرح ایک خاندان کی طرح جڑے ہوئے ہیں۔ ڈاکٹروں، نرسوں اور طبی عملے نے مشکل حالات میں طویل گھنٹوں تک کام کر کے، یہاں تک کہ مریضوں کی دیکھ بھال کے لیے اپنی جانیں خطرے میں ڈال کر انسانیت کی خدمت کی ہے۔ بہت سے لوگوں نے اس بات کو یقینی بنایا ہے کہ ضروری سہولیات دستیاب ہوں اور ملک میں سرگرمیاں آسانی سے جاری رکھنے کے لیے سپلائی چین میں خلل نہ پڑے۔ مرکزی اور ریاستی سطح پر سرکاری ملازمین، پالیسی سازوں، منتظمین اور دیگر کی طرف سے بروقت اقدامات کیے گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ان کوششوں کے بل بوتے پر ہماری معیشت نے پھر سے رفتار پکڑی ہے۔ مشکلات کا سامنا کرنے کے لیے ہندوستان کی ثابت قدمی اس حقیقت کا ثبوت ہے کہ گزشتہ سال اقتصادی ترقی کی رفتار کم ہونے کے بعد اس مالی سال میں معیشت کے متاثر کن شرح سے ترقی کی توقع ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہندوستانی معیشت کی یہ کارکردگی خودکفیل ہندوستان مہم کی کامیابی کو بھی ظاہر کرتی ہے۔ اس متاثر کن اقتصادی کارکردگی میں زراعت اور مینوفیکچرنگ کے شعبوں میں تبدیلیوں کا بڑا ہاتھ ہے۔

صدر نے کہا کہ انہیں یہ جان کر خوشی ہوئی کہ ہمارے کسانوں بالخصوص نوجوان کاشتکار جن کے پاس چھوٹے کاروبار ہیں، نیچرل کاشتکاری کو جوش وخروش سے اپنا رہے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ کورونا وائرس کے خلاف انسانیت کی جدوجہد ابھی جاری ہے۔ اس وبا میں ہزاروں لوگ اپنی جانیں گنوا چکے ہیں۔ پوری دنیا کی معیشت کو نقصان پہنچا ہے۔ نئے ویریئنٹ کی وجہ سے یہ وائرس نئے بحرانوں کو پیش کر رہا ہے۔ یہ صورت حال بنی نوع انسان کے لیے ایک غیر معمولی چیلنج ہے۔ انہوں نے بتایا کہ آبادی زیادہ گھنی ہونے کی وجہ سے ہندوستان میں وبا سے نمٹنا زیادہ مشکل ہوگا۔ لیکن ایسے مشکل وقت میں یہ ہوتا ہے کہ قوم کی لڑنے کی صلاحیت چمک اٹھتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں یہ کہتے ہوئے فخر محسوس کر رہا ہوں کہ ہم نے کورونا وائرس کے خلاف غیر معمولی عزم اور کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ ہم نے دیسی ویکسین تیار کیں اور دنیا کی تاریخ کی سب سے بڑی ویکسینیشن مہم شروع کی۔ یہ مہم تیز رفتاری سے جاری ہے۔ ہم نے کئی ممالک کو ویکسین اور دیگر طبی سہولیات فراہم کی ہیں۔ عالمی تنظیموں نے ہندوستان کے اس تعاون کو سراہا ہے۔ مسٹر کووند نے کہا کہ 21 ویں صدی کو آب و ہوا کی تبدیلی کے دور کے طور پر دیکھا جا رہا ہے اور ہندوستان نے قابل تجدید توانائی کے لئے اپنے جرات مندانہ اور پر جوش اہداف کے ساتھ عالمی سطح پر قائدانہ مقام حاصل کیا ہے۔ گزشتہ سال جون میں کانپور دیہات ضلع میں اپنے گاؤں کے تجربات کا اشتراک کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ کامیاب لوگوں کو محنت اور قابلیت کے ساتھ اپنی جائے پیدائش اور ملک کی ترقی میں اپنا حصہ ڈالنے کی تلقین کی۔ مسلح افواج میں خواتین کی شمولیت کو بڑھانے کے لیے کیے جانے والے نئے اقدامات کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ "یہ سال مسلح افواج میں خواتین کو بااختیار بنانے کے نقطہ نظر سے خاصا اہم رہا ہے۔ ہماری بیٹیاں روایتی حدوں کو عبور کیا ہے اور اب خواتین افسران کے لیے نئے شعبوں میں مستقل کمیشن کی سہولت شروع ہوگئی ہے۔ نیز سینک اسکولوں اور باوقار نیشنل ڈیفنس اکیڈمی سے خواتین کے آنے کی راہ ہموار کرنے سے مسلح افواج کے لیے ٹیلنٹ پول میں اضافہ ہوگا اور ہماری مسلح افواج کو افرادی قوت کے صنفی توازن سے بھی فائدہ ہوگا۔

تبلیغی جماعت اور مسلمانوں کے خلاف میڈیا کے پروپیگنڈہ پر تیز سماعت کی عرضی سپریم کورٹ میں داخل

نئی دہلی، جمعیۃ علماء ہند نے جھوٹ اور نفرت انگیزی کے سہارے مسلمانوں کو نشانہ بنانے اور ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان منافرت پھیلانے کی دانستہ سازش کرنے والے ٹی وی چینلوں اور پرنٹ میڈیا کے خلاف مولانا ارشد مدنی صدر جمعیۃ علماء ہند کی ہدایت پر سپریم کورٹ میں دائر عرضی کی جلد از جلد سماعت کی درخواست کی ہے۔ جمعیۃ علمائے ہند کی جاری کردہ ریلیز کے مطابق ایڈوکیٹ آن ریکارڈ اعجاز مقبول نے سپریم کورٹ آف انڈیا میں ایک عرضداشت داخل کرتے ہوئے چیف جسٹس آف انڈیا سے اس اہم معاملے کی سماعت جلد از جلد کیئے جانے کی درخواست کی ہے۔ ایڈوکیٹ اعجاز مقبول کے ذریعہ داخل کردہ درخواست میں درج ہے کہ 13 اپریل 2020 میں پٹیشن داخل ہونے کے بعد سے اس معاملے کی اب تک گیارہ سماعتیں ہوچکی ہیں جس کی آخری سماعت 2 ستمبر 2021 میں ہوئی ہے اور عدالت کے حکم پر یونین آف انڈیا نے اپنا جواب داخل کردیا ہے۔ اسی طرح براڈ کاسٹنگ آرگنائزیشن اور خبروں کو ریگولرائز کرنیوالے داروں نے بھی اپنا جواب داخل کردیا ہے ساتھ ہی ساتھ ملک کی مختلف ہائی کورٹ میں زیر سماعت عرضداشتوں کو بھی عدالت کے حکم پر یکجا کیا جاچکا ہے۔ عرضداشت میں مزید لکھا گیا ہیکہ یہ ایک اہم معاملہ ہے جو عوام سے براہ راست جڑا ہوا ہے اور عوام سے جڑے ہونے کی وجہ سے اس کی جلد از جلد سماعت ہونے سے انصاف ہوگا۔ عرضداشت میں مزید تحریر کیا گیا ہیکہ پانچ ریاستوں میں اسمبلی الیکشن ہونے جارہے ہیں فیک نیوز اور نفرت پر مبنی نیوز چینلوں کی وجہ سے امن میں خلل پڑسکتا ہے لہذا عدالت کو خصوصی حکم دے کر ایسی خبروں کو کنٹرول کرنا چاہئے جو فیک نیوز اور نفرت آمیز خبریں نشر کر رہے ہیں لہذا موجودہ پٹیشن پر جلد از جلد سماعت ہونا وقت کا تقاضہ ہے۔ واضح رہے کہ جمعیۃ علماء ہند کی جانب سے داخل پٹیشن میں جمعیۃ علماء قانونی امداد کمیٹی کے سربراہ گلزار اعظمی مدعی ہیں۔ جمعیۃ علماء کی پٹیشن داخل کرنے کے بعد سے ہی فیک نیوز دکھانے والے چینلوں پر کسی حد تک لگام لگا ہے اور سماعت کے دوران زی نیوز اور دیگر نیوز چینلوں نے تبلیغی جماعت کے تعلق سے دکھائی گئی خبروں پر معافی مانگی تھی۔ واضح رہے کہ جمعیۃ کی طرف سے ان سماعتوں میں سینئر وکلاء دشینت دوے اور سنجے ہیگڑے پیش ہوتے رہے ہیں۔

یوم جمہوریہ پر آر پی ایف کو ملے 16 تمغے

نئی دہلی، یوم جمہوریہ کے موقع پر منگل کے روز ریلوے پروٹیکشن فورس (آر پی ایف) کے ایک پرنسپل چیف سیکورٹی کمشنر کو ممتاز خدمات کے لیے صدارتی پولیس میڈل اور دیگر 15 اہلکاروں کو قابل ستائش خدمات کے لیے پولیس میڈل سے نوازے جانے کا اعلان کیا گیا۔ سرکاری اطلاعات کے مطابق صدر نے آر پی ای/آر پی ایس ایف کے درج ذیل اہلکاروں کو ممتاز خدمات کے لیے صدارتی پولیس میڈل اور قابل ستائش خدمات کے لیے پولیس میڈل سے نوازا ہے۔

یوم جمہوریہ کی مبارکباد

اعلان تعطیل

قارئین کو مطلع کیا جاتا ہے کہ روزنامہ ”قومی صحافت“ کے دفتر میں 26 جنوری کو تعطیل رہے گی، لہذا اخبار کا آئندہ شمارہ 28 جنوری کو شائع ہوگا۔

(ادارہ)

یوم جمہوریہ

محمد ساجد ندوی

وطن کی خاک سے مر کر بھی ہم کو انس باقی ہے
مزا دامان مادر کا ہے اس مٹی کے دامن میں

26 جنوری کے دن کو، یوم جمہوریہ، کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ہندوستان کی تاریخ میں اس کی بڑی اہمیت ہے۔ پورے ہندوستان میں یہ دن قومی دن کی حیثیت سے منایا جاتا ہے، اس دن پورے ملک میں قومی تعطیل ہوتی ہے۔ سارا ملک جشن کے ماحول میں ڈوبا نظر آتا ہے، گاؤں دیہات ہوں یا شہر گلیاں کوچے ہوں یا بازار، اسکول کالج ہوں یا یونیورسٹیاں یا پھر سرکاری ادارے و دفاتر، سبھی جگہ خوبصورت ترنگی جھنڈیوں سے سجے نظر آتے ہیں، ہر جگہ حب الوطنی کے نغمے گونجتے سنائی دیتے ہیں، آج کا دن ہر ہندوستانی کا دل حب الوطنی کے جذبے سے لبریز دکھائی دیتا ہے، مرد ہوں یا عورت سبھی اپنے لباس پر مختلف طرز کے بنے ترنگے اسٹیکرس اور بیجس آویزاں کئے اپنی حب الوطنی پیش کرتے خوش خرم نظر آتے ہیں، حتی کہ اسی جذبہ میں ڈوبے چھوٹے چھوٹے بچے بھی اپنے ہاتھوں میں ترنگے لئے خوشیاں مناتے سرشار دکھائی دیتے ہیں، اس دن میں آخر ایسی کونسی خصوصیت ہے کہ جن کی بنا پر سارا ملک ایک ہی رنگ میں رنگا رنگا نظر آتا ہے، آج سے تقریباً (75) پچہتر سال قبل، جب ہمارا ملک انگریزوں کے ظالمانہ تسلط سے آزاد ہوا، اور ہمارے ملک کے قومی رہنماؤں نے یہ طے کیا کہ، ہم اپنے ملک کو ایک ایسا جمہوری ملک بنائیں گے جہاں سبھی مذہب وملت، قوم وبرادری، اور ہر رنگ ونسل کے افراد آزادانہ طور پر زندگی بسر کر سکیں، جہاں کوئی کسی کی نسل، رنگ، اور مذہب کا دشمن نہ ہو جہاں امن چین اور سکون کے ساتھ زندگی گزاری جا سکے۔ یوم جمہوریہ ہر سال ہمیں ملک کے کونے کونے میں امن وشانتی، چین وسکون، آپسی محبت و بھائی چارگی، کا ماحول قائم رکھنے کا پیغام دیتا ہے، ملک کی خوشحالی اور ترقی میں اپنے کردار کو ادا کرنے کا احساس کراتا ہے،

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا	ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا
مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا	ہندی ہیں ہم وطن ہیں ہندوستاں ہمارا

آئیں ں ہم ایک ساتھ مل کر طے کریں کہ ہم سبھی محبان وطن جب تک زندہ رہیں گے اپنے وطن کی ترقی وخوشحالی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں گے، اور اخوت محبت کے خوبصورت جذبوں سے آراستہ کریں گے۔

دل سے نکلے گی نہ مر کر بھی وطن کی الفت
میری مٹی سے بھی خوشبوئے وفا آتی ہے۔

ٹریکٹر پریڈ کی یاد ہوئی تازہ

26 جنوری کے موقع سے اس کی تواریخ کو قلم بند کرنے اور اس کے مقاصد کو بیان کرنے، جس کے ذریعہ ملک کے لوگوں کو ہر طرح کے مساوات کا حقوق حاصل ہے سے زیادہ اب ملک میں تاریخی عمارت، تاریخی نظام وتاریخی معاملے پر ہورہی سازشوں وسیاستوں کا پردہ فاش کرنا ضروری ہے۔ مجھے تو آج بھی قومی ترانے کی دھن میں ٹریکٹر پریڈ کا سنگیت اور فضا میں دھواں دکھائی دیتا ہے۔

محمد رفیع

سیاسی وسماجی دانشوران لکھتے ہیں کوئی دورائے نہیں کہ راجدھانی دہلی میں سرحدوں پر کسانوں کی تحریک میں 26 جنوری کو ٹریکٹر پریڈ کے دوران بہت کچھ ایسا ہوا، جو نہیں ہونا چاہئے تھا۔ مثلاً لال قلعہ کے وقار کو چوٹ پہنچاتے ہوئے اس پر چڑھ کر 'نشان صاحب' پھہرانہ۔ ساتھ ہی ہڑدنگ مچاتے ہوئے تلواریں چمکانا، پولیس پر حملہ آور ہونا، توڑ پھوڑ کرنا۔ آزاد ہندوستان کی تاریخ میں اپنی نوعیت کا یہ پہلا واقعہ ہے جب دلی میں ایک طرف صدر جمہوریہ پرچم کشائی کر پریڈ کا معائنہ کررہے ہوتے ہیں تبھی دلی کی سرحد میں بڑی تعداد میں کسان داخل ہوتے ہیں اور لال قلعہ پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ جس طرح یہ واقعہ ہوا اس میں دلی سیکورٹی سسٹم کی پول کھلی، تصور کریں اگر یہ واقعہ کسان کی جگہ ملک مخالف عناصر کا ہوتا تو کیا ہوتا۔ اس لئے یہ واقعہ "قومی شیم" کہلانے کے قابل ہے۔ کسانوں کے اس عمل کا علم ہونے کے بعد بھی سیکورٹی بدانتظامی کا مظاہرہ ہوا، اس کا رشتہ گرفتار ہوئے دلیپ سدھو اور لکھا سدانہ کی وزیراعظم اور بی جے پی ممبر پارلیمنٹ سنی دیول کے ساتھ جو تصویریں وائرل ہوئیں اس سے ہے، ملک کو یہ بات سمجھ میں آگئی کہ بی جے پی نے کسان تحریک کی آر میں بھگوا کھیل کردیا۔ ساور کر کے شاگردوں سے ملک کی سالمیت کی امید ہی سب سے بڑا دھوکہ ہے، وہ اپنے مشن کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتے۔ یہ لال قلعہ وہ عمارت ہے جہاں یوم آزادی کی یاد میں ملک کا سب سے بڑا تقریب ہوتا ہے اور ملک کے وزیراعظم پرچم کشائی کرتے ہیں۔ مگر 2021 میں ان کے ساتھ دکھنے والے کسان کی شکل میں جب صدر جمہوریہ انڈیا گیٹ پر یوم جمہوریہ کے موقع سے پرچم کشائی کررہے تھے تو اس نے لال قلعہ پر زعفرانی پرچم لہرادیا۔ تب میں نے بھی لکھا تھا کہ پیلا رنگ کا پرچم لال قلعہ پر تو پارلیمنٹ پر کس رنگ کا ہوگا پرچم۔ میرا مطلب تب بھی وہی تھا اور آج بھی وہی ہے کہ ترنگا جھنڈا کا احترام صرف حکومت چلانے کے لئے ہے اصل کچھ اور ہی ہے، کیونکہ سوال اٹھتا ہے کہ کیا کسان لال قلعہ پر ترنگا نہیں لہرا سکتے تھے؟ پھر زعفرانی رنگ سے ملتا جلتا جھنڈا ہی کیوں۔ اس کو سمجھنا ہے تو اس تازہ مثال سے بہتر سمجھ سکتے ہیں کہ کس طرح حکومت نے حزب اختلاف کو یقین میں لئے بغیر امر جوان جیوتی کو انڈیا گیٹ سے میوزیم میں شفٹ کردیا اور وہاں پر وزیراعظم نریندر مودی نے سبھاش چندر بوس کے 125 ویں یوم پیدائش 23 جنوری 2022 (26 جنوری کے ٹھیک پہلے) کے موقع پر ان کے ہولوگرام مجسمے کی نقاب کشائی کی۔ اس موقع پر وزیراعظم نے کہا کہ ملک اب غلطیوں کو سدھار رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی جس طرح سے ہندوستان کی تواریخ کو بدلنے، ہندوستان کی مسلم شناخت کو مسمار کرنے کا یوگی، مودی و ان کی معاونین حکومتوں کا عمل ہورہا ہے، قابل فکر ہے۔ آپ کے علم میں ہے کہ مودی حکومت کے ذریعہ نئے پارلیمنٹ کی بلڈنگ کا کام بھی اب مکمل ہونے کو ہے۔ خبر یہ بھی ہے کہ ایک نئے آئین کا مسودہ بھی ان کے زیر غور ہے۔ حکومت کے تمام فیصلوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بی جے پی حکومت کی آر میں آر ایس ایس کے ایجنڈہ کو ملک میں نافذ کرنا چاہتی ہے۔ وہ گاندھی اور ان خیالات کے تمام حمایتی شناخت کو ختم کر ساور کر اور ان کے حمایتی کو پہلے صف میں بٹھا کر ملک کو زعفرانی رنگ میں رنگنے کی سازش رچ رہی ہے۔ ممکن ہے، بہت جلد یا تو لال قلعہ کے وجود پر کوئی فیصلہ ہو یا پھر پارلیمنٹ کی نئی عمارت میں وزیراعظم کے ذریعہ 15 اگست کو پرچم کشائی کا نظام عمل میں آجائے۔ اس لئے 26 جنوری کے موقع سے اس کی تواریخ کو قلم بند کرنے اور اس کے مقاصد کو بیان کرنے، جس کے ذریعہ ملک کے لوگوں کو ہر طرح کے مساوات کا حقوق حاصل ہے سے زیادہ اب ملک میں تاریخی عمارت، تاریخی نظام وتاریخی معاملے پر ہورہی سازشوں وسیاستوں کا پردہ فاش کرنا ضروری ہے۔ مجھے تو آج بھی قومی ترانے کی دھن میں ٹریکٹر پریڈ کا سنگیت اور فضا میں دھواں دکھائی دیتا ہے۔

خوابِ غفلت سے اگر اب بھی نہ جاگے ہم لوگ

بھارت کل اور آج ہماری ذمہ داریاں

محمد عمر کامار یڈی

کرۂ ارض پر سرزمین ہندوہ منفرد شناخت رکھنے والا اور بے شمار خصوصیات وامتیازات کا حامل ملک ہے جس کی نظیر کسی اور بلاد ودیار میں نظر نہیں آتی؛ کیوں کہ یہاں عرصۂ دراز سے مختلف مذاہب ومتنوع تہذیبوں کے لوگ بود و ماند رکھتے چلے آرہے ہیں؛ بایں طور کہ بودھ مت، جین مت اسی ملک میں پیدا ہوئے، ہندومت نے بھی یہی فروغ پایا، پارسی مذہب نے بھی ہندوستان کے سایہ میں اپنے آپ کو باقی رکھا، سکھ مت نے بھی ہندوستان ہی میں آنکھیں کھولیں، مسلمان بھی یہیں پروان چڑھے؛ مختصر یہ کہ یہ ایک جمہوری نظام والا سیکولر ملک ہے، جس کی آزادی کے لئے ہمارے بزرگوں نے وہ بے شمار اور ناقابلِ فراموش قربانیاں پیش کی جن کو جھٹلانا اور مٹانا تاریخ کے ساتھ بدترین سلوک اور انسانیت پر انتہائی درجہ کا ظلم ہے؛ کیوں کہ ہمارے اکابرین اور علماء دین متین اور مسلم عوام اور غیر مسلم اہلِ وطن بھائیوں نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیکر اپنے وطن عزیز کی آزادی کو یقینی بنانے کے لئے کئی ایک تحریکیں چلائی اور اپنی جانوں کے نذرانے بھی پیش کئے؛ چناں چہ کہیں علماء کرام کی نعشوں کو درختوں پر لٹکائے جانے کی خون چکاں داستان ہے تو کہیں تختہ دار پر پھانسی کے پھندوں کو چوم کر جامِ شہادت نوش کرنے والوں کے دلخراش مناظر ہیں، صرف یہی نہیں؛ بلکہ کئی ہزار علماء کرام کو برہنہ کرکے آگ کے انگاروں اور کھولتے ہوئے تیل میں بڑی بے دردی سے ڈال دیا گیا اور اس پر مستزاد یہ کہ دہلی کی چاندی چوک سے خیبر تک کوئی درخت ایسا نہ تھا جس پر کسی عالم دین کی نعش نہ لٹکائی گئی ہو اور لکھنے والوں نے لکھا کہ ان علماء کرام کی تعداد اکاون ہزار سے زائد تھی، اور اسی طرح کالے پانی اور مالٹا کی جیلوں میں قید وبند کی صعوبتوں کو جھیلا؛ مگر تحریکِ آزادی سے دستبردار ہونے کے لئے ہرگز آمادہ نہیں ہوئے؛ خلاصہ یہ کہ انہوں نے اپنی آنکھوں میں اپنے پیارے ملک کی آزادی کے خواب کو شرمندۂ تعبیر بنانے کے لئے جان وتن نچھاور کیا، اور تن کے گورے من کے کالے انگریزوں کو راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور کردیا؛ تاکہ اس ملک کے باشندے غیروں کے ناپاک تسلط سے چھٹکارا پا کر چین وسکون کی سانسیں لے سکے اور ایک ایسا دستور اور آئین بنایا جائے جس میں ہر باشندے کو مذہبی اور شہری مکمل آزادی حاصل ہو، اور اپنے مذہبی شعائر کے اختیار کرنے کا بھرپور حق ملے؛ نیز ہمارے بڑوں اور بزرگوں نے تمام برادرانِ وطن کی آزادی کی خاطر اور ان کے تحفظ، ملک کی سلامتی، تہذیب وتمدن کی بقاء اور انسانی حقوق کی بحالی کے لئے جنگ آزادی میں بے مثال کارنامے سرانجام دیے اور یہ ثابت کردیا کہ

قربانی کے جذبات سے سرشار ہے ہم لوگ
غدارِ وطن کے لئے تلوار ہے ہم لوگ
آئین پے مرمٹنے کو تیار ہے ہم لوگ
آزادی کی تاریخ کا کردار ہے ہم لوگ
بےخوف وخطر چڑھ گئے ہم دار ورسن پر
قربان دل و جان ہے دستورِ چمن پر

٭آزادی کے بعد فرقہ پرستوں کی سازشیں اور آئین کے ساتھ بدترین سلوک٭

ہندوستان کی آزادی کے لیے ہمارے بڑوں نے اتنی قربانیاں دیں اور اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے اس ملک کو سونے کی چڑیا بنا دیا تھا؛ لیکن ہماری بدقسمتی کہ آزادی کے بعد فرقہ پرست طاقتوں اور جمہوریت کے دشمنوں نے پورے ملک میں نفرت وعداوت اور اختلاف و انتشار کا ماحول پیدا کر کے٭ اس سونے کی چڑیا کو مٹی کی گڑیا بنا کر رکھ دیا٭ اس لئے کہ ہمارا ملک بھارت ایک جمہوری ملک ہے اور ہمارے دستور نے یہاں کے سب باشندوں کو یکساں طور پر حق دیا ہے کہ وہ اپنے مذہب کے سلسلہ میں آزاد ہیں، ان کو ان کے مراسم عبادت ادا کرنے اور اپنے مذہب کے مطابق حلال وحرام چیزوں کے ساتھ معاملہ کرنے کا پورا پورا حق ہے، اور اہلِ ہند کے لئے یہ بڑے فخر کی بات تھی کہ بہت حد تک یہاں کی حکومتیں اس آئین و قانون کی پابندی کرتی تھیں؛ مگر اب چند سالوں سے بعض جمہوریت کے دشمن عناصر تعصب پسند آئین کے ساتھ کھلواڑ کر کے بنیادی قانونی حقوق کو غبن کر رہی ہیں، چناں چہ اب نہ تو ہمارے مذہبی معاملات محفوظ ہے اور نہ ہی شہری حقوق، ہائے ہائے اب تو ہمیں غیر ملکی قرار دینے سے بھی دریغ نہیں کیا جارہا ہے؛ خلاصہ یہ کہ موجودہ وقت میں جمہوریت ہلاکت کے دہانے پر ہے؛ کیوں کہ دم توڑتی معیشت، بے لگام میڈیا، تعلیمی پسماندگی، فرقہ پرستی اور تعصب پسندی، مذہبی و سیاسی عدم برداشت اور حکومت کی ناانصافیاں حد تو یہ ہے کہ ہمارے مذہبی معاملات اور دینی شعائر میں بے جا مداخلت کی ناپاک کوشش کی جارہی ہیں اور یہ سب امور وہی ہیں جنھوں نے اس محبت والی مٹی اور الفت والی فضاء کو نفرت وعداوت سے بدل کر امن وشانتی کا خون کردیا پھر کہیں گاؤ رکھشکوں کی طرف سے مسلمانوں کے خون کی ہولی کھیلی جارہی ہے تو کہیں مسلم نوجوانوں کو نہایت بے دردی سے زدوکوب کیا جارہا ہے، ایک طرف پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کے اسٹیج سے اسلامی اصول وقوانین کا مذاق اڑایا جارہا ہے تو دوسری طرف زعفرانی جماعتوں کی طرف سے مسلمانوں میں منظم طور پر خوف وہراس پیدا کیا جارہا ہے رستہ خیز حالات تسبیح کے دانوں کے گرنے کی طرح تسلسل اور تیز گامی سے مسلمانوں پر آرہے ہیں، وطن عزیز میں جہاں ایک طرف مسلمانوں کو دیش بھکتی نہ ہونے کا طعنہ دیا جارہا ہے، تو وہی ہم سے اس ملک کے شہری اور باشندے ہونے کا ثبوت مانگا جارہا ہے، جس کا صاف اور ظاہری مطلب مسلمانوں سے کھلی دشمنی اور اسلام سے بغاوت کا اعلان کرنا ہے، اور ان کی معیت میں بود وباش اختیار کرنے کو ناپسند کرنا ہے، دشمنانِ اسلام تو چاہتے ہیں کہ ہم ان کی حرکات وسکنات کی بنا پر پژمردگی اور مایوسی کا شکار ہو کر عزم وحوصلہ جیسی عظیم دولت کو کھو بیٹھے، اور اپنے آپ کو عاجز وناتواں سمجھنے لگے، یاد رکھیں کہ ہمیں مصائب ومشکلات کے سیاہ بادلوں سے گھبرانے کی ضرورت نہیں؛ بلکہ پوری ثابت قدمی وپامردی سے یہاں کی آب وہوا میں زندگی گزارنا ناگزیر ہے، اس لیے کہ اس ملک میں جتنا حق غیروں کا ہے، اتنا ہی ہمارا بھی ہے، ہم اس ملک میں برابر کے حق دار ہیں، کوئی کرائے دار نہیں۔

٭ہماری غفلت وکوتاہی٭

لیکن تف ہے ہماری غفلت وکوتاہی اور احسان فراموشی پر کہ (جن اکابرین کی بدولت اور جن کی قربانیوں کے نتیجے میں ہمیں آزادی کا انعام ملا ہے) آج ہمیں نہ ان کی قربانیوں کا صحیح علم ہے اور نہ ہی ان کی جانثاری سے واقفیت؛ ستم ظریفی کی انتہا تو یہ ہے کہ خوشی ان مواقع (۱۵/ اگست اور ۲۶/ جنوری) پر ان بزرگوں کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لئے ہمارے لبوں پر خاموشی کی مہر لگ جاتی ہیں کیا بڑے کیا چھوٹے! نہ بڑوں کو تاریخ کا کوئی ذوق ہے نہ چھوٹوں کو کوئی دلچسپی، ہماری اسی غفلت کے سبب فرقہ پرست طاقتوں اور احسان فراموش لوگوں نے تاریخِ آزادی سے ہمارے ناموں کو حرفِ غلط کی طرح مٹا کر تاریخ کو مسخ کردیا پھر اسی غلط تاریخ سے ہماری نئی نسل کی ذہن سازی کی جارہی ہے اور انہیں احساسِ کمتری کا شکار کر کے ان سے وفاداری کا ثبوت مانگا جاتا ہے؛ حالانکہ یہ سب ہماری غفلت کا ثمرہ ہے اور پھر ایسا ہونا یقینی تھا کیوں کہ ہم نے اپنے ماضی کو بھلا دیا اور جس قوم کو اپنے ماضی سے واقفیت نہ ہو تو وہ قوم مستقبل کے روشن خواب کیا دیکھ سکتی ہیں! ماضی سے واقفیت ہی مستقبل کی سربلندی اور کامیابی کے لئے شاہِ کلید ہے؛ لہٰذا اب ضرورت ہے کہ ہم اپنی تاریخ کو پڑھیں اور خواب غفلت سے بیدار ہوں؛ ورنہ وہ دن دور نہیں کہ جس دن یہ بات صادق آجائیں

اہلِ باطل سے قیادت نہیں ہوگی اپنی
ان کواڑوں سے حفاظت نہیں ہوگی اپنی
خوابِ غفلت سے اگر اب بھی نہ جاگے ہم لوگ
گھر تو چھوڑو یہاں تربت نہیں ہوگی اپنی

٭ہماری ذمہ داریاں اور حل٭

یہ امر بدیہی ہے کہ جس ماحول کی تاریکی کو مٹا کر روشنی لانی ہو تو اسی ماحول میں ایک دِیا جلانا ضروری ہوتا ہے اسی طرح ہمیں اپنے اس ملک عزیز کی حفاظت اور اس کے سیکولر کی سلامتی کے لئے آگے بڑھنا ہوگا، اور چند ایک امور کی رعایت ازحد ضروری ہوں گی؛ تاکہ اس ملک کی جمہوریت سلامت رہیں اور امن وامان، محبت و بھائی چارگی کا ماحول بحال ہوجائیں؛ چناں چہ ہماری اولین ذمہ داری ہے کہ ہم اس ملک کی تاریخ کو پڑھیں، اور اپنے ماضی کو یاد رکھیں، اور اپنے قانونی حقوق سے واقفیت حاصل کریں اور اپنی نسلوں کو اپنے بزرگوں کے کارناموں سے روشناس کرائیں؛ تاکہ ہمیں غدار کہنے والے اپنی سازشوں میں ناکام رہیں اور ہم احساس کمتری کا شکار ہونے کے بجائے برتری کے جذبات کے ساتھ زندگی بسر کریں۔(۲) اسی کے ساتھ ساتھ اپنی نسلوں کو صحیح تاریخ سے باخبر رکھنے کے لئے مختلف مواقع سے مختلف پروگرام منعقد کیے جائیں، تاریخِ آزادی سے متعلق سوال و جواب کوئز چلائے جائیں، اور جنگِ آزادی کے گمشدہ جیالوں پر مختصر مختصر تقاریر بنا کر یاد دلائیں؛ تاکہ مجاہدین کی تاریخ یاد رہنے سے ان میں عزم و حوصلہ اور جرأت اور استقامت جیسی صفات پیدا ہو۔(۳) یہاں کے بسنے والے برادرانِ وطن کے مختلف طبقات میں اسلام اور اہلِ اسلام سے متعلق مختلف قسم کے غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں، جس کی وجہ سے وہ اسلام و اہلِ اسلام سے دور ہیں یا دور رکھے جاتے ہیں تو ایسے حالات میں ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم غیر مسلم بھائیوں کے سامنے عقائدِ اسلام اور اسلامی تعلیمات کی مناسب ومعقول تشریح وتوضیح کریں؛ نیز لوگوں کو اسلام سے متعارف کرائیں، اس کی آفاقیت وہمہ گیری اور لسانی، جغرافیائی، مکانی وزمانی حدود سے اس کی بالاتری کو بیان کریں، اس کی سچائیاں ان کے سامنے واضح کریں، اس کی تعلیمات کو آشکارا کریں، اور اس کی معقولیت اور زمانے کے ساتھ چلنے کی صلاحیت کو سامنے لائیں؛ کیوں کہ ان حالات کے پیش آنے کا ایک سبب یہ کہ ہم نے غیر مسلم بھائیوں کے سامنے تعارفِ اسلام پیش کرنے میں بڑی کوتاہی کی، اور اب بھی ہمارے پاس وقت ہے کہ ہم اس فریضہ کو جلد از جلد سرانجام دیں۔(۴) ایک اہم کام آپسی اتحاد و اتفاق کو فروغ دینا ہے؛ کیوں کہ کسی بھی قوم کی کامیابی وکامرانی اور فتح ونصرت کی تاریخ رقم کرنے میں سب سے کلیدی رول اس قوم کے درمیان پایا جانے والے اتحاد کا ہوتا ہے، تاریخ کے اوراق بتاتے ہیں کہ قوموں کے عروج و زوال، اقبال مندی وسربلندی، ترقی وارتقا، خوش حالی وفارغ البالی میں اتحاد واتفاق، باہمی اخوت و ہمدردی اہم ترین سبب ثابت ہوا ہے، ملتِ اسلامیہ کی تاریخ بھی یہی بتاتی ہے کہ جب تک فرزندانِ توحید کے اندر اتحاد و اتفاق پایا جاتا رہا تب تک وہ فتح ونصرت اور کامیابی وکامرانی کا علم پوری دنیا میں لہراتے رہے اور جب انہوں نے اتحاد واتفاق کے دامن کو چھوڑ کر اختلاف وانتشار پھیلانا شروع کیا تو ان کو سخت ترین ہزیمت و شکست اور ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا؛ لہٰذا ہمیں اس ملک کی سلامتی کے لئے آپسی اختلافات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اتحاد واتفاق کی رسی تھامنا ہوگا؛ ورنہ پھر حالات پر رونے اور پریشانیوں پر ماتم کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔

٭خلاصۂ تحریر:٭

۱۵/ اگست اور ۲۶/ جنوری یہ دونوں یادگار دن ہے جو بڑے سرور وشادمانی اور خوشی ومسرت کے ساتھ منائیں جاتے ہیں؛ لیکن حقیقی خوشی اسی وقت ممکن ہے جب کہ زندگی میں چین وسکون ہو، اور ہر طرح کی مکمل آزادی حاصل ہو؛ چونکہ ہمیں یہ آزادی پھولوں کے گلدستے کی شکل میں ملی ہے تو ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اپنے اکابر کی تاریخ کو اور ان کی قربانیوں کو یاد رکھیں تو اس کے لئے ہمیں اپنے حقوق سے آگاہ ہو، اور اپنے غیر مسلم بھائیوں کے ساتھ رواداری و بھائی چارگی اور اتحاد واتفاق کا معاملہ کرے ان شاء اللہ کامیابی قدم چومے گی

اللہ تعالیٰ ہمارے اس پیارے ملک کی حفاظت فرمائے اور ہمارے جان و مال اور عزت و ایمان کی سلامتی کے فیصلے فرمائے آمین

یوم جمہوریہ اور تاریخی پس منظر

احتشام تمیز
جامعہ ملیہ اسلامیہ نیو دھلی

ھمارا ملک ہندوستان 26 جنوری 1950 کو اپنا ملک ہندوستان جمہوری ہوا یعنی اپنے ملک میں اپنے لوگوں پر اپنا قانون لاگو ہوا آزاد ہندوستان کا اپنا دستور (قانون) بنانے کیلئے ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کی صدارت میں 29 اگست 1947 کو سات رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی تھی جسکو ملک کا موجودہ دستور مرتب کرنے میں 2 سال 11 ماہ اور 18 دن لگے تھے دستور ساز اسمبلی کے مختلف اجلاس میں اس نئے دستور کی ہر اک شق پر کھلی بحث ہوئی پھر 26 نومبر 1949 کو اسے قبول کرلیا گیا اور 24 جنوری 1950 کو ایک مختصر اجلاس میں تمام ارکان نے نئے دستور پر دستخط کردیا البتہ مولانا حسرت موہانی نے مخالفت کرتے ہوئے دستور کے ڈرافٹ پر ایک نوٹ لکھا کہ "یہ دستور برطانوی دستور کا ہی اجراء اور توسیع ہے جس سے آزاد ہندوستانیوں اور آزاد ہند کا مقصد پورا نہیں ہوتا" بہرحال 26 جنوری 1950 کو اس نئے قانون کو لاگو کرکے ملک بھر میں پہلا "یوم جمہوریہ" منایا گیا اس طرح ہر سال 26 جنوری "یوم جمہوریہ" کے دن کے طور پر پورے ملک میں جوش وخروش کے ساتھ منایا جاتا ہے اور 15 اگست 1947 کی طرح یہ تاریخ بھی ملک کا قومی اور یادگاری دن بن گئی ہے 26 جنوری کو جشن کے طور کیوں مناتے ہیں تو آیئے تاریخ کے اوراق کا مشاہدہ کرتے چلیں جشن کا یہ دن ہندوستانیوں کو یونہی نہیں ملا اس کیلئے بڑی سے بڑی قربانیاں دینی پڑی لاکھوں جانوں کے نذرانے پیش کرنے پڑے ہیں تب جاکر 26 جنوری کو جشن منانے کا یہ زریں موقع ہندوستانیوں کو نصیب ہوا ہے انگریزوں کا پہلا قافلہ 1601 میں دور جہانگیری میں ہی ہندوستان آیا تھا اس حساب سے ہندوستان سے انگریزوں کا انخلاء 1947 میں 346 سال بعد ہوا اس دوران ظلم وبربریت کی ایک طویل داستان لکھی گئی تھی جسکا ہر صفحہ ہندوستانیوں کے خون سے لالہ زار ہے، جذبہ آزادی سے سرشار اور سر پر کفن باندھ کر وطن عزیز اور اپنی تہذیب وتمدن کی بقاء کیلئے بےخطر آتش افرنگی میں کودنے والوں میں مسلمان پیش پیش تھے جنگ آزادی میں مسلمانوں کی قربانیاں اگر الگ کردی جائیں تو ہندوستان کی آزادی کی تاریخ کبھی مکمل نہ ہوگی آزادی ملنے کے بعد سب سے بڑا مسئلہ یہ اٹھا کہ ملک کا دستور کیسا ہو مذہبی ہو یا لامذہبی اقلیت و اکثریت کے درمیان حقوق کس طرح طے کئے جائیں چنانچہ آئین ہند کے ابتدائی حصے میں صاف صاف یہ لکھا گیا ہے کہ ہم ہندوستانی عوام یہ تجویز کرتے ہیں کہ" ہندوستان کو ایک آزاد سماجوادی جمہوری ملک کی حیثیت سے وجود میں لایا جائے جس میں تمام شہریوں کیلئے سماجی معاشی سیاسی انصاف آزادئ خیال آزادی اظہار رائے آزادئ عقیدہ ومذہب وعبادات انفرادی تشخص اور احترام کو یقینی بنایا جائے گا اور ملک کی سالمیت ویکجہتی کو قائم ودائم رکھا جائیگا" آزادی کے بعد ملک میں سیکولر جمہوری نظام نافذ کرانے میں جمعیت علماء ہند کے رول کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے جمعیت علماء ہند کے جنرل سکریٹری مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی نے بحیثیت رکن دستور ساز اسمبلی میں اقلیتوں کو مراعات دلانے میں اہم کردار ادا کیا ہے 1971 میں اندرا گاندھی نے دستور کے اسی ابتدائیہ میں لفظ " سیکولر" کا اضافہ کیا تھا ہنوستانی جمہوری نظام ایک بہترین نظام ہے اس میں مختلف افکار وخیالات اور تہذیب وتمدن کے لوگ بستے ہیں اور یہی مختلف رنگارنگی تہذیب یہاں کی پہچان ہے 26 جنوری کو اسی مساوی دستور وآئین کی تائید میں اور کثیر المذاہب ملک ہونے کے باوجود باہمی یکجہتی اور میل جول کے اس عظیم ملک ہندوستان کی جمہوریت پر ناز کرنے کے لئے 26 جنوری کو" جشن جمہوریت " منا کر شہیدان ملک اور آئین کے بانیین ومرتبین اور ملک کی آزادی میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والے مجاہدین آزادی کو بہترین خراج عقیدت پیش کی جاتی ہے انگریزوں نے" ایسٹ انڈیا کمپنی" کے ساتھ 1601 میں تجارت کی غرض سے ہندوستان آیا اس وقت ہندوستان میں جہانگیر بادشاہ کی حکومت تھی (یہ اکبر بادشاہ کا لڑکا تھا اس کا اصل نام سلیم نورالدین اور لقب جہانگیر تھا) انگریزوں کو باقاعدہ تجارت کی اجازت جہانگیر کے دوسرے لڑکے شاہ خرم (شاہجہاں) نے دی تھی رفتہ رفتہ اس کمپنی نے تجارت کی آڑ میں اپنی فوجی طاقتوں میں اضافہ کرنا شروع کردیا تھا (یعنی مال کی جگہ ہتھیار اور ملازم کی آڑ میں فوجیوں کو انگلستان سے بلانا شروع کردیا تھا) مگر دہلی میں مغلیہ سلطنت اس قدر مضبوط تھی کہ انگریزوں کو خاطر خواہ کامیابی نہیں ملی شاہجہاں کے دوسرے لڑکے اورنگزیب عالمگیر کی وفات کے بعد مغلیہ سلطنت کمزور ہونے لگی اٹھارہویں صدی میں مغلیہ سلطنت کی عظمت کا سکہ کمزور ہوتے ہی انگریزوں کے عروج کا دور شروع ہوگیا عیار اور شاطر انگریزوں نے پورے ملک پر قبضے کا پلان بنالیا ہندوستا نیوں کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے کا منصوبہ طے کرلیا انکے خطرناک عزائم اور منصوبے کو بھانپ کر سب سے پہلے میدان پلاسی میں جس مرد مجاہد نے انگریزوں سے مقابلہ کیا اور 1757 میں جام شہادت نوش کیا وہ شیر بنگال نواب سراج الدولہ تھا پھر 1799 میں سرنگا پٹنم میں انگریزوں کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے شیر میسور ٹیپو سلطان نے ملک پر جان نچھاور کردی جسکی شہادت پر انگریز فاتح لارڈ ہارس نے فخر ومسرت کے ساتھ یہ اعلان کیا تھا کہ" آج سے ہندوستان ہمارا ہے" 1803 میں انگریزی فوج دہلی میں فاتحانہ انداز میں داخل ہوئی اور بادشاہ وقت" شاہ عالم ثانی " سے جبرا ایک معاہدہ لکھوایا کہ" خلق خدا کی ملک بادشاہ سلامت کا اور حکم کمپنی بہادر کا" یہ بات اس قدر عام ہوگئی کہ لوگ کہنے لگے " حکومت شاہ عالم از دہلی تا پالم" یہ معاہدہ گویا اس بات کا اعلان تھا کہ ہندوستان سے اب اسلامی اقتدار ختم ہوچکا ہے وحشت و بربریت ظلم وستم کی گھنگھور گھٹائیں پوری فضا کو گھیر چکی ہیں وطنی آزادی اور مذہبی تشخص ان کے رحم وکرم پر ہوگی ایسے بھیانک ماحول اور پرفتن حالات میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بیٹے شاہ عبدالعزیز دہلوی نے پوری جرأت وبیباکی کے ساتھ فتوی جاری کیا کہ " ہندوستان دارالحرب ہے" یعنی اب ملک غلام ہوچکا ہے لہذا بلاتفریق مذہب وملت ہر ہندوستانی پر انگریزی تسلط کے خلاف جہاد فرض ہے ان کے فتوی کی روشنی میں علماء کھڑے ہوئے سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید رحمہا اللہ آگے بڑھے پورے ملک کا دورہ کرکے قوم کو جگایا اور ان میں حریت کا جزبہ پیدا کرکے آزادی کی آگ لگادی اور 1831 کو بالاکوٹ کی پہاڑی پر لڑکر جام شہادت نوش کیا دھیرے دھیرے پورے ملک میں انگریزوں کے خلاف آزادی کی چنگاریاں سلگنے لگی 1857 میں علماء نے پھر جہاد کا فتوی دیا جسکی وجہ سے انگیزوں کے خلاف معرکہ کارزار ایک بار پھر گرم ہوگیا دوسری طرف انگریزی فوجیں پورے ملک میں پھیل چکی تھیں اور ہندوستان سے مذہبی بیداری وسرگرمی ختم کرنے کے لئے انگریزوں نے بے شمار عیسائی مبلغین (پادری) کو بھی میدان میں اتار دیا تھا جسے انگریزی فوج کی مکمل پشت پناہی حاصل تھی جو جگہ جگہ تقریریں کرتے اور عیسائیت کا پرچار کرتے اسی دوران یہ خبر گشت کرنے لگی کہ انگریزی حکومت نے ہندو مسلم کا مذہب خراب کرنے کے لئے اور دونوں کے درمیان اختلاف پیدا کرنے کیلئے آٹے میں گائے اور سور کی ہڈی کا برادہ ملادیا ہے کنویں میں گائے اور سور کا گوشت ڈلوادیا ہے ان واقعات نے ہندوستانیوں کے دلوں میں انگریزوں کے خلاف نفرت کی ایک ایسی آگ لگادی جس کی وجہ سے انگریزی فوج میں ملازمت کررہے ہندو مسلم سب نے زبردست احتجاج کیا کلکتہ سے احتجاج کی جو چنگاریاں اٹھی تھی وہ دھیرے دھیرے پورے ملک میں شعلہ جوالہ بن گئیں احتجاج کرنے والے سپاہیوں اور انکے ساتھیوں کو پھانسی دے دی گئ اور جہاں جہاں احتجاج ہوا اس پر سنجیدگی سے غور کرنے کے بجائے سخت سے سخت کاروائی کی گئیں احتجاجیوں کی بندوقیں چھین لی گئیں وردیاں پھاڑ دی گئیں 1857 میں شاملی کے میدان میں مرشد علماء حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی قیادت میں بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی مولانا رشید احمد گنگوہی اور حافظ ضامن شہید رحمھم اللہ وغیرھم نے انگریزوں سے مردانہ وار مقابلہ کیا بغاوت پھوٹنے کے بعد زیادہ تر آزادی کے دیوانوں نے دہلی کا رخ کیا اور پورے عزم وحوصلہ کے ساتھ دہلی شہر اور مغلیہ حکومت کا دفاع کرتے رہے مگر انگریزوں کی منظم فوج کے سامنے آزادی کی یہ جنگ ناکام ہوگئی اور انگریزوں نے 20 ستمبر 1857 کو لال قلعہ پر باقاعدہ قبضہ کرلیا اور سلطنت مغلیہ کے آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو گرفتار کرکے رنگون (برما) جلاوطن کر دیا گیا 1857 کی جنگ جسے انگریزوں نے غدر کا نام دیا تھا اس جنگ کے ناکام ہونے کے بعد انگریزوں نے ظلم وستم کی ایسی بجلیاں گرائیں کہ جس کے تصور سے ہی روح کانپ اٹھتی ہیں جنگ آزادی میں سب سے پیش پیش مسلمان اور علماء تھے اس لئے بدلہ بھی چن چن کر سب سے زیادہ انہیں سے لیا گیا دہلی سے لاہور تک کوئی درخت ایسا نہیں تھا جس پر علماء کی لاشیں لٹکی ہوئی نہیں تھی چالیس ہزار سے زائد علماء کو پھانسی کے پھندے پر لٹکا دیا گیا تھا 30 مئی 1866 کو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور انکے ساتھیوں نے دیوبند میں ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی جو آگے چل کر" دارالعلوم دیوبند" کے نام سے پورے عالم میں مشہور ہوا 1878 میں اسی درسگاہ کے ایک فرزند مولانا محمود حسن دیوبندی جو آگے چلکر" شیخ الہند" کے لقب سے مشہور ہوئے" تحریک ریشمی رومال یا تحریک شیخ الہند" بزبان حکومت برٹش" ریشمی خطوط سازش کیس" انہیں کی پالیسی کا حصہ تھی" ثمر ٭ التربیت" کے نام سے ایک انجمن قائم کی گئ جسکا مقصد انقلابی مجاہدین تیار کرنا تھا اور 1911 میں مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی کلکتہ سے الہلال اخبار کے ذریعہ آزادی کا صور پھونکا تھا 1915 میں ریشمی رومال کی تحریک چلی 1916 میں ہندو مسلم اتحاد کی تحریک چلی 1917 میں مہاتما گاندھی جی نے چمپارن میں ڈانڈی مارچ اور نمک ستیہ آگرہ تحریک چلائی اور 1919 میں" جمعیۃ الانصار" کے نام سے ایک تنظیم قائم ہوئی جسکے پہلے ناظم مولانا عبیداللہ سندھی منتخب ہوئے وہیں 23 نومبر 1919 میں دہلی میں خلافت کانفرنس کا اجلاس ہوا اور اسی اجلاس میں باضابطہ" جمعیت علماء ہند" کی تشکیل ہوئی جسکے پہلے صدر مفتی محمد کفایت اللہ صاحب منتخب ہوئے 1919 میں ہی امرتسر کے جلیاں والا باغ کے ایک جلسے میں انگریزوں کی فائرنگ سے بے شمار ہندوستانی شہید ہوئے 1920 میں حضرت شیخ الہند نے ترک موالات کا فتوی دیا جسے مولانا ابوالمحاسن سجاد بہاری نے مرتب کرکے جمعیت کی طرف سے شائع کیا 1921 میں مولانا حسین احمد مدنی نے کراچی میں پوری جرأت کے ساتھ یہ اعلان کیا کہ" گورنمنٹ برطانیہ کی اعانت اور ملازمت حرام ہے" 1922 میں ہندو مسلم اتحاد ختم کرنے کے لئے انگریزوں نے شدھی اور سنگھٹن تحریکیں شروع کیں جسکی وجہ سے بڑے پیمانہ پر ملک بھر میں فرقہ وارانہ فسادات پھوٹ پڑے 1926 میں کلکتہ میں جمعیت علماء ہند کے اجلاس میں جسکی صدارت مولانا سید سلیمان ندوی نے کی مکمل آزادی کی قرارداد منظور ہوئی 1935 میں حکومت ہند کا ایک دستور بنایا گیا 1942 میں انگریزوں ہندوستان چھوڑوں تحریک چلی بالآخر برٹس حکومت گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوئی اور 15 اگست 1947 کو ملک آزاد ہوگیا 26 جنوری "یوم جمہوریہ" کے جشن زریں کے موقع پر آیئے ہم سب ملکر آئین کے تحفظ اور جمہوری اقدار کی بقا کو مقدم رکھنے کا حلف لیں اور " یوم جمہوریہ" کے معماروں کو سچی خراج عقیدت پیش کریں شاعر مشرق علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کا یہ شعر ملا حظہ ہو سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا ہم بلبلیں ہیں اسکی یہ گلستاں ہمارا مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا ہندی ہے ہم وطن ہے ہم ہندوستاں ہمارا۔۔۔

°°°°°°°°°°°°°°°°°°°°

اندرا گاندھی نیشنل اوپن یونیورسٹی میں بی۔اے آنرز اردو کے پروگرام کا افتتاح

نئی دہلی، (پریس ریلیز) ڈسپلن آف اردو، اسکول آف ہیومنٹیز، اندرا گاندھی نیشنل اوپن یونیورسٹی میں بی اے آنرز اردو کے آغاز کا کامیاب پروگرام منعقد کیا گیا، جس کی صدارت اندرا گاندھی نیشنل اوپن یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر ناگیشور راؤ نے کی۔ اس پروگرام میں مہمانان خصوصی کے طور پر وائس چانسلر، جامعہ ملیہ اسلامیہ پروفیسر نجمہ اختر، این سی پی یو ایل کے ڈائریکٹر پروفیسر شیخ عقیل احمد اور پدم شری پروفیسر اختر الواسع سابق صدر مولانا آزاد یونیورسٹی، جودھپور، راجستھان نے شرکت فرمائی۔ اس پروگرام کا باضابطہ آغاز حسب روایت اگنو کے کلگیت سے کیا گیا۔ اس کے بعد پروفیسر مالتی ماتھر (ڈائریکٹر اسکول آف ہیومنٹیز) نے اس پروگرام میں تمام مہمانان کا والہانہ خیر مقدم کیا۔ انہوں نے اپنے استقبالیہ کلمات میں اردو زبان کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ اردو سنتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کسی نے کانوں میں رس گھول دیا ہو، اگرچہ بہت سے الفاظ ہم فوری طور پر نہیں سمجھ پاتے ہیں، لیکن اس کے باوجود اس کی مٹھاس ہمیں اپنا گرویدہ بنالیتی ہے۔ انہوں نے اردو زبان کی جڑوں کو ہندوستانی تہذیب میں بہت دور تک پیوست بتاتے ہوئے کہا کہ اردو دلوں کی زبان ہے، بول چال کی زبان ہے، اخوت ومحبت اور بھائی چارگی کی زبان ہے۔ اس زبان میں اتحاد کی بے پناہ قوت ہے اور یہی اس کی سب سے بڑی خوبصورتی ہے۔ پروفیسر نجمہ اختر نے اپنے خطاب میں اردو زبان وادب کی گنگا جمنی تہذیب اور اس کی اہمیت و انفرادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ اردو لوگوں کو ملانے کا کام کرتی ہے۔ یہ محبت کا درس دیتی ہے۔ اس زبان میں بے پناہ اپنائیت ہے جو لوگوں کے دلوں میں گھر کرلیتی ہے۔ انہوں نے نئی ایجوکیشن پالیسی کے حوالے سے کہا کہ بھارتیہ گیان پرمپرا یعنی ہندوستان کی تعلیمی روایت کو فروغ دینے میں اردو اہم کردار ادا کرے گی۔ انہوں نے اگنو میں بی اے آنرز اردو پروگرام کے آغاز کو خوش آئند قرار دیا، محبان اردو کے لیے اسے نیک فال بتایا اور اگنو کو مبارکباد دی۔ پروفیسر شیخ عقیل احمد نے اپنی گفتگو میں اردو زبان و ادب کی معنویت، مقبولیت اور محبوبیت پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ اردو ہزاروں سال پرانی تہذیب کا آئینہ ہے۔ جس کے بغیر ہندوستانی مشترکہ تہذیب وثقافت اور مخلوط سماج کی خصوصیات کو نہیں سمجھا جاسکتا ہے۔ اس موقع پر انہوں نے قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کی معاونت کی پیش کش کی۔ انہوں نے اگنو کے تعلیمی نظام کی پذیرائی کرتے ہوئے کہا کہ اس دور ناگہانی میں اگنو کا فاصلاتی نظام تعلیم دیگر یونیورسیٹیوں کے لیے مشعل راہ ہے۔ پروفیسر اختر الواسع نے اپنی تقریر میں واضح طور پر کہا کہ میں اردو اور ہندی زبان کو علیحدہ علیحدہ نہیں سمجھتا ہوں، بلکہ یہ دونوں ایک ہی زبان ہیں، لیکن اس کا لباس الگ الگ ہے۔ انہوں نے پوری دنیا میں اردو کی ہمہ جہت وسعت ومقبولیت کو دیکھتے ہوئے کہا کہ اگنو کی جانب سے بی۔ اے آنرز اردو پروگرام کے دروازے کا کھلنا بے حد اہم ہے کیوں کہ اس کے ذریعے ملک اور بیرون ملک میں لوگوں کو اردو پڑھنے اور سیکھنے کا بھرپور موقع فراہم ہوگا۔ ڈسپلن آف اردو، اگنو کی جانب سے اٹھایا گیا یہ قدم عاشقان اردو کے لیے یقیناً انتہائی لائق تحسین ہے، جس کے دوررس نتائج مستقبل میں برآمد ہوں گے۔ اندرا گاندھی نیشنل اوپن یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر ناگیشور راؤ نے اپنے صدارتی خطبہ میں ڈسپلن آف اردو کی پذیرائی کرتے ہوئے کہا کہ مجھے ان نوجوان اور صلاحیت مند اساتذہ سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں۔ انہوں نے اردو کی مٹھاس، اس کی نرمی اور سبک روی کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ اردو حقیقت میں ایک مہذب اور ثروت مند زبان ہے۔ اس زبان میں ہندوستانی تہذیب وثقافت کا ذخیرہ محفوظ ہے جسے لوگوں تک پہنچانے کی اشد ضرورت ہے۔ اس ضرورت کی تکمیل کے لیے اگنو پرعزم ہے اور بی اے آنرز اردو پروگرام کا آغاز اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس پروگرام کی نظامت پروگرام کوآرڈی نیٹر ڈاکٹر احمد علی جوہر نے انجام دی۔ انہوں نے بی اے آنرز اردو پروگرام کا تعارف کراتے ہوئے اس پروگرام کی معنویت، اہمیت و افادیت اور اغراض ومقاصد پر بھرپور روشنی ڈالی۔ انہوں نے دوران نظامت پروگرام کو کامیاب بنانے میں خوبصورت اشعار کا برمحل استعمال کرکے سامعین اور ناظرین کو محظوظ کیا۔ آخر میں ڈاکٹر شاکر علی صدیقی نے تمام مہمانان، وائس چانسلر، پرووائس چانسلر، ڈائریکٹرز، اگنو کے اراکین انتظامیہ اور ناظرین وسامعین کا پرخلوص شکریہ ادا کیا۔ ڈسپلن آف اردو کے اساتذہ ڈاکٹر لیاقت علی، ڈاکٹر دھرم ویر، ڈاکٹر عبدالحفیظ اور ڈاکٹر قدسیہ نصیر نے اپنی معاونت سے اس پروگرام کو کامیاب بنایا۔ اس موقع پر اگنو کے جملہ اسکول بالخصوص اسکول آف ہیومنٹیز کے دیگر ڈسپلن کے اساتذہ اور طلبا و طالبات نے شرکت کرکے اس پروگرام کو خوبصورت بنایا۔

انسانی ودینی بنیادوں پر مظلومین کی مدد کی گئی: مولانا محمود مدنی

جموں میں پناہ گزیں روہنگیا کے درمیان جمعیۃ علماء ہند کی طرف سے گرم کپڑے اور دیگر امدادی اشیاء تقسیم

نئی دہلی (پریس ریلیز) جمعیۃ علماء ہند کے قومی صدر مولانا محمود مدنی کی ہدایت پر جموں وکشمیر کے مختلف علاقوں میں خیمہ میں رہ رہے روہنگیائی مہاجرین کے درمیان کمبل، جیکیٹ، اسکول بیگس وغیرہ تقسیم کیے گئے۔ اس سلسلے میں مولانا حکیم الدین قاسمی جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء ہند کی سربراہی میں ایک مرکزی وفد نے ان متاثرین کے احوال و کوائف سے آگاہی کے لیے جموں میں واقع ان کے خیموں کا دورہ کیا اور ان کے ساتھ انسانی ہمدردی کا اظہار کیا۔ جموں کی ناقابل برداشت ٹھنڈ میں میدان میں خیمہ بنا کر رہ رہے ان مظلوم ترین انسانوں کے درمیان 500 کمبل، 350 جیکیٹس اور ایک سو پچاس بچوں کے درمیان اسکولی بیگس اور بیوہ خواتین کے لیے علیحدہ اشیاء تقسیم کی گئیں۔ ان کے درمیان چل رہے دینی ادارے کرایے کے خیموں میں چلتے ہیں، جمعیۃ علماء ہند کے وفد نے علماء کے ساتھ علیحدہ میٹنگ کی اور مدرسوں کی خستہ حالی کو دیکھتے ہوئے ان کے کرایے بھی ادا کیے۔ جمعیۃ علماء ہند کے وفد کے اندازہ کے مطابق یہاں سترہ سو خاندان بستے ہیں۔ جمعیۃ علماء ہند کے جنرل سکریٹری مولانا حکیم الدین قاسمی نے معصوم بچوں سے بات چیت بھی کی اور ذمہ داروں سے احوال بھی دریافت کیے، وہاں کی 27 کمیٹیوں سے خصوصی میٹنگیں کیں۔ اس موقع پر اپنے بیان میں انھوں نے کہا کہ روہنگیا انتہائی مظلوم قوم ہے، ان کی ایک بڑی تعداد ہمارے ملک میں رہتی ہے، وہ جب تک اس ملک میں ہیں، ان کی ہر طرح سے مدد ہماری دینی اور ملکی ذمہ داری بنتی ہے۔ ہم انسان ہیں اور یہ انسان کا فطری احساس ہے کہ وہ بے گھروں کو سہارا دے۔ انھوں نے کہا کہ جمعیۃ علماء ہند کے صدر محترم حضرت مولانا محمود اسعد مدنی صاحب نے جمعیۃ کے احباب ودیگر سے اپیل کی ہے کہ وہ بلا تفریق مذہب متاثرہ افراد اور مظلوموں کی مدد کو اپنی سرگرمیوں کا حصہ بنائیں۔ جمعیۃ علماء ہند کے وفد میں ان کے علاوہ مولانا غیور احمد قاسمی آرگنائزر جمعیۃ علماء ہند، مولانا اخلاق قاسمی دہلی، کشمیر سے مولانا حمید اللہ میر باندی پورہ، مولانا مفتی عنایت اللہ امام وخطیب جامع مسجد جموں، مولانا طارق صدر تنظیم ائمہ مساجد جموں، مفتی سعید اللہ، مفتی اعجاز الحسن بانڈے، حافظ مسیح اللہ، ماسٹر عبدالقادر کشتوار شامل تھے۔

خلیفہ اعلیٰ حضرت سید عبدالرحمن قادری صاحبِ کشف بزرگ تھے: قاری قیصر رضا

پٹنہ (پریس ریلیز) چودھویں صدی ہجری کے صاحبِ کشف بزرگ، مخدوم عالم پناہ، خلیفہ اعلیٰ حضرت، علامہ سید عبدالرحمن قادری بیتھوی (کیری شریف ضلع بانکا بہار) علیہ الرحمہ اپنے عہد کی نایاب شخصیوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ سے ان کے مراسم اتنے گہرے تھے کہ ان کی خواہش پر دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف میں مسندِ درس وتدریس پر فائز ہوئے اور بارہ سالوں تک علم وادب، فقہ وفتاوی کی خدمات انجام دیتے رہے۔ ان خیالات کا اظہار الجامعۃ الرضویہ پٹنہ میں ان کے عرس کے موقع پر منعقدہ محفلِ میلاد النبی میں شیخ القرا حضرت قاری قیصر رضا رضوی صدر المدرسین الجامعۃ الرضویہ پٹنہ نے کیا۔ موصوف نے خطاب کے درمیان فرمایا کہ حضرت سید عبدالرحمن قادری علیہ الرحمہ، حضرت علامہ سید حسنین رضا قادری علیہ الرحمہ، حضرت سید حماد میاں قادری اور موجودہ سجادہ نشیں حضرت علامہ سید مفتی شاہد رضا قادری ان نفوس قدسیہ نے اعلیٰ حضرت کے مشن پر کام کرتے ہوئے اس خانقاہ کیری شریف سے رشد وہدایت کا جو چراغ روشن فرمایا ہے وہ تاریخ بہار کا ایک روشن باب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پورے اطراف میں ان کے عقیدتمندوں کا ایک بڑا ہجوم موجود ہے۔ مولانا سرفراز عالم رضوی نے فرمایا کہ خانقاہ کیری کے اکابر کے حضور ملک العما علامہ ظفر الدین بہاری سے تعلقات بھی لائق ستائش رہے ہیں۔ ایسی شخصیت کی بارگاہ میں خراج تحسین پیش کیے جانے پر میں قاری قیصر رضا رضوی کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ قاری ابوبکر رضوی نے فرمایا کہ ریاستِ بہار کی خانقاہوں میں خانقاہ کیری شریف بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اس خانقاہ سے علم وادب کی شعائیں بکھیرنے میں وہاں کے سجادہ نشینانِ گرامی نے اچھا رول ادا کیا ہے۔ موجودہ سجادہ نشین علامہ مفتی شاہد رضا قادری بھی ماہر علم وفن اور تصوف وطریقت کے امین ہیں۔ ان کی ذات سے جماعت اہل سنت کے فروغ کی بڑی امیدیں وابستہ ہیں۔ اسی موقع پر دارالعلوم خیریہ نظامیہ سہسرام کے سابق استاذ جلیل القدر عالم دین حضرت علامہ شاہ مفتی فضیل احمد ضیائی علیہ الرحمہ کی روح کو بھی ایصال ثواب کیا گیا اور اساتذہ وطلبا نے اجتماعی دعائے مغفرت کی۔ جامعہ کے سکریٹری سید ولی الدین رضوی نے کہا کہ بزرگوں کی خدمات سے قوم کو روشناس کرانا ہمارے الجامعۃ الرضویہ کی قدیم روایت رہی ہے۔ مولانا محبوب گوہر نے منظوم خراج عقیدت پیش کرکے کیف آور سماں پیدا کردیا۔ بعدِ نماز فجر قرآن خوانی ہوئی، گیارہ بجے سے ظہر تک محفل چلتی رہی۔ اخیر میں قاری قیصر رضا کی دعا پر محفل کا اختتام عمل میں آیا۔

وزیر اعلیٰ نے باشندگان ریاست کو یوم جمہوریہ کی دلی مبارکباد پیش کی

لکھنؤ، اتر پردیش کے وزیر اعلیٰ یوگی آدتیہ ناتھ نے یوم جمہوریہ پر ریاست کے باشندوں کو دلی مبارکباد اور نیک خواہشات پیش کی ہے۔ آج یہاں جاری اپنے تہنیتی پیغام میں وزیر اعلیٰ نے کہا کہ یوم جمہوریہ ہمیں مجاہدین آزادی کی ایثار اور قربانیوں کی یاد دلاتا ہے اور ہمیں اپنے آئینی فرائض کی ادائیگی کی ترغیب بھی دیتا ہے۔ اس وقت ملک اپنی آزادی کا امرت مہوتسو منا رہا ہے۔ اتر پردیش کے لوگ آزادی کے امرت تہوار کے ساتھ چوری۔چورا صد سالہ مہوتسو بھی منا رہے ہیں۔ یہ خاص دور ہمیں اپنی ذات پر غور وفکر کرنے اور عظیم محبان وطن کے خوابوں اور مقاصد کے مطابق ایک عظیم معاشرے کی تعمیر اور ملک وریاست کی ترقی کے لیے عزم کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ وزیر اعلیٰ نے باشندگان ریاست سے یوم جمہوریہ کی تقریبات کوو ڈ پروٹوکال پر عمل کرتے ہوئے منانے کی اپیل کی ہے۔

یوم جمہوریہ، یوم آئین اور جمعیۃ علماء ہند

مولانا عبدالقیوم شاکر القاسمی
جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء
ضلع نظام آباد تلنگانہ

71/ویں یوم جمہوریہ جشن کے موقع پر جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء ضلع نظام آباد نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ

آزاد ہندوستان کی تاریخ میں دو دن بڑی اہمیت کے حامل ہیں ایک 15/اگست جس میں انگریزوں کے ظلم واستبداد سے آزادی ملی دوسرے 26/جنوری جس میں ہمارا یہ جنت نشاں سونے کی چڑیا ملک جمہوری بنا جس کا مطلب یہ ہیکہ اپنے ملک میں اپنے لوگوں پر اپنا قانون لاگو ہوا جمہوریت کی تاریخ بیان کرتے ہوئے کہا کہ

آزاد ہندوستان کا اپنا دستور بنانے کے لے ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کی صدارت 29/اگست 1947 کو سات رکنی کمیٹی تشکیل دی گی تھی جس کو ملک کا موجودہ دستور مرتب کرنے میں پورے دوسال گیارہ مہینے اٹھارہ دن لگے دستور ساز اسمبلی کے مختلف اجلاس میں اس نے دستور کی ہر ایک شق پر کھلی بحث ہوی بالآخر 24/جنوری 1950 کو ایک مختصر اجلاس میں تمام ارکان نے اپنے دستخط ثبت کرکے منظوری دے دی اور ملک کی تاریخ میں سب پہلا جشن جمہوریہ اسی اجلاس کے دودن بعد 26/جنوری 1950 کو منایا گیا اور اس قانون کو نافذ کردیا گیا اسی طرح پابندی سے ہر سال پورے ملک میں چھبیس جنوری کو یہ جشن منایا جاتا ہے اور آج بھی ہم اسی قانون اور آئین کا تحفظ کرنے اور ملک کے سیکولرزم اور جمہوریت کو برقرار رکھنے کی غرض سے سرعام اپنے عہد اور وعدہ کی تجدید کرتے ہیں اور 15/اگست کی طرح یہ دن بھی ایک تاریخی اور یادگار دن بن گیا

دوستو

جشن کا یہ دن ہمیں یوں ہی نہیں مل گیا اس کے پس پردہ بڑی بڑی قربانیاں دینا پڑا لاکھوں لوگوں کی جانوں کا نذرانہ پیش کرنا پڑا تب جاکر یہ جشن جمہوریہ ہمارا مقدر بنا۔ تاریخ کے جھروکے۔ چیدہ چیدہ تاریخ میں آپ کو بتاتا چلوں تاکہ آنے والی نسلوں کو پتہ چلے کہ ملک کی آزادی میں ہمارا کیا کردار رہا ہے۔ انگریزوں کا پہلا قافلہ 1601 میں بادشاہ جہانگیر جو اکبر بادشاہ کا لڑکا تھا جس کا اصل نام نورالدین اور لقب جہانگیر تھا کے دور میں ہندوستان آیا اور جہانگیر کے دوسرے لڑکے شاہ خرم (شاہ جہاں) نے ان کو تجارت کی اجازت دے دی یہ آہستہ آہستہ اپنے قدم جمانے لگا اور اس ملک پر قابض بن بیٹھا تھا۔ آزادی کے لے کل ملاکر 346 سالوں کا طویل المدت وقت لگا۔ 1947 میں ملک انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہوا۔ ان [illegible]

تہذیب وتمدن کی بقاء کے لے، بے خطر آتش افرنگی میں کود پڑنے والوں میں پیش پیش رہنے والے صرف اور صرف مسلمان ہی تھے اگر ملک کی آزادی سے مسلمانوں کی قربانیوں کو الگ کردیا جاے تو ہندوستان کی آزادی نامکمل اور ادھوری رہ جاے گی۔ آزادی کے بعد ملک میں جمہوریت اور سیکولر نظام کو جاری کرنے میں جمعیۃ علماء ہند کی کے کردار کو بھی تاریخ فراموش نہیں کرسکتی جمعیۃ علماء ہند کے ناظم عمومی مولانا سید حفظ الرحمان سیوہاروی جو دستور ساز اسمبلی کے رکن تھے انہوں نے اقلیتوں کو مراعات دلانے میں اہم کردار ادا کیا۔ انگریزوں کے ناپاک عزائم کو بھانپ کر سب سے پہلے میدان پلاسی میں جس مرد مجاہد نے انگریزوں سے مقابلہ کرتے ہوے 1857 میں جام شہادت نوش کیا دنیا اس کو شیر بنگال نواب سراج الدولہ کے نام سے جانتی ہے۔ 1799 میں سری رنگا پٹنم میں ان انگریزوں کا مقابلہ کرتے ہوے شیر میسور سلطان ٹیپو شہید رح نے وطن کی آزادی کے لے اپنی جان قربان کردی۔ 1803 میں انگریزی فوج دہلی میں فاتح بن کر داخل ہوی اور بادشاہ وقت شاہ عالم ثانی سے معاہدہ لکھوالیا۔ عین اسی وقت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے فرزند شاہ عبدالعزیز رح نے فتوی دیا کہ ہندوستان اب دارالحرب بن گیا ہے لہذا بلا تفریق مذہب وملت ہر ہندوستانی کو اس ملک کی حفاظت کے لے آگے آکر جہاد کرنا فرض ہے۔ 1831 میں سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید نے بالاکوٹ کی پہاڑی پر انگریزوں کا مقابلہ کرتے ہوے جام شہادت نوش کرلیا 1857 میں علماء کرام نے پھر جہاد کا فتوی دیا جس کے نتیجہ میں اب پورے ملک میں جہاد کی ایک آگ پھیل گئی۔ دوسری طرف انگریزوں نے عیسائ مبلغین کو استعمال کرتے ہوے ہندو مسلمانوں میں مذہبی جنگ لڑانے کی ناپاک کوششیں کیں۔ 1857 ہی میں شاملی کے میدان میں مرشد علماء حاجی امداداللہ مہاجر مکی کہ قیادت میں مولانا قاسم نانوتوی مولانا رشید احمد گنگوہی حافظ ضامن شہید ودیگر نے مردانہ وار مقابلہ کرتے رہے 20 ستمبر 1857 کو انگریزوں نے لال قلعہ کی فصیل پر اپنا قبضہ جمالیا اور سلطنت مغلیہ کے آخری چشم وچراغ بہادر شاہ ظفر کو گرفتار کرکے رنگون (برما) جلاوطن کردیا

ستاون کی اس جنگ کو انگریزوں نے غدر کا نام دیا اور اس جنگ کی ناکامی کے بعد انگریزوں نے جو ظلم وستم کا بازار گرم کیا کہ اس کو سن کر ہی روح کانپ جاتی ہے ایسے سنگین ترین حالات میں بھی اگر کوئ سب سے پیش پیش تھا تو وہ صرف اور صرف مسلم علماء اور عوام اسی لے انگریز نے چن چن کر سب سے بدلہ لیا جس کی پاداش میں چالیس ہزار سے زائد علماء کو پھانسی کے پھندوں پر لٹکادیا گیا۔ 30/مئ 1866 میں مولانا قاسم نانوتوی نے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد ڈالی اسی مدرسہ کے ایک فرزند مولانا محمود الحسن دیوبندی تھے۔ 1887 میں تحریک ریشمی رومال چلای جن کو دنیا آج شیخ الہند کے نام سے جانتی ہے

1911 میں مولانا ابوالکلام آزاد نے کلکتہ سے الہلال اخبار کے ذریعہ آزادی کی روح پھونکی

1915 میں ریشمی رومال تحریک چلی

1916 میں ہندو مسلم اتحاد کی تحریک چلی

1917 میں مہاتما گاندھی جی نے چمپارن سے ڈانڈی مارچ اور نمک ستیہ گرہ کی تحریک چلای

1919 میں جمعیۃ الانصار ایک تنظیم بنی جس کے ناظم مولانا عبیداللہ سندھی تھے

1919 ہی میں دہلی میں خلافت کانفرنس کا اجلاس ہوا جس میں باقاعدہ جمعیۃ علماء ہند کی تشکیل عمل میں آی جس کے پہلے صدر مفتی [illegible]

1920 میں شیخ الہند نے ترک موالات کا فتوی دیا

1921 میں شیخ الاسلام حسین احمد مدنی نے پوری جرات کے ساتھ یہ اعلان کیا کہ انگریزوں کی ملازمت کرنا یا ان کی اعانت کرنا حرام ہے

1922 میں ہندو مسلم اتحاد کو ختم کرنے کے لے، شدھی اور سنگٹھن تحریکیں چلائیں جس کہ وجہ فرقہ وارانہ فسادات پھوٹ پڑے

1926 کلکتہ میں جمعیت کے اجلاس میں مکمل آزادی کی قرارداد منظور ہوی

1935 میں حکومت ہند کا ایک دستور بنایا گیا

1942 میں انگریزو ہندوستان چھوڑ و تحریک چلای گیء

بالآخر حکومت برٹش گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوگیء

اور

1947 کو ملک آزاد ہوگیا

لیکن افسوس کہ آج وہ لوگ جن کا ملک کی آزادی میں کردار تو درکنار دور دور تک نام بھی شامل نہیں ہے

جن کے ہاتھ بابائے قوم مہاتما گاندھی کے قتل سے رنگے ہوے ہیں

جن کی پیشانیوں پر مذہبی تقدس کو پامال کرنے کا کلنک لگا ہوا ہے

جن کے سروں پر ہزاروں فسادات لاکھوں بے قصور انسانوں کے قتل اور اربوں کھربوں کی املاک کو نقصان پہونچانے کا معاملہ ہے

ج کی زبانوں سے صرف نفرت کی آگ ہی برستہ ہوں

وہی لوگ مسلمانوں سے محب وطن ہونے کا ثبوت مانگ رہے ہیں

آزادی کے معماروں اور وفاداران ملک وملت سے شہریت مانگی جارہی ہے

افسوس ہاے افسوس آج ملک کس رخ پر جارہا ہے

کاش یہ 26/جنوری کا جشن جمہوریت اس لے منایا جاتا کہ ان وقت کے حکمرانوں کو آئین اور دستور کے تحفظ کا حلف دلایا جاتا

اے کاش

نفرت بھرے ماحول کو امن وبھائی چارہ سے بدلنے کی بات کہی جاتی

اے کاش

مساویانہ آئینی حقوق کو یقینی بنایا جاتا

اے کاش

ملک دشمن طاقتوں اور عناصر کو کیفر کردار تک پہونچانے میں کوی امتیاز نہیں برتا جاتا

اے کاش

گنگا جمنی تہذیب کی لاج رکھ لی جاتی

اے کاش

اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کے خلاف بولنے اور زہر اگلنے والی زبانوں پر لگام کسی جاتی

اے کاش

گاؤ رکھشا کے نام پر مسلمانوں کا قتل عام کرنے والوں کو طوق وسلاسل پہناے جاتے

اے کاش

لو جہاد اور گھر واپسی کا نعرہ لگاکر ظلم وتشدد بھڑکانے والوں کو خاطر خواہ سزا دلای جاتی

اے کاش

دہشت گردی اور آتنک پھیلانے والوں کو تختہ دار تک پہونچایا جاتا

اے کاش

سب کا ساتھ سب کا وکاس کے نعرہ کو عملی جامہ پہنایا جاتا

اے کاش

یوم جمہوریہ کے معماروں کو سچی خراج عقیدت پیش کی جاتی

اے کاش

[illegible] پوری ہوپاتی

سارے جہاں سے اچھا
ہندوستاں ہمارا ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی
یہ گلستاں ہمارا ہمارا
مذہب نہیں سکھاتا
آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہے
ہندوستاں ہمارا ہمارا

مضبوط دعویدار کے طور پر جاوید احمد کی بڑھتی حمایت سے مخالف جماعتیں خوف زدہ

بسکھاری، امبیڈکر نگر: (پریس ریلیز) ٹانڈہ اسمبلی حلقہ میں حصہ لینے والے تبدیلی مورچہ کے مضبوط دعویدار کے طور پر جاوید احمد کی بڑھتی ہوئی حمایت دیگر بڑی جماعتوں کے لیے دردسر بن رہی ہے۔ بہوجن مکتی پارٹی، اے آئی ایم آئی ایم اور جن ادھیکار پارٹی سمیت 43 علاقائی جماعتوں کا ایک ہی اتحاد ہے۔ آپ کو بتاتے چلیں کہ اسمبلی حلقہ میں درج فہرست ذات کے ساتھ ساتھ مسلم ووٹروں کی بڑی تعداد 69 ہزار دیگر جماعتوں کے دعویداروں کی بے چینی میں اضافہ کر رہی ہے۔ اتحاد میں پارٹیشن تبدیلی مورچہ کو صرف 40 فی صدی ووٹ ملے تب بھی مضبوط دعویدار جاوید احمد کی جیت یقینی ہے۔ اگر اعداد وشمار پر نظر ڈالیں تو مسلم ووٹر 86 ہزار، درج فہرست ذات کے 79 ہزار، راج بھر میں 24 ہزار اور نشاد 16 ہزار۔ ٹانڈہ اسمبلی حلقہ میں ووٹروں کی کل تعداد تقریباً 2 لاکھ 86 ہزار ہے جن میں یادو 20 ہزار، کرمی 42 ہزار، ویشیہ 16 ہزار کے ساتھ ہیں۔ ان کی طرف آنے کے قوی امکان کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ مندرجہ بالا اعداد وشمار میں اگر عام زمرہ کے ووٹروں سمیت الیکشن کی بات کی جائے تو جاوید احمد کا پلڑا بھاری نظر آرہا ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ مسلم سماج میں عام زمرے کے 10 فیصد لوگ بہوجن مکتی پارٹی کے اتحاد میں شامل ہیں۔ جاوید احمد کو پارٹی بنیادوں پر دعویداروں کی فہرست میں اس لیے بھی نمایاں سمجھا جارہا ہے کہ 2 جنوری کو اکبر پور اور 9 اکتوبر کو لکھنؤ میں ہونے والی عظیم الشان ریلی میں جاوید احمد کی شرکت کو دیکھتے ہوئے پارٹی کی اعلیٰ کمان وامن میشرم نے جاوید احمد کو پارٹی کی بنیاد پر امیدواروں کی فہرست میں اہم قرار دیا ہے۔ جاوید احمد کے قد میں اضافہ کرتے ہوئے انہیں ٹانڈہ کا چارج بھی سونپ دیا گیا، لہٰذا ذات پات کے اعداد وشمار پر نظر رکھی جائے یا عوام میں امیدوار کا کلین امیج نظر آئے، جاوید احمد کو ہر زاویے سے ٹانڈہ اسمبلی کے فٹ امیدوار کے لیے دیکھا جاسکتا ہے۔

جماعت رضائے مصطفےٰ کے زیر اہتمام آن لائن اسلامک کورسز میں حصہ لیں: سلمان میاں

بریلی شریف: (پریس ریلیز) اعلیٰ حضرت کی قائم کردہ تنظیم جماعت رضائے مصطفےٰ کے زیر اہتمام آن لائن اسلامک کورسز کا انعقاد کیا گیا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اپنی پوری زندگی علم دین کی خدمت کی اور لوگوں کو علم حاصل کرنے کی تلقید فرماتے رہے کیونکہ ہر مسلمان مرد اور عورت کو اپنی روزمرہ زندگی میں درپیش مسائل کو حل کرنے کے لئے علم دین کا سیکھنا ضروری ہے۔ تنظیم جماعت رضائے مصطفےٰ کے قومی نائب صدر جناب سلمان حسن خان (سلمان میاں) نے بتایا کہ جماعت رضائے مصطفےٰ کی جانب سے اور جامعۃ الرضا کے زیر اہتمام آن لائن اسلامک کورسز کی ابتدا کی گئ ہے۔ جماعت رضائے مصطفےٰ ایجوکیشنل سینٹرس آپ کو اور آپ کے بچوں کو قابل اساتذہ کے ذریعے قرآن شریف تجوید کے ساتھ عربی اور اردو سیکھنے کا ایک عظیم موقع فراہم کر رہے ہیں، آن لائن کورسز میں رجسٹریشن کرنے کے لئے جماعت رضائے مصطفےٰ کی ویب سائٹ jamatrazaemustafa.org پر جا کر این-رول کر سکتے ہیں۔ جماعت رضائے مصطفےٰ ایجوکیشنل سینٹر میں کورسز درج ذیل ہیں۔ ۱-دینیات ۲-عربی گرامر ۳-حفظ قرآن ٤-قرأت ٥-درس نظامی وغیرہ۔ آپ کورس میں دو طرح کی کلاسوں میں داخلہ لے سکتے ہیں، جس میں اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ اکیلے پڑھیں تو آپ انڈیویجول کلاس میں شامل ہو سکتے ہیں، اگر آپ گروپ میں پڑھنا چاہتے ہیں تو آپ گروپ میں شامل ہو سکتے ہیں، کورس کو منتخب کرنے کے بعد آپ کو ہماری طرف سے کال آئے گی جس سے آپ کو کلاس اور ٹیچر کی معلومات حاصل ہوگی۔ جماعت رضائے مصطفےٰ کے جنرل سکریٹری جناب فرمان حسن خان (فرمان میاں) نے اپیل کی ہے کہ اس میں زیادہ سے زیادہ حصہ لیں اور علم دین حاصل کریں۔ یہ معلومات جماعت کے رکن محمد عبدالکریم اختر القادری (پونہ) نے دی۔

جب پڑا وقت گلستاں پہ تو خون ہم نے دیا

محمد مجیب احمد فیضی
استاذ/ دارالعلوم محبوبیہ رمواپور
کلاں اترولہ بلرام پور

26/ جنوری کو "یوم جمہوریہ" کے نام سے جانا جاتا ہے. ہندوستانی تاریخ میں یہ دن ایک خاص اہمیت کا حامل ہے. پورے ہندوستان میں یہ دن" قومی دن" کی حیثیت سے منایا جاتا ہے. "یوم جمہوریہ" کے پر بہار وحسین موقع پر پورے ملک میں قومی تعطیل ہوتی ہے. ہر جگہ جشن جیسا ماحول نظر آتا ہے.

گاؤں دیہات ہو یا شہر※ گلیاں کوچے ہوں یا بازار ,اسکول کالج ہوں یا یونی ورسٹیاں یا پھر سرکاری ادارے ہوں یا دفاتر※ سبھی مقامات خوبصورت ترنگی جھنڈیوں سے سجے نظر آتے ہیں. تقریبا ہر جگہ حب الوطنی نغمات سنائی دیتے ہیں. آج کے دن ہر ہندوستانی کا دل حب الوطنی نغمات سے لبریز ہوتا ہے. اس موقع پر مرد ہو یا عورت سبھی اپنے ہاتھوں میں ترنگے لے کر اپنے حب الوطنی کا ثبوت فراہم کررہے ہوتے ہیں. اسی جذبے میں ڈوب کر چھوٹے چھوٹے بچے بھی

اپنے لباس پر مختلف رنگ کے اسٹیکرس آویزاں کراکے ہاتھوں میں چھوٹی چھوٹی جھنڈیاں لے کر مستی میں جھومتے اور گاتے ہوئے نظر آتے ہیں. ایک چھوٹا سا سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ آخر کون سی ایسی خصوصیت اس دن کو حاصل ہے کہ اس موقع پر پورا ہندوستان ایک ہی رنگ میں رنگا اور خوشیوں میں سرشار نظر آتا ہے؟ ذرا سوچو تو سہی !!! آج سے 75/سال قبل جب ہمارا یہ پیارا ملک انگریزوں کے تقریبا ڈھائی سو سالہ ظالمانہ وجابرانہ وغاصبانہ تسلط سے آزاد ہوا اور ملک کے قومی لیڈران نے جب اس کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لیا تو ان کے باہمی اتفاق رائے سے یہ طے ہوا کہ اپنے ملک کو ہم ایک ایسا جمہوری ملک بنائیں گے جہاں ہر مذہب وملت قوم وبرادری اور ہر رنگ ونسل کے لوگ پر سکون زندگی گزار سکیں. جہاں کوئی بھی کسی کے رنگ※ نسل مذہب وملت کا دشمن نہ ہو جہاں چین وسکون ,اخوت ومحبت قومی یکجہتی اور بھائی چارگی کے ساتھ زندگی گزر بسر ہو سکے※ اور ایسے ملک کی تشکیل کا فیصلہ لیا گیا جو گنگا جمنی تہذیب کا گہوارہ ہو سکے. چنانچہ مادر وطن ہندوستان کی جمہوری دستور کی تشکیل کے لئے 1947/ کے بعد قانونی ماہروں اور ہندوستان کے ارباب سیاست دانوں کے ایماء پر بابا بھیم راؤ امبیڈکر کی مضبوط قیادت میں 12 /ارکان آئین ساز کمیٹی عمل میں آئی اس تشکیل شدہ کمیٹی نے تقریبا دوسال گیارہ ماہ اٹھارہ دن کی مدت میں 26/ نومبر 1949/ میں دستور ہند کا مسودہ تیار کرکے پیش کیا جسے 26/ جنوری 1950/ سے پورے ملک میں نافذ کیا گیا. یہی 26/جنوری کی وہ عظیم تاریخ ہے جس تاریخ سے پورے ہندوستان میں دستوری آئین کا مکمل نفاذ عمل میں آیا. اس دستوری نفاذ کے ساتھ مادر وطن ہندوستان جمہوری نظام حکومت میں تبدیل ہوگیا. اور 26/ جنوری 1950/ سے پورے ملک بھر میں دستور ہند کی عمل آوری شروع ہوگئی. یہی وجہ ہے کہ یوم جمہوریہ کے پر لطف موقع پر ہم اہل وطن بلا تفریق رنگ ونسل, مذہب وملت وطنی محبت کے جذبات کے ساتھ قومی ترنگے میں رنگ کر سرشار نظر آتے ہیں .وطن عزیز ہندوستان میں "یوم جمہوریہ" کے موقع پر مدارس ومکاتب سرکاری دفاتر بڑے بڑے اسکولس وکالجز یونی ورسٹیاں میں قومی ترنگے کو بالاہتمام سلامی پیش کی جاتی ہے. طلبا اسکولوں کالجوں یونیورسٹیوں میں انتظام وانصرام کے ساتھ قومی ترانے پیش کرتے ہیں※ اور قوم کے معزز ومحترم اشخاص شرکت کرکے ان طلبا کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں.

یوم جمہوریہ ہر سال ہمیں ملک کے اطراف واکناف میں امن وشانتی چین وسکون※ اخوت ومحبت ,یکجہتی آپسی محبت ویگانت※ بھائی چارگی کا ماحول قائم کرنے کا پیغام دیتا ہے. وطن کی خوشحالی اور ترقی میں میں اہم کردار ادا کرنے کا صحیح معنوں میں احساس کراتا ہے. آیئے ہم سبھی برداران وطن بلا امتیاز مذہب وملت یہ طے کریں کہ تاحین حیات ملک کی ترقی اور خوشحالی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں گے. اس سرزمین کی فضا کو پوری عمر امن وسکون الفت ومحبت کے جذبوں سے آراستہ کرتے رہیں گے. ایک اچھا شہری ایک بہترین ناگرک بن کر رہیں گے. پوری زندگی ملک کا وفادار بن کر رہیں گے. ملک کی ترقی کے خاطر ہم ہمیشہ کوشاں رہیں گے اور اگر ضرورت آن پڑی ملک کے تحفظ وبقاء کی خاطر تازہ لہو کی تو اپنی پیاری جان اپنے وطن خاطر سپرد کرکے فخر محسوس کریں گے. ہندوستان کی تحریک آزادی میں مسلمانوں کا کردار قدرتی طور پر ممتاز اور نمایاں رہا ہے. وطن عزیز ہندوستان کی آزادی کی کہانی اور تواریخ مسلمانوں کے خون سے تحریر کی گئی ہے. تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ آزادی سے قبل بزرگوں کے اس دیش پر انگریز جیسے ظالم وجابر حکمرانوں کا غاصبانہ قبضہ واقتدار تھا.

ان تن کے گوروں اور من کے کالوں نے اندر سے اس کے مضبوط ومستحکم بنیاد کو کھوکھلا اور برباد کرنے میں انتھک کوشش کیا یہ اور بات ہے کہ سو فیصد کامراں نہ ہو سکے. آبادی کے اعتبار سے تناسب کے مطابق اس ملک میں رہنے والے مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد جماعت نے ان ظالم حکمرانوں کے ناپاک چنگل سے وطن عزیز کو چھڑانے کے واسطے نہ صرف بڑھ چڑھ کر حصہ لیا بلکہ قدم بہ قدم اس ملک کے خاطر اپنی پاک جانوں کا ہنستے ہنستے نذرانہ بھی پیش کیا. اور یہ بات کسی خاص محب وطن نے نہیں کہا, اور ناہی کسی مسلم عالم وقائد نے※ بلکہ ایک باکمال اور نہایت ممتاز صحافی ادیب آنجہانی خشونت سنگھ کے ہیں. خائب وخاسر دھوکے باز ظالم انگریزوں سے نجات پانے کے لئے سب سے پہلے مسلمانوں نے قدم بڑھائے اور انگریزوں کے چھکے چھڑا دیئے. مسلم خواتین نے بھی اس عظیم مہم میں بہت ہی اعلی کردار ادا کئے, ملک وملت کا درد رکھنے والی خواتین نے مردوں کے شانہ بشانہ چلتے ہوئے ملک پر اپنی جانیں نچھاور کیں.

تاریخ داں سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ انگریزوں کے دور تسلط سے مادر وطن ہندوستان کی آزادی تک مسلمانان ہند کو کس قدر اپنی جان کی قیمت چکانی پڑی※ ستم کی کتنی سیاہ راتوں کا سامنا کرنا پڑا※ قدم قدم پر ظلم وبربریت کی تاریک ترین اور سخت آندھیوں سے گزرنا پڑا※ نہ جانے کتنی تکالیف مصائب و آلام مخل ومانع ہوئیں لیکن اس سب کا سینہ سپر ہوکر مقابلہ کرنا پڑا تب کہیں جا کرکے نخل تمنا پر محنت ومشقت کے پھل نظر آیے. ہندوستان اور ہندوستانیوں کو طویل جدوجہد کے بعد آزادی جیسی نعمت عظمی ملی. ہمارے اکابرین نے اس تحریک آزادی میں زبردست قربانیوں کا نذرانہ پیش کیا※ جان ومال کی قربانیاں پیش کیں※ تحریکیں چلائیں تختۂ دار کو چوما※ پھانسی کے پھندے نہایت جرأت وحوصلہ اور کمال بہادری کے ساتھ گلے لگایا※ قید وبند کی تمام پریشانیاں جھیلیں اور مادر وطن کی آزادی کی خاطر میدان جنگ میں نکل پڑے. آخر کار ظالم وجابر حکمراں غیر ملکی انگریز دیش چھوڑنے پر مجبور ہوئے. غیر ملکی حکمرانوں نے اپنی اقتدار کو بچانے کے لئے طرح طرح کی چالیں چلیں※ تدبیریں کیں※ رشوتیں دیں※ لالچ دیئے ,پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو کا اصول بڑے پیمانے پر اختیار کیا※ فرقہ وارانہ اختلافات پیدا کروائے. حقائق کو ایک دم سے توڑ مروڑ کر پیش کیا※ آپس میں غلط فہمیاں پھیلائیں※ تاریخ کو مسخ کیا※ انگریز ظالموں نے سادہ لوح ہندوستانیوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے اور ناحق لوگوں کو تختۂ دار پر لٹکایا※ معصوموں پر ناحق گولیاں چلوائیں※ چلتی ریلوے سے اٹھا کر باہر پھینکا※ مگر ان کے ظلم وستم کو روکنے کے لئے اور طوق غلامی کو گردن سے نکلنے کے لئے بہادر ودلیر مجاہدین آزادئ ہند نے ان کا ڈٹ کا مقابلہ کیا گھمسان کی لڑائیاں ہوئیں غیر ملکی حکمراں کو شکست فاش ہوا اور مجاہدین آزادی نے چین کی سانس لی. غرض ہر طرح ہر موقع پر مسلمان جنگ آزادی میں برابر شریک رہے جن کو آج فراموش کیا جا رہا ہے تاریخ کو محو کرنے کی کوشش کی جارہی ہے※ کسی شاعر نے کیا خوب کہا:

جب پڑا وقت گلستاں پہ خون ہم نے دیا
جب بہار آئی تو کہتے ہیں ترا کام نہیں.

یوم جمہوریہ کی عظمت اور مقام تفکر!!

مستفیض الرحمان قاسمی
چمپارنی

لمبے عرصے تک ہم گوروں سے برسرپیکار رہے پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ برادران وطن بھی ساتھ آتے گئے اور قافلہ بڑھتا گیا۔ پھر کیا ہونا تھا جب انگریزوں نے ہمارے اتفاق کو دیکھا تو انہوں نے بہ خوبی سمجھ لیا کہ اب ہمیں بھارت کو چھوڑنا ہوگا بصورت دیگر اگر رہنا اور راج کرنا ہے تو ان ہندوستانیوں کے مابین دھرم اور مذہب کی بنیاد پر پھوٹ ڈالنا ہوگا۔ بعدازاں انگریزوں نے پھوٹ ڈالنے کی بہت کوششیں کیں، کچھ اپنے لوگ اس دام فریب میں پھنس کر عام لوگوں کو برانگیختہ کرنے کی پوری کوشش کی لیکن ہاتھ کیا لگا بدنام غدار، ایمان فروش اور گوروں کا چاپلوس اور بھی اسی طرح کے بہت سے الفاظ جمیلہ جو ان جیسے لوگوں کے اوصاف قبیحہ کو واضح اور ظاہر کرتے ہیں۔ جب انگریزوں نے یہ اچھی طرح بھانپ لیا کہ یہ فریب کے جال میں پڑنے والے نہیں ہیں تو ایک دوسرا شوشہ چھوڑا کہ دو مختلف قومیں ایک ساتھ گذر بسر نہیں کرسکتی ہیں لہذا اگر ہم چھوڑ کر جاتے ہیں تو یہاں خون خرابا ہوگا اور سب ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو جائیں گے۔ یہ وہ دام فریب تھا جس کی گرفت میں ایک بڑی تعداد جا پھنس گئی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک کی گردن پر ذبح کی چھڑی پھیر دی گئی اور دو ٹکڑوں میں تقسیم کردیا گیا، جس کا خمیازہ آج بھی ہندوستانی مسلمان بھگت رہا ہے۔ جس دن ملک تقسیم ہوا اسی دن ہمارا ملک انگریزوں کے ناپاک وجود سے پاک بھی ہوا، یعنی ملک کو آزادی اور استقلال حاصل ہوا۔ اس کے بعد ملک کے ہر قوم کے چوٹی کے قائدین اور نمائندوں نے مل بیٹھ کر ایک جمہوری دستور ترتیب دی، جسے دستو ہند کہا جاتا ہے اور اس" دستور" کو باتفاق رائے 26 جنوری 1950ء کو نافذ کیا گیا۔ اس دستور کی خصوصیتوں میں سے چند یہ ہیں کہ اس دستور میں کسی بھی قوم اور کمیونٹی کے ساتھ کوئی بھید بھاؤ روا نہیں رکھا گیا ہے ہر ایک کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی پوری آزادی ہے، مساوات کا حق اور بھی بہت سی خصوصیات ہیں اور یہ دستور ہند دنیا کی سب سے بڑی جمہوری دستور ہے۔ اب سوال اور لمحہ فکریہ یہ ہے کہ ہمارے پاس اتنی ساری خصوصیات کا حامل دستور ہوتے ہوئے ان پچھتر برسوں میں نفرت پر مبنی سیاست، بھید بھاؤ، مذہبی شدت پسندی، مذہب کی بنیاد پر ماب لنچنگ، کھانے پینے پر سیاست، عبادت گاہوں پر حملے، خاص کمیونٹی کی عورتوں کو فروخت کرنے جیسا گھناؤنا فعل، ایک کمیونٹی کو موت کے گھاٹ اتارنے کا علی الاعلان، عہد وپیان اور مہاتما گاندھی کے قتل سے لیکر دہلی فساد تک ان سب سے ملک کا دامن سیاہ کیوں ہوتا چلا گیا؟ اور مستقبل میں اس سے نجات کیسے مل سکتی ہے؟

جمہوریت کا جشن یا جمہوریت کا ماتم!

فرقانہ علیم دربھنگہ

26 جنوری کی تاریخ آزاد ہندوستان میں انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ 26 جنوری 1950 کو برطانوی ایکٹ منسوخ کر کے نئے آئین کے نفاذ کے ساتھ ہندوستان کو جمہوری ملک قرار دے دیا گیا، اس وقت سے آج تک ہم اس دن کو یوم جمہوریہ کے طور پر مناتے ہیں ۔ آزادی کے پندرہ دن بعد 29 اگست 1947 کو طے کیا گیا کہ ہندوستان کا آئین بنایا جائے، جس میں اس ملک کے تمام باشندوں کے حقوق کا تحفظ بھی ہو اور ان کی خوشحال و پُرامن زندگی کی ضمانت بھی، اس مقصد کے لیے دستور ساز اسمبلی نے سات افراد پر مشتمل ایک کمیٹی کی تشکیل دی، جس کے صدر ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر تھے، اس کمیٹی نے ڈھائی سال کی مسلسل محنت و جدو جہد کے بعد ملک کا آئین تیار کیا، جسے ملک کے پارلیمنٹ نے منظور کر کے نافذ کر دیا اور یوں ہمارا ملک "جمہوریہ ہند" کہلایا ۔جمہوریت جمہور سے بنا ہے اور جمہوریت سے اکثریتی رائے مراد ہے ۔سابق امریکی صدر ابراہم لنکن کے بقول:" جمہوریت عوام کی حکومت ہے جو عوام کے لیے بنتی ہے اور عوام کے ذریعہ وجود میں آتی ہے"

Democracy is a" government of the by the people, people "and for the people

ہندوستان جیسے کثیر المذاہب ملک کو چلانے کے لیے جمہوریت سے بہتر کوئی طرز حکومت نہیں ہے۔ اور ایک جمہوری ملک کو چلانے، نظم ونسق کو برقرار رکھنے اور پُرامن بقائے باہمی کو فروغ دینے کے لیے ایک مضبوط اور مستحکم آئین کی ضرورت ہوتی ہے ۔ آئینِ ہند کی بنیاد انصاف اور مساوات پر قائم ہے ۔جمہوریت فکری آزادی اور رائے کے احترام کا تقاضہ کرتی ہے ۔آئینِ ہند کے ابتدائیہ میں لکھا گیا ہے کہ :" ہندوستان خود کو آزاد سماجوادی اور جمہوری ملک قرار دیتا ہے، جس کے ذریعہ تمام شہریوں کے لیے معاشی سماجی اور سیاسی انصاف بروئے کار لایا جائے گا ، اظہار خیال کی آزادی، عقیدہ مذہب اور عبادت کی آزادی دی جائے گی ۔مواقع اور معیار کی

آزادی دی جائے گی ۔ انفرادی تشخص اور احترام کو یقینی بنایا جائے گا اور ملک کی سالمیت و یکجہتی کو قائم ودائم رکھا جائے گا۔" مگر افسوس صد افسوس !اس وقت زعفرانی طاقتیں ملک کی جمہوریت ،یکجہتی وسالمیت کو برباد کرنے کے در پے ہیں۔ گزشتہ چند سالوں میں ملک نے جو سیاہ دن دیکھے ہیں وہ ہندوستانی عوام کبھی نہیں بھول پائے گی ۔ بی جے پی کے دور اقتدار میں کئی فسادات ہو چکے ہیں ان میں بعض فسادات کو فساد کہنے کے بجائے منظم نسل کشی کہا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا ۔مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کیا جا رہا ہے، میڈیا کے ذریعہ وقفے وقفے سے اسلام اور مقدس ہستیوں پر اعتراضات کا سلسلہ جاری ہے، لگا تار نفرت کی آبیاری کی جارہی ہے، مذہب کے نام پر سیاست کی بساط بچھا دی گئی ہے، فی الوقت ہندوستان میں مہنگائی آسمان چھورہی ہے، نوجوان بے روزگاری کے عالم میں زندگی بسر کر رہے ہیں ۔غریب خودکشی کرنے پر مجبور ہیں اس کے باوجود اس بات کا یقین دلایا جارہا ہے کہ ملک ترقی کی طرف رواں دواں ہے ۔

* دہائی دے کے وہ جمہوریت کی *
* نظام خواب رسوا کر رہا ہے *

گزشتہ 72 سال سے ہم یوم آزادی و یوم جمہوریہ بڑے جوش وخروش سے منا رہے ہیں، حب الوطنی کے ترانے گنگنا کر محب وطن ہونے کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ رنگا رنگ ثقافتی پروگرام پیش کیے جاتے ہیں ،آزادی اور جمہوریت کے فوائد پر دھواں دھار اور لچھے دار تقریریں کی جاتی ہیں ۔ لیڈران و قائدین یہ کہتے نہیں تھکتے کہ ہمارا ملک دنیا کا سب سے بڑا جمہوری ملک ہے ،جہاں ہر مذہب کے لوگ شیر وشکر ہو کر رہتے ہیں، یہ سکہ کا ایک رخ ہے، جو خوبصورت بھی ہے اور فرحت بخش بھی، مگر سکہ کا دوسرا رخ وہ ہے جو کریہہ منظر بھی ہے اور دردانگیز بھی، وہ یہ کہ جب سے بی جے پی اقتدار میں آئی ہے، ہمارے ملک کی مضبوط و مستحکم مثالی جمہوریت بری طرح پامال ہوئی ہے۔ گاؤ کشی کے نام پر مسلمانوں کا بہیمانہ قتل، رام مندر کے نام پر بابری مسجد معاملہ پر غیر منصفانہ فیصلہ، دہشت گردی اور حملہ کے نام پر تعلیم یافتہ نوجوانوں کی گرفتاری ، ہندوستانی تاریخ کو مسخ کرنے کی کوششیں، مشہور اداروں اور یونیورسٹیوں کے خلاف شازشیں ،دلی، آسام وغیرہ کے فسادات اور ملک کے مختلف خطوں میں موب لنچنگ کے دلخراش واقعات، اس ملک کی جمہوریت کی تباہی کے واضح ثبوت ہیں۔

رلاتا ہے ترا نظارہ اے ہندوستان مجھ کو
کہ عبرت خیز ہے ترا افسانہ سب فسانوں میں

کیا صرف اسی لیے جشن جمہوریت ہے کہ ہندوستان کے اس قدر قوت نافذہ اور مضبوط دستور ہونے کے باوجود بہت سے قوانین صرف کاغذات کی رونق بن کر رہ گئے ہیں؟ کیا اسی لیے ہمارے اکابرین نے زبردست قربانیوں کا نذرانہ پیش کیا، جان و مال کی قربانیاں دیں، تحریکیں چلائیں اور تختۂ دار پر چڑھے، پھانسی کے پھندے کو جرأت وحوصلہ اور کمال بہادری کے ساتھ بخوشی گلے لگایا، قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں اور انگریزوں سے مقابلہ کر کے ہندوستان کو انگریزوں کے پنجۂ استبداد سے آزاد کروا کر جمہوریت جیسے نظام سے سرفراز کیا ؟

ہمارے قائد اور لیڈر ، ہمارے حکمراں اور صاحب اقتدار آج کے دن خوشی ضرور منائیں ،جھنڈے لہرائیں سلامی، دیں سلامی لیں ،رقص وسرور کی محفلیں سجائیں، ضرور سجائیں لیکن ذرا احتساب بھی کریں کہ ملک کے ایک بڑے طبقے کو نظرانداز کر کے اور اسے پسماندہ رکھ کر اس کے ساتھ ظلم وزیادتی اور ناانصافی کرکے ملک ترقی کر سکتا ہے؟

* ہوسکتی ہے اپنی بھی زمیں جنت جیسی *
* یہ سیاست کے فرعون نہیں ہونے دیں گے *
* لاکھ تلوار اٹھے فرقہ پرستی کی لیکن *
* اے وطن! ہم تیرے ٹکرے نہیں ہونے دیں گے *

جمہوریت کی تنفیذ کے 73 سال ہو گئے اگر ماضی کا جائزہ لیا جائے تو آزادی اور جمہوریت محض سراب معلوم ہوتی ہے۔ جو دور سے دیکھنے میں انتہائی خوبصورت و دلکش ہے، لیکن قریب سے دیکھا جائے تو سیاہ چمکیلی ریت کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، مگر ہمیں ناامید ہونے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس بات کی ضرورت ہے کہ ہمارا انصاف پسند طبقہ آگے آئے اور تلوک چند محروم کی نظم "26/جنوری" کو عملی جامہ پہنائیں کہ یہیں سے ہندستان کی ہمہ جہت ترقی کے نئے دور کا آغاز ہوسکتا ہے۔ محروم کہتے ہیں:

* بھارت کا عزم ہے یہ توفیق اے خدا دے *
* دنیا سے ایں و آں کی تفریق کو مٹا دے *
* امن و اماں سے رہنا ہر ملک کو سکھا دے *
* ہر قوم شکریے میں ہر سال یہ صدا دے *
* روز سعید آیا چھبیس جنوری کا *
* دور جدید لایا بھارت کی برتری کا *

****

جنگ آزادی میں علمائے اہلسنت کی سرگرمیاں

افتخار احمد قادری
کریم گنج، پورن پور، پیلی
بھیت، مغربی اترپردیش

یہ ایک مسلم الثبوت اور ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ ہندوستان کی آزادی علمائے کرام ہی کے دم قدم سے متصور ہے۔ آج ہم آزادی کی جس خوشگوار فضا میں زندگی کے لمحات بسر کررہے ہیں یہ علمائے حق ہی کے سرفروشانہ جذبات اور مجاہدانہ کردار کا ثمرہ ہے۔ انہیں کے مقدس لہو سے شجر آزادی کی آبیاری وآبپاشی ہوئی ہے اگر انہوں نے بروقت حالات کے طوفانی رخ کا تدارک نہ کیا ہوتا تو آج مسلمان یہاں کس حال میں ہوتے وہ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ مگر اندازہ یہ لگایا جاتا ہے کہ اولا ہندوستان میں مسلمانوں کا وجود ہی نہ ہوتا اور اگر ہوتا بھی تو ان کے اندر اسلامی روح، ایمانی جذبہ اور دینی غیرت وحمیت مفقود ہوتی۔

جنگ آزادی میں حصہ لینے والے علمائے اہلسنت

مفتی عنایت احمد کاکوروی:

آپ ۹/ شوال المکرم ۱۲۲۸/ ہجری مطابق ۵/ اکتوبر ۱۸۱۳/ عیسوی کو مقام دیوی میں پیدا ہوئے۔ تحصیل علم کے لئے رامپور تشریف لے گئے۔ پھر علی گڑھ جاکر منقول و معقول کی سند حاصل کی مولانا بزرگ علی مارہروی سے ریاض پڑھی۔ علی گڑھ ہی میں سرکاری ملازمت اختیار کرلی اور مفتی ومنصف کے عہدے پر فائز ہوئے۔ ایک سال کے بعد بریلی شریف تبادلہ ہوگیا۔ اسی دوران میں ۱۸۵۷/ عیسوی کی آزادی کے شعلے بھڑکنے لگے آپ نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ بریلی شریف کے انقلابی گروہ کی مشاورتی مجالس میں برابر شریک ہوتے رہے۔ نواب خان بہادر کی قیادت میں کارہائے نمایاں سر انجام دیئے۔ اس وقت بریلی شریف مجاہدینِ آزادی کا مرکز تھا۔ یہاں مجاہدین آزادی کی ہر قسم کی امداد و اعانت مولانا رضا علی خان اور مولانا نقی علی خان فرمارہے تھے۔ آپ نے ان کے ساتھ مل کر بھی بڑی خدمات سرانجام دیں۔ جب جنرل بخت خان بریلوی شریف پہنچے تو مفتی عنایت احمد کاکوروی صاحب آپ کے ساتھ ہوگئے۔ جب یہ لشکر رام پور پہنچا تو مفتی عنایت احمد کاکوروی صاحب اس کے ساتھ ہی تھے۔ والئ رام پور نے جب مجاہدین آزادی کی اعانت سے انکار کیا اور جنرل بخت نے اس کے خلاف جنگ کا آغاز کیا تو مفتی عنایت احمد کاکوروی صاحب نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جنرل بخت نے والئ رام پور سے صلح کرلی تو اس وقت مفتی عنایت احمد کاکوروی مولانا سرفراز علی کے مشورے سے واپس بریلی شریف آئے۔ خان بہادر کی مجلس مشاورت کے علاوہ میدان کارزار میں بھی شریک رہے۔ لیکن آخر کار انگریزی تسلط قائم ہوگیا۔ مفتی عنایت احمد کاکوروی صاحب بھی گرفتار کرلئے گئے اور ۱۸۵۸/ عیسوی میں کالا پانی روانہ کر دئے گئے۔ وہاں پہلے حضرتِ مولانا فضل حق خیرآبادی اور مولانا مفتی مظہر کریم دریابادی موجود تھے۔ آپ سختیوں کے باوجود بھی تصنیف وتالیف میں مشغول رہے۔ اسیری کے دوران میں ،،تقویم البلدان،، کا ترجمہ کیا اور آپ نے قرآن مجید حفظ کیا۔ اور سیرت مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم پر مشہور کتاب ،،تواریخ حبیب الہ،، لکھ ڈالی۔ اور یہ کارنامہ آپ نے اس حالت میں انجام دیا کہ مطالعہ کے لئے دوسری کتابیں موجود نہ تھیں۔

۱۲۷۷/ ہجری میں حافظ وزیر علی داروغہ کی کوششوں سے رہائی پائی۔ کاکوری میں مختصر قیام کر کے کانپور آئے اور مدرسہ فیض عام قائم کیا۔ مولانا لطف اللہ علی گڑھ اس مدرسے کے پہلے فارغ ہونے والے عالم دین تھے۔ ۱۲۷۹/ ہجری میں زیارت بیت اللہ شریف کے لئے روانہ ہوئے۔ ۱۷/ شوال المکرم ۱۳۷۹/ ہجری کو مطابق اپریل ۱۸۶۳/ عیسوی جہاز سمندر میں پہاڑ سے ٹکرا کر ڈوب گیا مفتی عنایت احمد کاکوروی بہ حالت احرام خدا کو پیارے ہوگئے۔ آپ کی تصنیفات ۲۰/ سے زائد ہیں۔

مفتی صدرالدین آزردہ دہلوی:

مفتی صدر الدین صاحب کے آباء واجداد کشمیر کے رہنے والے تھے۔ آپ دہلی میں ۱۹۰۴/ ہجری مطابق ۱۷۷۹/ عیسوی کو پیدا ہوئے۔ علوم کی تکمیل وتحصیل شاہ عبد العزیز، شاہ عبدالقادر، اور شاہ محمد اسحاق سے کی اور علوم عقلیہ علامہ فضل امام صاحب خیرآبادی سے حاصل کئے۔ آپ بڑے پائے کے عالم دین، ادیب اور شاعر تھے۔ اُردو، فارسی، عربی تینوں زبانوں کے فاضل اور دہلی کے روؤسا میں سے تھے۔ دہلی میں آپ صدر الصدور کے عہدے پر فائز رہے۔ جب آزادی کی جنگ شروع ہوئی تو علمائے اہلسنت نے جو فتویٰ دیا اس پر آپ نے بھی دستخط کئے تھے اور اس کی تشہیر میں بھی نمایاں حصہ لیا تھا۔ اس جرم کی پاداش میں آپ کو گرفتار کرلیا گیا۔ چند ماہ بعد خود تو رہا ہو گئے۔ مگر جائداد نیلام ہوگئی۔ صرف نیلام شدہ کتب خانہ کی قیمت مالیت تین لاکھ روپے تھی اس کے حصول کے لئے بڑی دوڑ بھاگ کی مگر کچھ حاصل نہ ہوا۔ آپ دوسال فالج میں مبتلاء رہنے کے بعد ۸۱/ سال کی عمر میں ۲۴/ ربیع الاول ۱۲۸۵/ ہجری مطابق ۱۸۵۸/ عیسوی میں اس عالم فانی سے تشریف لے گئے۔

علامہ فضل حق خیرآبادی:

آپ جنگ آزادی کے سب سے عظیم ہیرو ہیں۔ انقلابی سرگرمیوں کی پاداش میں آپ باغی قرار دئے گئے۔ ۱۸۵۹/ عیسوی میں لکھنؤ میں مقدمہ چلا آپ کی شہرت و مقبولیت کے پیش نظر امید یہی تھی کہ بری کردیئے جائیں گے۔ مگر آپ نے اپنی جان کی پروہ کئے بغیر بھرے مجمع میں ۱۸۵۷/ عیسوی کی جنگ میں شرکت کا اعتراف کیا۔ جس کی وجہ آپ کی رہائی منسوخ ہوگئی اور آپ کو لال پانی روانہ کردیا گیا۔ جس دن آپ کے معتقدین رہائی کا پروانہ لے کر کالا پانی پہنچے اس دن آپ اس دنیا کو الوداع کہہ چکے تھے۔

مولانا عنایت علی کافی:

جن علمائے اہلسنت نے جنگ آزادی کی تاریخ اپنے خون سے رقم کی ان میں سے مولانا عنایت علی کافی قدر آور شخصیت ہیں۔ آپ کا نام کفایت علی، اور تخلص کافی ہے۔ مراد آباد کے ایک باعزت خاندان سادات کے چشم وچراغ تھے۔ علم حدیث، علم فقہ، اصول منطق، فلسفہ اور عروج وقوافی میں یگانہ روزگار تھے۔ مولانا عنایت علی کافی حضرتِ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی کے والد ماجد مولانا سید معین الدین نزہت کے ہم سبق تھے۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷/ عیسوی کے دوران آپ نے انگریزوں کے خلاف فتویٰ جہاد دیا۔ جنرل بخت روہیلہ کی فوج میں کمانڈر ہوکر دہلی آئے اور اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔ دشمن کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ بہادر شاہ ظفر نے کئی بار آپ کو بلا کر مشورے لئے۔ دہلی میں جب نظام درہم برہم ہوا تو جنرل بخت کے ہمراہ بریلوی شریف پہنچے۔ یہاں مولوی احمد اللہ شاہ مدراسی بھی تھے۔ ان کی معیت میں موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دشمنوں کا مقابلہ کرتے رہے۔ آخر کار مولوی احمد اللہ شاہ مدراسی صاحب اور جنرل بخت کے ہمراہ مراد آباد پہنچے۔ یہاں آپ کو صدرالصدور بنادیا گیا اور آپ نے شرعی احکام جاری کئے۔ آخر میں انگریزوں نے گرفتار کرلیا۔ جسم پر گرم گرم استری پھیری گئی۔ زخموں پر مرچیں چھڑکیں گئی۔ غرض یہ کہ اپنے مقصد سے برگشتہ کرنے کے لئے ہر حربہ انگریزوں نے استعمال کیا مگر ظلم کا کوئی تیر بھی اس مرد مجاہد کے پایہ استقلال میں لغزش پیدا نہ کر سکا۔ جب انگریز بالکل مایوس ہو گئے تو چوک مراد آباد میں برسر عام اس عاشق رسول کو سولی پر لٹکا دیا گیا یہ واقعہ ۳۰/ اپریل ۱۸۵۸/ عیسوی کو پیش آیا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را!!

کئی کتابیں آپ کی یادگار ہیں: شمائل ترمذی کا منظوم ترجمہ: خیابانِ فردوس: نسیم جنت: دیوان کافی: وغیرہ خاص طور پر یہ قابلِ ذکر ہیں۔ مولانا امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مولانا عنایت علی کافی کا کلام اول سے آخر تک شریعت کے دائرے میں ہے اور آپ کو سلطان نعت کہتے تھے۔ جب آپ کو برسرِ عام پھانسی دی گئی تو اس وقت بھی آپ کی زبان عشق رسول صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم میں یوں نغمہ سرا تھی:

کوئی گل باقی رہے گا نہ چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہ کا دین حسن رہ جائے گا
نام شاہان جہاں مٹ جائیں گے لیکن یہاں
حشر تک نام ونشان پنجتن رہ جائے گا
ہم صفیرو! باغ میں ہے کوئی دم کا چہچہا
بلبلیں اڑجائیں گی سونا چمن رہ جائے گا
اطلس وکمخواب کی پوشاک پر نازاں نہ ہو
اس تن بے جان پر خاکی کفن رہ جائے گا
جو پڑھے گا صاحب لولاک کے اوپر درود
آگ سے محفوظ اس کا تن بدن رہ جائے گا
سب فنا ہو جائیں گے کافی ولیکن حشر تک
نعت حضرت کا زبانوں پر سخن رہ جائے گا

آج کے اس مضمون میں مجھے صرف اتنا ہی کہنا ہے کہ آج منصوبہ بند انداز میں جس طرح سے مسلمانوں کی کردار کشی کی جارہی ہے اس کے پیش نظر ہمیں بیدار رہ کر اپنے اسلاف کی روشن و تابندہ شخصیات کو اُجاگر کرنا چاہیے۔ اور آنے والی نسل کے دل ودماغ میں ان کی عقیدت ومحبت اور عظمت وقربانی کی شمع جلانی چاہئے اور شرپسند افراد کے باطل منصوبوں کو خاک میں ملانا چاہئے۔

روزنامہ لکھنؤ
قومی صحافت

ماضی کے نقشوں میں ہندوستان کی موجودہ تصویر

محمد الیاس موریہ
سابق خادم جامعہ عبداللہ بن عباس کشلاوہ جودھپور

تاریخی اوراق پلٹتے ہیں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ ہمارے وطن عزیز کی آزادی میں تمام اقوام میں مجموعی طور پر سب سے بڑھ کر مسلمانوں کا حصہ رہا، جس کے لئے مسلم عوام نے علماء کی قیادت میں جذبہ حریت سے سرشار ہوکر سرفروشی حب الوطنی کے وہ اعلیٰ وشاندار نمونے پیش کئے جس کی نظیر ہندوستان کی تاریخ میں دور دور تک نہیں ملتی، عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ ہندوستان میں جنگ آزادی کا آغاز ۱۸۵۷ء کے بعد ہوا حالانکہ اس سے بہت پہلے برطانوی سامراج کے خلاف میدان میں اتر چکے تھے، اور اس سے بھی بہت پہلے تحریک آزادی اس وقت شروع ہو چکی تھی جب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے انگریز کے خلاف ملک کی آزادی کے لئے راہ ہموار کی، تاریخی اوراق پر نظر ڈالتے ہیں تو ہماری آنکھیں ان سطروں کو بغور مطالعہ کرتی ہیں وکہ ۱۸۰۳ء میں حضرت شاہ ولی اللہ کے صاحب زادے شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے اس کو دارالحرب قرار دیا، ۱۷۵۷ء نواب سراج الدولہ نے ان کے خلاف پلاسی کے مقام پر اور نواب حیدر علی نے ۱۷۶۷ء میں میسور میں ان کا مقابلہ کیا اور انگریزوں کو ملک سے باہر کرنے کی یہ تحریک پورے ملک میں چل پڑی۔ ہمارا یہ وطن عزیز ایک دو انگلی کٹا کر یا ایک دو سال احتجاج کر کے یا ریلیاں نکال کر یا فیس بک، وانس ایپ پر انگریزوں کے خلاف نعرہ بلند کر کے آزاد نہیں ہوا، بلکہ یہ وطن عزیز بڑی محنتوں، قربانیوں اور سالہا سال کی جدوجہد و کوششوں کے بعد بالآخر ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو انگریزوں کے قبضہ سے آزاد ہوا، اور باشندگان ہند نے ایک راحت بھری سانس لی، اور پھر ۲۶ جنوری ۱۹۴۹ء کو قانون ہند و دستور ہند کو نافذ کیا گیا، بعدہ ہر سال ۱۵ اگست کو یوم آزادی اور ۲۶ جنوری کو یوم جمہوریہ کی تقریب منعقد کی جاتی ہے، اور مجاہدین جنگ آزادی و شہیدان وطن کو خراج تحسین پیش کیا جاتا ہے، ان کی بے مثال قربانیوں سے نونہالان وطن کو روشناس کرایا جاتا ہے، نئی نسلوں کے ذہنوں میں تاریخ آزادی کو اجاگر کرایا جاتا ہے، کبھی آپ نے سوچا کہ انہوں نے اتنی بڑی قربانیاں کس لئے پیش کی؟ ان کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمارا سفر وہاں پر ختم ہوتا ہے کہ ان کی قربانیوں کا مقصد صرف اور صرف یہ تھا کہ ہم آزاد فضا میں سانس لے، کسی کے غلام بن کر نہ رہیں، ہم اپنے مذہبی شعار پر کھلے عام عمل کر سکے، جب ہمارا وطن عزیز انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہوا اور ملک کے لئے جو دستور بنا، اس میں ہر ملت و مذہب کے لوگوں کو اپنے اپنے مذہب پر چلنے کی آزادی عطا کی گئی، قانون ہند کے مطابق باشندگان ہند چاہے وہ کسی بھی مذہب کا ماننے والا کیوں نہ ہو قانون کی نگاہ میں برابر ہے، اور ہر شہری کو آزاد خیال و مذہب پر چلنے کا حق حاصل ہے۔ دستور ہند میں اقلیتوں کو بھی ان کا حق حاصل ہے کہ وہ اپنے تعلیمی ادارے الگ سے قائم کر سکتے ہیں، اپنی تہذیب اپنا تمدن اور اپنے دھرم کی اشاعت کر سکتے ہیں، لیکن اسی کے ساتھ ہمیں یہ بھی کہنا پڑ رہا ہے کہ ملک کی آزادی پر سات دہائیاں ہی گزری ہے، اور جب ہم اپنا احتساب کرنے بیٹھتے ہیں اور ماضی کے نقشوں میں ہندوستان کی موجودہ تصویر دیکھتے ہیں تو ہمیں قانون بنانے والوں اور اس پر دستخط کرنے والوں کی روحوں سے شرم محسوس ہوتی ہے، انہیں کیا معلوم تھا کہ اس ۷۰ برس کے مختصر عرصے میں دستور کی دھجیاں اڑائیں گے اور ملک کا ہر شہری دہشت و خوف کے سایہ میں زندگی گزارنے پر مجبور ہو کر رہ جائے گا، آج ہر جگہ ملک کے اندر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں، کبھی مذہبی عبادت گاہوں کو چھینا جا رہا ہے، کبھی شدت پسند تنظیموں کے ذریعہ نفرت کا بیج بویا جا رہا ہے، کبھی آپسی اتحاد کو ختم کرنے کا نعرہ لگایا جا رہا ہے، اور یہ سب کچھ ہونے کے باوجود حکومت خاموش تماشائی بنی دیکھ رہی ہے۔

جبکہ تاریخ اٹھا کر دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں نے ملک کی آزادی کے بعد بھی حسب سابق ملک سے اپنی وفاداری کا بہترین ثبوت دیا ہے، ملک کے دفاع اور اس کے ترقی کے لئے وہ قربانیاں پیش کی ہے جس کو ہندوستان کا زریں باب کہا اور لکھا جا سکتا ہے، اور وہ اپنے ہم وطنوں سے محمد حسین فطرت بھٹکلی کے الفاظ میں ہمیشہ یہی کہتے رہے ہیں کہ۔

وطن کی سرزمیں سے دم وفاداری کا بھرنا ہے
یہیں پیدا ہوئے ہیں ہم اور یہیں پہ ہم کو مرنا ہے۔

دکھ اور درد کے ان تمام تلخ حقائق کے باوجود ہم ان ایام کا استقبال کرتے ہیں، خدا کرے یہ سال خوشیوں کا، امن و امان کا، دلوں سے نفرت کھرچنے کا اور ملک و ملت کے لئے راحت و سکون کا ثابت ہو، اور ہمارا وطن عزیز نئی تعمیر و ترقی کا ایک درخشاں باب بن سکے۔

جنگ آزادی کے انجان ہیروز، اور قومی تحریک

محمد قمر انجم قادری فیضی
چیف ایڈیٹر مجلہ جام میر بلگرام شریف

اٹھارہویں صدی کے وسط میں سلطنت مغلیہ کا آفتاب مائل بہ غروب ہو رہا تھا اور انگریزی اقتدار کی گھٹائیں دن بدن گاڑھی ہو رہی تھیں، انگریز جب ہندوستان پہنچے تھے تو تاجر کی حیثیت سے پہنچے تھے اور عام لوگوں نے انھیں ایک معمولی تاجر کے سوا اور کچھ نہیں سمجھا تھا، لیکن ان کی نیت صاف نہیں تھی، انھوں نے اپنوں کی کمزوری اور آپسی نا اتفاقی سے فائدہ اٹھا کر اپنی شاطرانہ اور عیارانہ چالوں کے ذریعہ یہاں کے سیاہ و سفید کے مالک ہو گئے اور ہندوستانی قوم کو غلامی کی غیر مرئی زنجیروں میں قید کرنے میں کامیاب و کامران ہو گئے، یہاں کی دولت و ثروت کو بے دریغ لوٹنے لگے، یہاں کے باشندوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے لگے اور یہاں کی تہذیب سے کھلواڑ کرنے لگے اور اس کا سلسلہ مزید بڑھتا ہی گیا، پانی جب سر سے اوپر ہو گیا، تو ہندوستانیوں کے دلوں میں آزادی وطن کا جذبہ پیدا ہوا، اور یہ بات بھی ناقابل تردید ہے کہ ہندوستان کی آزادی کی کہانی، تاریخ وطن سے محبت کرنے والوں کے خون سے لکھی گئی ہے۔ اسلحے، بارود کے لحاظ سے کم تناسب کے باوجود جدوجہد آزادی اور جنگ آزادی میں سبھی لوگوں نے نہ صرف بڑھ چڑھ کر حصہ لیا بلکہ اپنے وطن عزیز کی آزادی کو یقینی بنانے میں اپنی جانوں کے نذرانے بھی پیش کئے۔ اور جنگ آزادی میں ہندو و مسلم سبھوں نے مل جل کر قربانیاں دیں ہیں، تب جا کر یہ ملک آزاد ہوا ہے، ہندوستان پر انگریزوں کے غاصبانہ قبضہ اور پھر ان کے خلاف جدوجہد آزادی کے آغاز کا جائزہ لیں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ پہلی جدوجہد آزادی حیدر علی اور ان کے فرزند ٹیپو سلطان نے 1780ء میں شروع کی اور 1790ء میں پہلی مرتبہ فوجی استعمال کے لئے حیدر علی اور ٹیپو سلطان نے میسوری ساختہ راکٹس کو بڑی کامیابی سے نصب کیا۔ حیدر علی اور ان کے بہادر فرزند نے 1780ء اور 1790ء میں برطانوی حملہ آوروں کے خلاف راکٹیں اور توپ کا مؤثر طور یہیں سے استعمال کیا تھا۔ ہندوستان میں ہر کوئی جانتا ہے کہ رانی جھانسی نے اپنے متبنیٰ فرزند کے لئے سلطنت و حکمرانی کے حصول کی خاطر لڑائی لڑی لیکن ہم میں سے کتنے لوگ یہ جانتے ہیں کہ بیگم حضرت محل پہلی جنگ آزادی کی گمنام ہیروئن تھیں جنھوں نے برطانوی چیف کمشنر سر ہنری لارنس کو خوف و دہشت میں مبتلا کر دیا تھا اور 30 جون 1857ء کو "چن ہاٹ" کے مقام پر فیصلہ کن جنگ میں انگریزی فوج کو شرمناک شکست سے دوچار کیا تھا۔ مولوی احمد اللہ شاہ جنھوں نے ملک میں پہلی جنگ آزادی منظم کی تھی۔ اور جنگ آزادی میں بے شمار مجاہدین آزادی نے اپنی زندگیوں کا نذرانہ پیش کیا جن میں ہندو مسلم مجاہدین سبھی شامل تھے۔ برطانوی راج کے خلاف سازش کے الزام میں اشفاق اللہ خاں کو پھانسی دی گئی۔ اس طرح وہ انگریزی حکومت کے خلاف جدوجہد کی پاداش میں پھانسی پر چڑھ جانے والے پہلے مجاہد آزادی بن گئے۔ جس وقت اشفاق اللہ خاں کو پھانسی دی گئی اس وقت ان کی عمر صرف 27 سال تھی۔ مولانا ابوالکلام آزاد ایک ممتاز عالم دین تھے اور ہندوستان کی تحریک آزادی کے دوران انڈین نیشنل کانگریس کے ایک سینئر مسلم رہنما تھے۔ شراب کی دوکانات کے خلاف مہاتما گاندھی نے دھرنے اور گھیراؤ مہم چلائی اس میں صرف 19 لوگوں نے حصہ لیا، ان میں بھی ہندو مسلم سبھی شامل تھے۔

آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر پہلے ہندوستانی تھے جنھوں نے ہندوستان کی آزادی کے لئے بڑی مضبوط اور شدت کے ساتھ لڑائی لڑی۔ ان کی وہی لڑائی 1857ء کی غدر کا باعث بنی۔ سابق وزیر اعظم راجیو گاندھی نے رنگون، برما (میانمار) میں بہادر شاہ ظفر کی مزار پر حاضری کے بعد کتاب تاثرات میں لکھا تھا "اگرچہ آپ (بہادر شاہ ظفر) کو ہندوستان میں زمین نہ مل سکی، آپ کو یہاں (برما) میں سپرد خاک ہونے کے لئے زمین مل گئی۔ آپ رنگون (ینگون) میں مدفن ہیں لیکن آپ کا نام زندہ ہے۔ میں ہندوستان کی پہلی جنگ آزادی کی نشانی و علامت بہادر شاہ ظفر کو خراج عقیدت و گلہائے عقیدت پیش کرتا ہوں، وہی ہندوستان کی جدوجہد آزادی کا نکتۂ آغاز تھا۔ ایم اے ایم امیر حمزہ نے انڈین نیشنل آرمی (آزاد ہند فوج) (INA) کے لئے لاکھوں روپے بطور عطیہ پیش کیا۔ وہ انڈین نیشنل آرمی کے آزاد لائبریری ریڈنگ پروپگنڈہ کے سربراہ تھے۔ اب اس مجاہد آزادی کا خاندان انتہائی غربت و کسمپرسی کی حالت میں زندگی گزار رہا ہے، ہندوستانی میمن عبدالحبیب یوسف مرفانی کو بھی نہیں جانتے ہوں گے؟ یہ وہی شخص ہے جس نے اپنی ساری دولت ایک کروڑ روپئے انڈین نیشنل آرمی کو بطور عطیہ پیش کر دی تھی۔ اس دور میں ایک کروڑ روپئے کوئی معمولی رقم نہیں تھی۔ میمن عبدالحبیب یوسف مرفانی نے اپنی ساری دولت سارے اثاثے نیتاجی سبھاش چندر بوس کی انڈین نیشنل آرمی کو عطیہ کر دی تھی۔ شاہنواز خاں ایک سپاہی، ایک سیاستداں اور انڈین نیشنل آرمی میں چیف آفیسر اور کمانڈر تھے۔ نیتاجی سبھاش چندر بوس کی قائم کردہ آزاد ہند کی جلاوطن کابینہ کے 19 ارکان میں 5 مسلمان تھے۔ بی اماں نامی ایک مسلم خاتون نے جنگ آزادی کے لئے 30 لاکھ روپئے سے زائد رقم کا گرانقدر عطیہ پیش کیا تھا۔

ٹاملناڈو میں اسمٰعیل صاحب اور مروداناے گم نے مسلسل 7 برسوں تک انگریزوں کے خلاف لڑائی لڑی، ان دونوں نے انگریزوں میں خوف و دہشت پیدا کر رکھی تھی۔ ہم تمام وی او سی (کپالوٹیا ٹامل زبان) کو جانتے ہیں وہ پہلے ملاح ہیں جنھوں نے جنگ آزادی میں حصہ لیا لیکن ہم میں سے کتنے ہیں جو فقیر محمد راٹھور کے بارے میں جانتے ہیں جنھوں نے اس جہاز کا عطیہ دیا تھا۔ جب وی او سی کی گرفتاری عمل میں آئی محمد یٰسین کو برطانوی پولیس نے وی او سی کی رہائی کے لئے احتجاج کرنے پر گولی مار دی۔ تر یپورہ کلارن (کوڈی کٹی کمارن) نے ہندوستان کی تحریک آزادی میں حصہ لیا۔ کمارن کے ساتھ دیگر 7 لاگوں کو بھی گرفتار کیا گیا وہ تمام کے تمام مسلمان تھے جن کے نام یہ ہیں۔ عبداللطیف، اکبر علی، محی الدین خان، عبدالرحیم، باوو صاحب، عبداللطیف اور شیخ بابا صاحب وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں، ہندوستانیوں کی انگریز کے خلاف پہلی آزادی کی مسلح جنگ انگریزوں نے اس جنگ کو غدر کا نام دیا۔ عموماً اس کے دو سبب بیان کئے جاتے ہیں۔ اولاً یہ کہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندوستان کے تمام صوبے اور کئی ریاستیں یکے بعد دیگرے اپنی حکومت میں شامل کر لی تھیں۔ جس کی وجہ سے ہندوستانیوں کے دل میں کمپنی کے متعلق شکوک پیدا ہو گئے۔ دوم یہ کہ ان دنوں جو کارتوس فوجیوں کو دیئے جاتے تھے۔ وہ عام خیال کے مطابق سور اور گائے کی چربی سے آلودہ تھے اور انھیں بندوقوں میں ڈالنے سے پیشتر دانتوں سے کاٹنا پڑتا تھا۔ ہندو اور مسلمان فوجی سپاہیوں نے اسے مذہب کے منافی سمجھا اور ان میں کھلبلی مچ گئی۔ جن سپاہیوں نے ان کارتوسوں کو استعمال کرنے سے انکار کر دیا ان کی فوجی وردیاں اتار کر انھیں بیڑیاں پہنا دی گئیں۔ ان قیدیوں میں بہت سے ایسے تھے جنھوں نے انگریزوں کی خاطر بڑی بڑی قربانیاں دی تھیں۔

جنگ آزادی کا آغاز 1857ء میں بنگال میں ڈمڈم اور بارک پور کے مقامات پر ہوا جہاں دیسی سپاہیوں نے ان کارتوسوں کے استعمال سے انکار کر دیا تھا جن میں ان کے خیال کے مطابق سور اور گائے کی چربی لگی ہوئی تھی۔ انگریزی حکومت نے ان سپاہیوں کو غیر مسلح کر کے فوجی ملازمت سے برخواست کر دیا۔ لکھنؤ میں بھی یہی واقعہ پیش آیا۔ برخاست شدہ سپاہی ملک میں پھیل گئے۔ اور فوجوں کو انگریزوں کے خلاف ابھارنے لگے۔ 9 مئی 1857ء کو میرٹھ میں ایک رجمنٹ کے سپاہیوں کو دس سال قید بامشقت کی سزا دی گئی۔ جس طریقے سے یہ حکم سنایا گیا وہ بھی تہذیب سے گرا ہوا تھا۔ دیسی سپاہیوں نے انگریز افسروں کو ہلاک کر کے ان قیدیوں کو آزاد کرا لیا اور میرٹھ سے دہلی کی طرف بڑھنے لگے۔ میرٹھ کے سپاہیوں کی دہلی میں آمد سے دہلی کی فوجیں بھی بگڑ گئیں۔ اور دہلی کے مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کی تخت نشینی کا اعلان کر دیا گیا۔ اس اعلان کے بعد بغاوت کی آگ دور دور تک پھیل گئی۔

بہادر شاہ ظفر رنگون میں

جنرل نکلسن نے انگریز فوجوں کی مدد سے تقریباً چار مہینے تک دہلی کا محاصرہ کیے رکھا۔ 14 ستمبر کو کشمیری دروازہ توڑ دیا گیا۔ جنرل نکلسن اس لڑائی میں مارا گیا مگر انگریز اور سکھ فوجوں نے دہلی پر قبضہ کر کے بہادر شاہ ظفر کو گرفتار کر کے رنگون بھیج دیا۔ ان کے دو بیٹوں اور ایک پوتے کو گولی سے اڑا دیا گیا۔ دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ہو جانے سے ہر جگہ جنگ آزادی کی رفتار مدہم پڑھ گئی۔ مارچ 1858ء میں لکھنؤ پر دوبارہ انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔ دہلی، لکھنؤ، کانپور، جھانسی کے علاوہ چند اور مقامات بھی انگریزوں کے تصرف میں آ گئے تھے، جنگ آزادی کا نعرہ "انگریزوں کو ہندوستان سے نکال دو" تھا، اس لئے اس میں تمام ایسے عناصر شامل ہو گئے جن کو انگریز حکومت سے نقصان پہنچا تھا۔ متضاد عناصر ایک مشترکہ دشمن کے خلاف یکجا تو ہوئے تھے لیکن وطنیت اور قومیت کے تصورات سے نا آشنا تھے۔ (ہندوستان کی آزادی کے لئے انقلابی تحریک)

انقلابی تحریک برائے آزادی

ہندوستان زیر زمین انقلابی جماعت کے اقدامات پر مشتمل ایک حصہ ہے۔ موہن داس گاندھی کی سربراہی میں عام طور پر پرامن سول نافرمانی کی تحریک کے برخلاف حکمران برطانویوں کے خلاف مسلح انقلاب پر یقین رکھنے والے گروہ اس زمرے میں آتے ہیں۔ انقلابی گروہ بنیادی طور پر بنگال، مہاراشٹر، بہار، متحدہ صوبوں اور پنجاب میں مرکوز تھے۔ مزید گروہ پورے ہندوستان میں بکھرے ہوئے تھے۔

آندھرا پردیش

ایالاواڈا نرسمہا ریڈی (وفات: 22 فروری 1847ء) ایک سابق ہندوستانی تلگو پولیگر کے بیٹے تھے، جو 1846ء میں بغاوت کا مرکز تھا، جہاں آندھرا پردیش رائلسیما ریجن میں کرنال ضلع میں 5000 / کسان برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی (ای سی) کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ وہ انیسویں صدی کے پہلے نصف میں انگریزوں کے ذریعہ متعارف کرائے گئے روایتی زرعی نظام میں تبدیلیوں کے خلاف احتجاج کر رہے تھے۔ وہ تبدیلیاں، جن میں ریوٹواری سسٹم کا تعارف اور ریونیو کو زیادہ سے زیادہ کرنے کی دیگر کوششیں شامل رہی ہیں، ان کی فصلوں کو ختم کر کے اور انہیں غریب بنا کر نچلے درجے کے کاشتکاروں کو متاثر کیا۔ اکا دکا واقعات کے علاوہ، 20 ویں صدی کے آغاز سے پہلے ہی برطانوی حکمرانوں کے خلاف مسلح بغاوت کا اہتمام نہیں کیا گیا تھا۔ 1905 / کے بنگال کی تقسیم کے دوران میں انقلابی فلسفوں اور تحریک نے اپنی موجودگی کو محسوس کروایا۔ بظاہر، انقلابیوں کو منظم کرنے کے ابتدائی اقدامات اروبند گھوش، اس کے بھائی بارین گھوش، بھوپندر ناتھ دتہ، لال بال پال اور سبودھ چندر ملک نے اپریل 1906 / میں جب جگنتر پارٹی کی تشکیل کے وقت اٹھائے تھے۔ جوگانتر کو انوشیلن سمیتی کے داخلی دائرہ کے طور پر تشکیل دیا گیا تھا، جو پہلے ہی بنیادی طور پر فٹنس کلب کے طور پر بنگال میں موجود تھا۔

بنگال انوشیلان سمیتی

پرمتھاناتھ میترا کی قائم کی گئی یہ تنظیم ایک بہت منظم انقلابی انجمنوں میں سے ایک بن گئی تھی، خاص طور پر مشرقی بنگال میں جہاں ڈھاکہ انوشیلا سمیتی کی متعدد شاخیں تھیں اور انہوں نے بڑی سرگرمیاں انجام دیں تھیں، جوگینتر شروع میں ہیگناہ کے پالماچ کی طرح کولکاتہ انوشیلا سمیتی کے اندرونی حلقے کے ذریعہ تشکیل دیا گیا تھا۔ 1920 / کی دہائی میں، کولکاتا دھڑے نے عدم تعاون تحریک میں گاندھی کی حمایت کی اور بہت سے رہنماؤں نے کانگریس میں اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ انوشیلان ساتی کی پانچ سو سے زیادہ شاخیں تھیں۔ امریکا اور کینیڈا میں مقیم ہندوستانیوں نے غدر پارٹی قائم کی تھی۔ بارین گھوش مرکزی رہنما تھے۔ انہوں نے باگہ جتن سمیت 21 انقلابیوں کے ساتھ مل کر اسلحہ اور دھماکا خیز مواد جمع کرنا شروع کیا اور بم تیار کیا۔ جوگینتر کا ہیڈ کوارٹر / 93 A بووبازار سٹریٹ، کولکتہ میں واقع تھا اس گروپ کے کچھ سینئر ممبروں کو سیاسی اور فوجی تربیت کے لئے بیرون ملک بھیجا گیا تھا۔ ان میں سے ایک، ہیمچندر کانونگو نے پیرس میں اپنی تربیت حاصل کی۔ کلکتہ واپس آنے کے بعد اس نے کلکتہ کے نواحی علاقے مانیکتلا میں ایک باغ گھر میں مشترکہ دینی اسکول اور بم فیکٹری قائم کی۔ تاہم، خودیرام بوس اور پرافولا چکی (30 اپریل 1908) کے مظفرپور کے ضلعی جج کنگز فورڈ کو قتل کرنے کی کوشش کے بعد پولیس تفتیش کا آغاز ہوا جس کے نتیجے میں بہت سارے انقلابی گرفتار ہوئے۔ 1910 / میں جتیندر ناتھ مکھرجی (باگہ جتن)

باگھا جتن جوگنتر کے اعلیٰ قائدین میں شامل تھے۔ اسے ہاوڑہ سب پور سازش کیس کے سلسلے میں متعدد دیگر رہنماؤں سمیت گرفتار کیا گیا تھا۔ ان پر غداری کا مقدمہ چلایا گیا، اس پر الزام یہ تھا کہ انہوں نے حکمران کے خلاف فوج کی مختلف رجمنٹ کو بھڑکایا تھا۔ جوگانتر نے، دوسرے انقلابی گروہوں کے ساتھ اور بیرون ملک ہندوستانیوں کی مدد سے، پہلی جنگ عظیم کے دوران میں برطانوی حکمرانوں کے خلاف مسلح بغاوت کا منصوبہ بنایا۔ اس منصوبے کا زیادہ تر انحصار ہندوستانی ساحل پر جرمن اسلحہ اور گولہ بارود کی خفیہ لینڈنگ پر تھا۔ اس منصوبے کو ہندو جرمن سازش کے نام سے جانا جاتا ہے۔ تاہم، منصوبہ بند بغاوت عمل میں نہیں آئی۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد یوگانتر نے عدم تعاون تحریک میں گاندھی کی حمایت کی اور ان کے بہت سے قائدین کانگریس میں تھے۔ پھر بھی، اس گروہ نے اپنی انقلابی سرگرمیاں جاری رکھیں، ایک قابل ذکر واقعہ چٹا گانگ کا اسلحہ خانے کا تھا۔

اتر پردیش

ہندوستان سوشلسٹ ریپبلکن ایسوسی ایشن

ترمیم

بھگت سنگھ، سکھدیو تھاپر اور شیو ارام راج گرو ہندوستان ریپبلکن ایسوسی ایشن (ایچ آر اے) کا قیام اکتوبر 1924 میں اتر پردیش کے کانپور میں رامپرساد بسمل، جوگیش چیٹرجی، چندر شیکھر آزاد، یوگیندر شکلا اور سچندر ناتھ سانیال جیسے انقلابیوں نے کیا تھا۔ پارٹی کا مقصد نوآبادیاتی حکمرانی کے خاتمے کے لئے مسلح انقلاب کا اہتمام کرنا اور ایک وفاقی جمہوریہ ریاستہائے متحدہ انڈیا کا قیام تھا۔ کاکوری ٹرین ڈکیتی اس گروہ کے ذریعہ بغاوت کا ایک قابل ذکر فعل تھا۔ کاکوری مقدمہ اشفاق اللہ خان، رام پرساد بسمل، روشن سنگھ، راجندر لہڑی کو پھانسی دینے کا باعث بنا۔ کاکوری کیس اس گروپ کے لئے ایک بڑا دھچکا تھا۔ تاہم، گروپ کو جلد ہی چندر شیکھر آزاد کی سربراہی میں اور بھگت سنگھ، بھگتی چرن ووہرا اور سکھدیو جیسے ممبروں کے ساتھ 9 اور 10 ستمبر 1928 / کو دوبارہ منظم کیا گیا تھا اور اس گروپ کو اب ہندوستان سوشلسٹ ریپبلکن ایسوسی ایشن (ایچ ایس آر اے) کا نام دیا گیا تھا۔

لاہور میں 17 دسمبر 1928 / کو بھگت سنگھ، چندر شیکھر آزاد اور راج گورو نے لالہ لاجپت رائے پر مہلک لاٹھی چارج میں ملوث ایک پولیس اہلکار سینڈرز کو قتل کر دیا۔ بھگت سنگھ اور بٹوکیشور دت نے سنٹرل قانون ساز اسمبلی کے اندر بم پھینکا۔ اس کے بعد اسمبلی بم کیس کی سماعت ہوئی۔ بھگت سنگھ، سکھدیو تھاپر اور شیو رام راج گرو کو 23 مارچ 1931 / کو پھانسی دے دی گئی۔،،

انتخاب کے ماحول میں بھارتیہ جنتا پارٹی اور وزیراعظم کا بہ تدریج کمزور ہونا

صفدر امام قادری
شعبۂ اردو، کالج آف کامرس
، آرٹس اینڈ سائنس، پٹنہ

ابھی ٹیلی پرامپٹر کی تکنیکی خرابی کے لطیفے ملک اور بیرونِ ملک کے سیاسی اور صحافتی حلقے میں نمک مرچ کے ساتھ ہر جگہ دیکھنے کو مل رہے ہیں مگر اصلی سوال یہ ہے کہ وہ کون سی ذہنی کیفیت تھی جس میں وزیرِ اعظم کے ساتھ ایسا معاملہ در پیش ہوا۔ وہ وزیرِ اعظم جو اپنی خطابت کے لیے اور زبان دانی سے وقت کے ٹھہرے ہوئے پانی میں آگ لگا دینے والی صلاحیت کے لیے شہرت رکھتا ہو، وہ شخص آخر ایک تکنیکی خرابی کا بوجھ برداشت نہیں کر سکا اور جگ ہنسائی کے لیے وہ مجبور ہوا۔ سیاسی مبصرین کے پیشِ نظر ایک طرف نریندر مودی کی زور آور تقریریں سامنے ہیں، جوش اور جذبے کے ساتھ چہرے اور جو سر یا ہاتھ کے استعمال سے ایک عالم بپا کر دینے میں مہارت رکھتا ہو، جسے اُس کے نکتہ چیں بھی باتوں کا راج کمار کہتے ہوں، وہ آخر ساری دنیا کے سامنے گونگا کیوں بن گیا؟ کیا وہ بغیر کسی سہولت کے تکنیکی مدد کے چار جملے ایسی پریشانی کے عالم میں کیوں کر نہیں ادا کر سکتا تھا؟ وزیرِ اعظم کی تقریر کے دوران ڈرامائی کیفیت اور محاکاتی مہارت کو دنیا تسلیم کرتی ہے مگر اُس روز آخر کیا ہو گیا؟ آخر اِس میں ملک کی جگ ہنسائی تو ہوئی ہی کہ ہندستان کا وزیرِ اعظم دیکھے ہوئے لفظوں کے آگے اپنی طرف سے چار جملے بھی نہیں بنا سکتا ہے۔

ہندستانی میڈیا نے بہت حد تک وزیرِ اعظم کی اِس جگ ہنسائی میں حکومت کا ساتھ دیا اور اُن کی یہ کوشش رہی کہ یہ خبر دب جائے یا اتنا پیچھے رہ جائے کہ لوگ اِس پر توجہ ہی نہ کریں مگر صحافتی انقلاب اور تکنیکی حیرت کے اِس دور میں پوری دنیا کی سطح پر ویڈیو رکارڈنگ عام ہوئی اور نہ چاہتے ہوئے بھی دنیا کو ماننا پڑا کہ نریندر مودی کے پاس بدلتی ہوئی دنیا اور ہندستان کے چیلنجز جیسے مسئلوں پر کوئی پرتصور نہیں ہے۔ عالمی مسئلوں میں اِس شکست نے ہماری آنکھیں کھول دیں اور لوگوں کو نئے سرے سے نریندر مودی کی ذہانت، خطابت، علمی لیاقت اور قائدانہ شعور کو سمجھنے اور جائزہ لینے کا موقع دیا۔ کون جانتا ہے کہ یہاں سے پورا ملک نئے سرے سے اُن کا محاسبہ کرنے لگے اور اُن کے حقیقی مقام کے مطابق اُنھیں جگہ دے۔

ماہرین کے تجزیے میں خاص طور سے دو باتیں اُبھر کر سامنے آ رہی ہیں۔ پہلی بات سیاسی ہے اور لوگوں کا کہنا ہے کہ نریندر مودی کو یہ بات سمجھ میں آ چکی ہے کہ اُن کے ہاتھ سے اقتدار نکلنے کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔ جن ریاستوں میں وہ اپنی طاقت ثابت کرنا چاہتے تھے، وہاں ایک ایک کر کے اُن کے لیے وسائل محدود ہوتے جا رہے ہیں اور آنے والے وقت میں جہاں اُنھیں طاقت بڑھانے کے مواقع کی طلب ہے، وہاں بھی ایسی کوئی توقع نہیں کہ وہ اپنی پارٹی کو منزل تک پہنچا پائیں گے۔ جب ریاستوں میں ایک ایک کر کے بساطِ حکومت اُلٹتی جائے گی تو ۲۰۲۴ء میں آخر تیسری بار وزیرِ اعظم کے لیے کیسے گنجائش پیدا ہوگی؟ فصیلِ وقت پر لکھی اِن عبارتوں کو نریندر مودی دوسروں سے پہلے پڑھ رہے ہیں اور اُس کی مایوسی میں وہ گرفتار ہونے لگے ہیں۔ اقتدار کا چھننا اُسے ہی معلوم ہوتا ہے، جس سے یہ چھینی جاتی ہے۔

نریندر مودی کی گھبراہٹ کا حقیقی سبب یہی ہے کہ گجرات سے دہلی کی ترقی کے بعد اقتدار سے بے دخل ہونے کا سوچتے ہوئے بھی اُنھیں وحشت ہوتی ہوگی۔ اُتر پردیش کے ایک ایک حلقۂ انتخاب سے زمینی سطح کی جو اطلاعات آ رہی ہیں، ان کے تجزیہ نگار یہ نتیجہ اخذ کر رہے ہیں کہ مودی اور یوگی مخالف لہر میں سب کچھ ختم ہو جائے گا۔ جب اُتر پردیش ہاتھ سے نکل جائے تو بھلا اسمبلی کے بعد پارلیمنٹ میں وہاں سے کتنے لوگ بھارتیہ جنتا پارٹی کے کارواں کو منزلِ مقصود تک لے جا سکیں گے؟ گومتی میں پارٹی ڈوبنے سے بچ جائے تب بھی جمنا کا پار کرنا اُس کے لیے ناممکن ہوگا۔

اسی طرح پنجاب میں بھارتیہ جنتا پارٹی نئے سرے سے کوئی خواب دیکھ پانے میں خود کو موزوں نہیں سمجھ پا رہی ہے۔ پہلے یہ توقع تھی کہ کانگریسیوں میں گھمسان مچا ہوا تھا۔ دلّی سے چنڈی گڑھ تک اُتھل پتھل ہو رہی تھی۔ وزیرِ اعلا کی تبدیلی کے بعد بھارتیہ جنتا پارٹی نے آگ میں گھی ڈالنے کا کام کیا مگر اُسے کوئی فائدہ نہ ملا۔ اُلٹے اُس کی مقبولیت اور گھٹتی گئی۔ کانگریس کی حکمتِ عملی کا جو نقص تھا، اُس کا فائدہ اکالی دل اور بھارتیہ جنتا پارٹی لینے میں کامیاب نہ ہوئے۔ بھارتیہ جنتا پارٹی کے قائد اِس سے بھی محروم اور بے بس نظر آ رہے ہیں۔ آخر اقتدار کی بلند تر منزل پر رہتے ہوئے رہ رہ کر اِس شکست اور شکستِ خواب کو کوئی کس طرح برداشت کرے۔ انتخاب کے دوران اُدھر نریندر مودی کی تقریروں سے وہ اعتماد سرے سے غائب نظر آتا ہے جس کے لیے وہ مشہور ہیں۔ پنجاب میں انتخاب کے دوران اپنی حفاظت کے لیے جس طرح کا اُنھوں نے ماحول بنایا، اُس نے بھی ان کی قلعی اُتار دی اور یہ عام ہو گیا کہ تحفظ کے سوال کو جس طرح مودی جی نے آگے کیا، حقیقی بات تو یہ تھی کہ انتخابی جلسے میں لوگ ہی جمع نہیں ہو سکے تھے اور یہ مزید ذلّت کی بات ہوتی کہ محترم وزیرِ اعظم دو چار پانچ سو لوگوں کے سامنے تقریر فرمائیں۔ ۲۰۱۴ء میں جس طرح اُنھوں نے اپنے مقبولیت کے ایک سے ایک پیمانے وضع کیے، اب رفتارِ زندگی اُلٹی ہو گئی ہے اور حد تو یہ ہے کہ ملک کے وزیرِ اعظم کی باتوں کو سننے کے لیے کوئی نظر نہیں آ رہا ہے۔ یہ صرف سیاست اور ووٹ کا معاملہ نہیں بلکہ اِس سے یہ بات بھی ثابت ہو رہی ہے کہ نریندر مودی کے پاس ایسی کوئی بات بھی نہیں جسے سننے کے لیے ہندستان کا عام آدمی اپنے گھروں سے نکل کر سڑک اور میدان پر آ جائے۔ یہ مودی جی کی نامقبولیت کا کھلا ثبوت ہے۔

لوگوں کو اب بھی یاد ہوگا کہ ۲۰۱۴ء میں جب ۱۵ راگست کو وزیرِ اعظم کی حیثیت سے اُنھیں پہلی بار لال قلعہ سے ملک کے عوام کے سامنے خصوصی خطاب پیش کرنا تھا تو اُنھوں نے پہلے ہی یہ اعلان کیا کہ وہ لکھی ہوئی تقریر نہیں پڑھیں گے بلکہ فی الفور اپنی طلاقتِ لسانی کا ثبوت فراہم کرتے ہوئے ہندستانی عوام کے سامنے اپنا خصوصی خطاب پیش کریں گے۔ اُس سے پہلے دس برسوں تک منموہن سنگھ کے تحریری خطابات سامنے آ چکے تھے۔ نریندر مودی اور بھارتیہ جنتا پارٹی کے کارکنان نے منموہن سنگھ کا مذاق بھی اُڑایا۔ اُنھیں گونگا وزیرِ اعظم بھی کہا جاتا تھا۔ حالاں کہ وہ صرف سیاست داں نہیں تھے۔ یونی ورسٹی میں درس و تدریس کا اُنھیں اچھا خاصا تجربہ تھا۔ اُن کی کتابیں بھی شایع ہو چکی تھیں۔ ایک استاد کے لیے بولنا اور لکھنا کبھی کوئی مشکل کام نہیں ہو سکتا تھا مگر اُن کی ضابطہ بندی اور نپی تلی گفتگو کا مذاق اُڑاتے ہوئے نریندر مودی نے اپنی کھلی تقریر کا جواز پیش کیا تھا۔

نریندر مودی حقیقت میں اقتدار کے اعتماد اور اُس سے پیدا شدہ غرور کے سبب اپنی خطابت پر اِس قدر نازاں تھے۔ اُنھیں یہ یاد ہی نہیں تھا کہ قوم کے سامنے خطاب کی دفتری اعتبار سے کس قدر اہمیت ہے اور کس طرح اُس کی دستاویزی اہمیت پوری دنیا کے لیے ہوتی ہے۔ اُس میں زبان کی ایک پھسلن بھی خطرناک ثابت ہوگی مگر نریندر مودی نے زبانی تقریر کا کچھ اِس انداز سے شگوفہ چھوڑا کہ لوگوں نے اُسے صلاحیت سے جوڑ لیا اور حکومت کے خوشامدیوں کو یہ کہتے ذرا بھی دیر نہیں لگی کہ علمی اعتبار سے نریندر مودی برتر اور عظیم ہیں۔

کہتے ہیں کہ غرور بالآخر آپ کے سر کو جھکا دینے کے لیے ہی ہوتا ہے۔ پچھلے سات برسوں میں نریندر مودی ملک کے سب سے بڑے سیاست داں ہی نہیں ہیں بلکہ وہ اپنی زبان، اپنے بیان، اپنے فیصلوں اور اپنے لباس یا انداز و اطوار سے ایک ایسے شخص کے روپ میں دکھائی دیتے ہیں جو غُرور اور تمکنت کا ایسا سورج ہے جو نصف النہار تک پہنچا ہوا ہے۔ اُس وقت آپ کا سایہ بھی آپ کے قدموں میں لوٹنے لگتا ہے۔ سر پر سورج ہے تو اُسے اوپر خدا بھی دکھائی نہیں دیتا ہے۔ نریندر مودی اِسی مغرور کیفیت کا ایسا شکار ہوئے جس سے نکل پانا اب اِس زندگی میں ممکن نہ ہوگا۔ منموہن سنگھ نے دس برس کی وزیرِ اعظم کی کُرسی کو اپنے وقار اور اپنی شخصیت کی نرمی سے سینچا تھا۔ نریندر مودی نے سات برس میں اپنے غرور سے اُسے ایسا بھسم کیا کہ اب اُن کی پارٹی، اُن کی حکومتیں اور خود اُن کا وجود ہی جل کر خاک ہونے کے لیے تیار ہے۔ حکومت کے تام جھام نے اُنھیں اپنی عقل اور شعور کے استعمال کی عادت سے بھی دور کر دیا۔ بنی بنائی تقریریں اور اُن کے لیے ہزار تکنیکی پردے اور سب سے بڑھ کر اداکارانہ انداز میں بیک گراؤنڈ کی آواز کے ساتھ ہونٹ میں ہونٹ ملاتے ہوئے بولنے کی لت؛ ایسے میں ذہن میں کوئی نیا موضوع یا نئی بات کہاں سے آئے گی۔ جگ ہنسائی تو ہونی ہی تھی۔ کہاوت مشہور ہے، آنکھ بند اور ڈبا غائب۔ ایک تکنیکی رُکاوٹ پیدا ہوئی، وزیرِ اعظم نے ملک کی عزت داؤں پر لگا دی۔ آنے والے مہینوں میں اُتر پردیش اور پنجاب میں عوام کہیں اُنھیں اِس کا خمیازہ بھگتنے کے لیے بے بس نہ کر دیں۔

محبت ہے خاکِ وطن سے ہمیں

نام: لاکھانی آفرین سلیمان
جماعت: دہم
اسکول: رائل گرلز اردو اسکول

محبت ہیں خاک وطن سے ہمیں
محبت ہیں اپنے چمن سے ہمیں

تمام ممالک میں صرف ملک ہندوستان اس قدر وسیع تر دامن رکھتا جسے کے تلے ہر رنگ و نسل اور ہر قوم ملت کے لوگ پروان چڑھتے ہیں یہ فخر تمام ممالک میں صرف ہندوستان کو حاصل ہے جہاں مختلف اقوام اور ہر مذہب و ملت کے لوگ یہاں محبت و رواداری اور بھائی چارگی و خیر سگالی کے ساتھ صدیوں سے آباد ہیں۔ ہمارا ملک ہندوستان ایک ایسا چمن ہے جس میں رنگ برنگے پھول اپنی صدا بہار مستیوں میں جھوم رہا ہے ہماری بھائی چارگی اور رنگارنگ تہذیب کے آگے یقیناً دوسرے سیکولر ممالک پیچھے ہیں۔ اونچے اونچے پہاڑ جن کی چوٹیاں برف سے ڈھکی ہوئی ہیں بڑے بڑے دریا نہ جانے کتی صدیوں سے اپنے سینے میں گہرے راز اور خزانے پنہاں کیے ہوئے ہیں۔ سمندر اپنے سینے پر بڑے بڑے جہازوں کو سنبھالا ہوا۔ اپنی جوش و مستی میں مکمل خاموشی کے ساتھ رواں دواں ہیں یہاں طرح طرح کی فصلیں لہلہاتے کھیت جس کی ہریالی کے لئے محنت کش کسان اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیتے ہیں انکی جدوجہد کی بدولت ہمارا ملک ہندوستان ہرا بھرا رہتا ہے۔ یہاں کے ہر انصاف پسند واسی کو اپنے مادر وطن سے بے حد محبت ہے اور کیوں نہ ہو۔ وہ مادر وطن کی زمین سونا اگلتی ہو۔ انکی زندگی کو پر بہار بناتی ہو۔ یقیناً اس ملک کا احسان ہے ہم سب پر۔ اور ہم کا ہر انصاف پسند واسی تادم حیات اپنے مادر وطن کے احسانات کو فراموش نہیں کر سکتا۔ یہی وہ دھرتی ہے جس پر نانک گوتم غالب جیسے مہاتما پیدا ہوئے۔ جنہوں نے اپنے پوری زندگی سچائی کے راستے پر قائم رکھا اور لوگوں کو اس پر چلنے کی تلقین دی اشوک اور اکبر جیسے عظیم شہنشاہ ہمارے ہی وطن میں پیدا ہوئے ہیں عظیم شاعر ٹیگور؛ خسرو؛ گیانشو؛ تلسی داس کی جنم بھومی ہمارا ہی مادر وطن ہے۔ اس کی خاک سے ایسے جانباز بہادر سپوت پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے خون سے وطن کو لالہ زار کیا اور اس پہ آنچ نہ آنے دیی

ہمارا مادر وطن ہندوستان ماں جیسی حیثیت رکھتی ہے اس لیے ہم اپنا تن من دھن بھی نثار کریں گے۔ اس مادر وطن کے دیئے ہوئے جوش و ہمت سے ہم بڑے بڑے کارنامے انجام دیتے ہیں۔ ہم میں اتحاد کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اس مادر وطن نے مجھے تمہیں اور ہم سب کو صداقت و بھائی چارگی کی تعلیم دی ہے۔ اور محبت کا جذبہ پیدا کیا ہے۔ ہمارے وطن کی اس روایت پر ہم فخر کرتے ہیں۔

خاک وطن کا مجھے ہر ذرہ عزیز ہے اس کا ایک ایک ذرہ مجھے جان سے زیادہ پیارا ہے اسی لیے میں وقت آنے پر جان بھی دینے سے انکار نہیں کروں گی کسی نے سچ ہی کہا ہے

"رنگارنگ تہذیب اس وطن کی زینت ہے۔"
سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
٭ آپ سبھی کو یوم جمہوریہ مبارک ٭

26 جنوری

یاسین انصاری
اٹاوہ، یوپی

जासीन अंसारी

جمہوریت کی شان ہے چھبیس جنوری
بھارت کی آن بان ہے چھبیس جنوری
مہکے ہوئے ہیں پھول مسرت کے ہر طرف
خوشبو کا اک جہان ہے چھبیس جنوری

بھائی چارے کی فصلیں اگائیں گے ہم
نفرتوں، رنجشوں کو مٹائیں گے ہم
ہم حفاظت کریں گے اس آئین کی
یوم جمہوریہ یوں منائیں گے ہم

ایکتا کا سبق ہے یہ جمہوریت
یار جینے کا حق ہے یہ جمہوریت
آبرو جو کتاب محبت کی ہے
ایسا روشن ورق ہے یہ جمہوریت

کتنا اچھا لگتا ہے گرنتنتر دوس
قومی تہوار اپنا ہے گرنتنتر دوس
اک دوجے کو دیتے ہیں سب لوگ بدھائی
اہل وطن کو پیارا ہے گرنتنتر دوس

☆☆☆☆☆

غزل

رفیق عثمانی، آکولہ

شکایتیں تھیں اگر ہم سے تو بتانا تھا
کسی رقیب کی باتوں میں یوں نہ آنا تھا

سلگتی دھوپ بھی لگتی تھی چاندنی جیسی
تمہارے پیار کا موسم بڑا سہانا تھا

اسی کو توڑ دیا سرپھری ہواؤں نے
جو سایہ دار شجر گاؤں میں پرانا تھا

چہک رہا تھا خوشی سے جو شاخ پر پنچھی
اسی پہ سب کی نظر تھی وہی نشانہ تھا

ضرورتوں سے زیادہ، کما لیا ہوگا
اے میرے لختِ جگر اب تو لوٹ آنا تھا

یہ کس بناء پہ مجھے تم نے کہہ دیا غدار
میری وفاؤں پہ شک تھا تو آزمانا تھا

ہزاروں پیڑ تھے ویسے تو گلستاں میں رفیق
اسی پہ برق گری جس پہ آشیانہ تھا

نظم
اٹھو ساتھیو

شجاع الدین شاہد ممبئی

محبت کے پھولوں سے اس کو سجائیں
چلو اپنی دھرتی کو دلہن بنائیں
چلو ساتھیو اٹھو ساتھیو

یہاں موسموں کا سریلا ہے سنگم
یہ بارش کی رم جھم بہاروں کا موسم
یہ منظر سہانا رہے سبز ہر دم
ہمارے وطن سے رہے دور ہر غم
ہمیشہ اسے چشم بد سے بچائیں
چلو ساتھیو اٹھو ساتھیو

یہ مسجد بھی اپنی یہ مندر بھی اپنا
وطن کے شہیدوں کی تم لاج رکھنا
یہ چشتی کا نانک کا گاندھی کا سپنا
کریں اس کو پورا یہ ہے فرض اپنا
دیئے ایکتائی کے گھر گھر جلائیں
چلو اپنی دھرتی کو دلہن بنائیں
چلو ساتھیو اٹھو ساتھیو

☆☆☆☆☆

دیش گیت

بھارت ہمیں تو ہے جاں سے پیارا

ذکی طارق، بارہ بنکوی

اے وطن اے پیارے بھارت ہمیں تو ہے جاں سے پیارا ہمیں تو ہے جاں سے پیارا
رہیں تیرے شترو زندہ ہمیں کب ہے یہ گورا ہمیں تو ہے جاں سے پیارا
ترے پیڑ تیرے پودے تری ندیاں تیرے جھرنے
ترے کھیت تیری فصلیں ترے پرو تیری رسمیں
ہے ہر اک چیز سے ہی تری حسن آشکارا ہمیں تو ہے جاں سے پیارا
اے وطن اے پیارے بھارت ہمیں تو ہے جاں سے پیارا ہمیں تو ہے جاں سے پیارا
تجھے باپو نے بنایا تجھے نہرو نے سجایا
توبھگت حمید بسمل اشفاق کی ہے مایا
تو ہے ان امر شہیدوں کے خون کا سنورا ہمیں تو ہے جاں سے پیارا
اے وطن اے پیارے بھارت ہمیں تو ہے جاں سے پیارا ہمیں تو جاں سے پیارا
تری صبح گیتا قرآن اور بائبل کرائیں
تری شام شنکھ اذان اورناقوس لے کے آئیں
تو اے دیش ایکتا کا ہے درشیہ نیارا نیارا ہمیں تو ہے جان سے پیارا
اے وطن اے پیارے بھارت ہمیں تو ہے جاں سے پیارا ہمیں تو جاں سے پیارا
ترا انّ کھا رہے ہیں ترا پانی پی رہے ہیں
تری ہی پون میں سانسیں لے لے کے جی رہے ہیں
تری مٹی کا ہر اک کڑ اپنے لیے ہے تارا ہمیں تو ہے جاں سے پیارا
اے وطن اے پیارے بھارت ہمیں تو ہے جاں سے پیارا ہمیں تو ہے جاں سے پیارا
ترے واسطے جیئے گیں ترے واسطے مریں گے
ترے واسطے ہی اپنا ہر کام ہم کریں گے
اے وطن تری قسم یہ سنکلپ ہے ہمارا ہمیں ہے جان سے تو پیارا
اے وطن اے پیارے بھارت ہمیں تو ہے جاں سے پیارا ہمیں تو ہے جاں سے پیارا
تری عظمتوں پہ قرباں تری عظمتوں کے صدقے
کرے ناز تجھ پہ دنیا اے حسین دیش میرے
یہ ہے کہتی گنگا جمنا اور سرسوتی کی دھارا ہمیں تو جان سے ہے پیارا
اے وطن اے پیارے بھارت ہمیں تو ہے جاں سے پیارا ہمیں تو ہے جاں سے پیارا
تو"ذکی "پریرنا ہے تو "ذکی " کی چیتنا ہے
تو "ذکی "کی کلپنا ہے تو " ذکی "کی سادھنا ہے
تری گود نے ہی اس کے ہے گیان کو نکھارا ہمیں تو ہے جاں سے پیارا
اے وطن اے پیارے بھارت ہمیں تو ہے جاں سے پیارا ہمیں تو ہے جاں سے پیارا

☆☆☆

جمہوریت کی لاش

نیاز جَیراجپوری

عداوت ، بُغض و نفرت کی جو آندھی رُک نہیں پاتی
اِسی آندھی نے خاک و خون کے منظر دِکھائے ہیں
گلی کُوچوں میں بہتا خون زخمی لوگ اور لاشیں
اِسی آندھی نے یہ سب اور جلتے گھر دِکھائے ہیں
کہیں فِرقہ پرستوں نے کیا ہے قتل لوگوں کو
کہیں زندہ جلا ڈالا اِنہوں نے بے گناہوں کو
کہیں معصوم بچے ہو گئے چھلنی کہیں زخمی
یقیناً موت تڑپی ہوگی سُن کر اُن کی آہوں کو
کِسی کی مانگ اُجڑی ہے کِسی کی گود اُجڑی ہے
کوئی سارا اثاثہ زندگی کا کھو کے بَیٹھا ہے
کِسی کے چہرے پر پتھرائی آنکھوں سے یہ ظاہر ہے
کہ یہ سارا اُجالا زندگی کا کھو کے بَیٹھا ہے
پسِ دیوار مذہب ہیں سیاسی بھیڑیئے بَیٹھے
چھپا کر اصل چہرہ دھرم کا جو کام کرتے ہیں
نہ اِنکو بابری مسجد نہ مندر رام کا پیارا
عُروسِ ہند کی عظمت کو جو نیلام کرتے ہیں
بہاریں آہیں بھرتی ، ہاتھ مَلتی لَوٹ جاتی ہیں
چمن میں قومی یکجہتی کے خیمہ زن خزائیں ہیں
بِکھرتے جا رہیں بال و پَر سونے کی چڑیا کے
نہ جانے اس کو لگتی جاتی کِس کی بد دعائیں ہیں
تقاضا وقت اور حالات کا ہے جو اُسے سمجھو
سُنو ! اے پیار سے پیارے وطن والو چلو آؤ
نہ بَیٹھو مُوند کر آنکھوں کو ، دیکھو اور بڑھو آگے
مُحافِظ دیش اور قانون کے بنتے چلے جاؤ
چڑھا کر دھرم کو لوگوں نے سُولی پر سیاست کی
اخوت ، دوستی ، اِنسانیت سب کچھ کُچل ڈالا
دِلوں کے بیچ اب یہ فاصلے بڑھتے ہی جاتے ہیں
کہ اِن موقع پرستوں نے مزاجوں کو بدل ڈالا
کِیا زر خیز جِس دھرتی کو خوں دے کر شہیدوں نے
اسے کچھ ذہن و دِل کے کالوں نے بنجر بنا ڈالا
وطن اپنا مِثالی تھا کبھی جو سارے عالم میں
اسے کچھ سر پھروں نے بد سے بھی بد تر بنا ڈالا
ہر اِک چوراہے پر جمہوریت کی لاش لٹکی ہے
درِ اِنصاف پر قانون کا پُتلا مُسلّط ہے
جہاں سب ہنستے گاتے تھے ، جہاں تھیں رَونقیں کل تک
نیازؔ آج ان گلی کوچوں میں سنّاٹا مُسلّط ہے

☆☆☆

پیارا ہندوستان

ارشاد عاطفؔ احمد آباد

پیارا ہندوستان ہمارا دنیا میں ہے مہمان
اس کے لئے ہم کر سکتے ہیں اپنی جاں قربان

جنت ہے کشمیر ہمارا سُورگ ہے عینیتال
بھولا ہے گجرات یہاں جادو سے بھرا بنگال
دلّی اس کے دل کی دھڑکن ممبئی مایا نگری
مل کے منائے عید، دیوالی، ہولی اور ناتال
لال قلعہ اور تاج محل ہے اس کی حسیں پہچان
پیارا ہندوستان ہمارا دنیا میں ہے مہمان

مانا بے ایمان یہاں کچھ کھیلے خون کی ہولی
بن کے لٹیرے ارمانوں کی لوٹ رہے ہیں بولی
اپنے بن کر دیتے ہیں ظالم یہ ہم کو دھوکہ
چلا رہے ہیں مجبوروں پر معصوموں پر گولی
ان کی بدولت پیارے دیش کا ہوا بہت نقصان
پیارا ہندوستان ہمارا دنیا میں ہے مہمان

دیکھو بھول نہ جانا تم ان لوگوں کی قربانی
یاد ہمیشہ رکھنا ان لوگوں کی امر کہانی
اپنا خون بہا کر پیارے دیش کی شان بچائی
جان گنوا کر اپنی ہم لوگوں کی جان بچائی
ان کی شہادت سے ہی آج آزاد ہے ہندوستان
پیارا ہندوستان ہمارا دنیا میں ہے مہمان
اس کے لئے ہم کر سکتے ہیں اپنی جاں قربان

☆☆☆

یوم جمہوریہ

حنا نسیم
آرہ۔ بھوجپور
بہار

اپنے وطن کی شان ترنگا
ویروں کی پہچان ترنگا

سرحد پر لہراتا ہے وہ
امن کا ہے وہ نشان ترنگا

آزادی کی یاد دلاتا
دل ہے اپنی جان ترنگا

اب تو ساری دنیا میں یہ
اپنی ہے پہچان ترنگا

ہے ابھیمان ترنگا بھارت کی
سب دلوں کی حنا جان ترنگا

غزل

اعجاز پاشاہ
اعجاز بگدلی
پونہ مہاراشٹرا

اک درد دل سے اٹھ ہمیں ہمدرد مل گیا
جس درد کا تھا خوف وہی درد مل گیا

کاسہ لئے خلوص کا جس در پہ بھی گئے
پھر کھا گئے فریب کہ بے درد مل گیا

مارے خوشی کے تھام لیا زندگی کا ہاتھ
جس کا تھا مجھکو ڈر وہی پھر فرد مل گیا

یہ فلسفہ ہے زیست کا کھل کر نبھایئے
جب تک رہا تھا سر ہمیں سر درد مل گیا

اعجاز زندگی کے تقاضوں کی جنگ میں
لگتا ہے آئینہ میں وہی مرد مل گیا

☆☆☆

غزل

راجیو گوسوامی
آتش مرادآبادی
پولیس لائن شاہجہاں پور

شب کو جلتا ہے جب قمر کا چراغ
میں جلاتا ہوں اشک ترکا چراغ
جاکے لوٹا نہیں ہے سرحد سے
بجھ گیاہے کسی کے گھر کا چراغ
رات پھر تری یاد میں جاناں
را تکتا رہا نظر کا چراغ
اب اندھیرے نہ پاس آئیں گے
شان سے جل رہاہے درکاچراغ
جس کا فیضان ہو سبھی کے لئے
میرے مالک وہ دے ہنر کا چراغ
ساری دنیا میں نور پھیلاؤ
تم جلاتے رہو سفر کاچراغ
نام آتشؔ کا بھی مولاروشن ہو
یوں جلے فکر معتبر کا چراغ

افسانچہ: سمارا..

فرحانہ نازنین
بہار انڈیا،

وادی میں برف باری ہورہی تھی۔ ہر طرف سفیدی اور سیاہی مائل دھند نے ایک عجیب ہی حسین ودلفریب سا سماں باندھ رکھا تھا۔مگر وادی کے اس دلفریب حسن سے پرے وادی کی عام زندگی اور آمدورفت معطل تھی۔ راستے سارے بند پڑے تھے۔ اور گھر میں وہ اکیلی........کئی دنوں سے بجلی بھی غائب تھی۔ کچن میں اس نے گیس جلانے کی کوشش کی۔مگر سلنڈر بھی خالی پڑا تھا۔ باہر سے لائی لکڑیاں بھی گیلی گیلی سی تھیں۔ سلگ کرنادیں۔ بھیگی ہوی پلکوں سے اس نے کھڑکی کی طرف دیکھا..... شاید مدد آجائے.... مگر سفیدی نے پوری کھڑکی کو ڈھک رکھا تھا۔ اسکے پار کچھ بھی دیکھنا ناممکن ہی تھا۔ اس نے اپنی ہتھیلیوں کو ایک دوسرے سے رگڑ کر جسم میں حرارت پیدا کرنے کی کوشش کی۔ مگر ناکام رہی.. برف باری نے ٹمپریچر حد سے زیادہ ہی گرادیا تھا۔ اسکا سارا بدن سرد پڑ رہا تھا.. تبھی ایک آواز اسکے کانوں میں گونجی.....سمارا.......سمارا.....وہ بھاگ کر کھڑکی کے پاس گئی.. باہر دیکھنے کی کوشش کرنے لگی۔ مگر وہاں کوئی نہیں تھا.. چاروں جانب سناٹا پھیلا تھا...وہی آواز اسے دوبارہ سنائی دی۔ یہ زیادہ واضح اور صاف تھی..

سمارا....سمارا....وہ خوشی سے کھل اٹھی.." بابا...بابا.. میں جانتی تھی کہ بابا آپ ضرور آئینگے میرے لئے..."

تبھی اچانک دھند میں ڈوبتے ذہن اور سن ہوتے ہوئے وجود میں بجلی سی کوندی...لیکن بابا تو پچھلے سال ہی برف میں دب جانے سے مر چکے ہیں.....پھر کہاں سے!!؟

دوسرے ہی پل وہ بابا کی ہتھیلیوں میں ہاتھ ڈالے ہر فکر سے آزاد ہوچکی تھی۔

عنوان..مگر...

فرحانہ نازنین، بہار انڈیا،

سردیاں ڈھل چکی تھیں۔ برف بھی پگھل رہی تھی۔ سرد اور منجمد ہواؤں نے بھی رخ بدلا اور وادئ کشمیر کی برفیلی پہاڑیاں پھر سے کھل اٹھیں۔ پوری وادی پر خوشگوار ہواؤں نے ڈیرے ڈالے۔ ہر شئے نکھر کر خوشنما ہوگئی۔ خوش رنگ پھول کھل اٹھے۔ ہریالی مہکنے لگی زعفران کے کھیت مسکرانے لگے۔ تاحدنگاہ دلوں کو مسحور کر دینے والا حسن بکھرا پڑا وہ بھی اس دلفریب اور دلکش منظر میں کھوئی ہوئی خراماں خراماں چلی آرہی تھی۔ دل ونگاہ کو وادئ کشمیر کے بے مثال حسن نے اپنی گرفت میں قید کر رکھا تھا۔ وہ ان خوشنما مناظر سے لطف اندوز ہوتی ہوئی بے خودی میں گنگناتی ہوئی آگے بڑھی چلی جارہی تھی۔ تبھی اچانک اس کی نگاہ اپنے بائیں جانب اٹھی۔" اف.....اس نے خوف سے اپنی آنکھیں زور سے میچ لیں۔ ایسے حسین منظر میں وہ کہیں بھی فٹ نہیں تھا

فٹ کیا.....اسکا تو تصور بھی محال تھا.....بے حد کریہہ اور بدصورت...اس نے دھیرے دھیرے اپنی بند آنکھوں کو کھولا۔ اور اسے دیکھنے کی شعوری کوشش کی۔ وہ کوئی بھیانک خواب نہیں بلکہ حقیقت تھا.....لاغر و کمزور، سیاہی مائل رنگت کا اپاہج اور ضعیف شخص، زمین پر بمشکل خود کو گھسیٹ پا رہا تھا۔ اٹھ کھڑا ہونے کی اس کی کوشش تو ویسے ہی تھی جیسے بنا بیج کے کھیت بونے کی کوشش، ہمت کر کے وہ اسکے قریب ہوگئی۔

.."میں آپ کی مدد کرادوں بابا"..ازراہ انسانیت اس نے پوچھا۔

..." نہ....نا....نا.. بیٹی تم مدد کو نا آؤ کہیں وہ تمہیں گرفتار نا کرلیں۔ میں بہتر سالہ بڈھا.....میں نے وادی کو فراز سے نشیب میں اترتے دیکھا ہے،، کبھی میں بھی توانا اور طاقت ور تھا مگر........"

مگر کیا بابا..!!؟" اس نے بے صبری سے ٹکڑا لگایا،

" مگر مجھے میرے اپنوں نے توڑ دیا، میری ساری طاقت اور حسن کو نچوڑ لیا، مجھے اپاہج کر دیا۔ اپاہج اب تو بیٹی بس سانسوں کا قرض چکانا ہے..."

ناول۔ قسط۔ 32

کہانی کوئی سناؤ، مِتاشا (ناول)

صادقہ نواب سحر

گوتم کی بیماری کے دن اور پرساد

گوتم کی بیماری کے دنوں میں پرساد پر کام کا بوجھ بڑھ گیا تھا وہ گوتم کی فرم کا منیجر تھا۔ ہمارے پاس پورے ملک کا ٹھیکہ تھا۔ لیکن اب سنبھالا نہیں جاتا تھا۔ گوتم مجھ سے کہتے۔ ''تمہارے بھائی سے بزنس سنبھالا نہیں جاتا مجھ سے ملنے آتا ہی نہیں۔ آفس سے پیسے بھی نکالتا رہتا ہے۔ کچھ حساب کتاب ہے سالے کے پاس؟'' پرساد کمرے سے باہر آکر مجھ سے کہتا۔ ''اب نہیں جمتا، آج کل جیجاجی کا منہ تو زیادہ ہی چلتا رہتا ہے سالے کے سوا بات ہی نہیں کرتے۔'' ''توتُو سالا نہیں ہے کیا؟'' میں نے بات کو ہلکا کرنے کی کوشش کی۔ ''بلبل کہتی ہے، رات دن کھٹاتے ہیں، کیا ملتا ہے۔'' ''تو بول دے، مجھے کیوں کہتا ہے!'' ''میں جانتی ہوں پرساد کی تنخواہ بندھی ہوئی ہے، کمیشن بھی لیتا ہے۔ وہ کیوں کام چھوڑے گا! بس کہتا ہے۔'' ''انکت اکاؤنٹنٹ سے پیسے لیتا ہے تو میرے نام کا بل پھاڑتا ہے۔ بیٹے کو تو کچھ کہتے نہیں۔ جس کی اکاؤنٹنٹ سے ملی بھگت ہے جانتی ہو نا انکت کیسا ہے؟'' ''میں کیا کروں؟ گھر باہر سبھی مجھے دباتے ہیں جسے جو مرضی آئے کرلے، مجھے نہ بولے'' ''یو آر دی ورسٹ پرسن ان دی ورلڈ'' (You are the worst person in the world) (تم دنیا کی بدترین انسان ہو) گوتم کے آخری دنوں میں پرساد کا شاندار گھر تیار ہو چکا تھا۔ گھر میں آرام اور سہولت کا سارا سامان موجود تھا۔ اس نے ایک ٹرک بھی لون پر لے لیا تھا۔ جسے اس نے گوتم کی کمپنی میں ہی کرائے پر لگا دیا تھا۔ گوتم کی موت کے بعد پرساد نے کام چھوڑ دیا تھا۔ اور اپنا الگ سے بزنس شروع کرلیا تھا۔ ٹرک بھی کمپنی سے ہٹا لیا۔ مجھے فون کرکے اس نے کہہ دیا۔ ''ٹرک بھاڑے کے نو ہزار روپے انکت نے نہیں دئے۔ تمہارے دینے والے پیسوں میں ایڈجسٹ کرلوں؟'' اس پر بھی آج بھی میرے چار ہزار روپے پرساد پر باقی ہیں۔

○ مار

اتنا مارنے والے سے شادی کیوں کی؟ کبھی کبھی سوچتی ہوں کہتے تو تھے۔ ''یہ میرا نیچر نہیں ہے۔'' ۔ مجھے کبھی ہاتھ نہیں لگایا۔ جانتے تھے سہوں گی نہیں، اس بار سلطنت اجڑی تو پھر نہیں بسے گی۔

○ بے بی: میں تم کو دیکھنے آئی

گوتم ٹھیک ہوگئے۔ اپنا کام انہوں نے سنبھال لیا۔ سارے رشتہ دار مجھ سے خوش تھے۔ کوئی دل ہی دل میں مجھ سے ناراض ہو تو مجھے نہیں پتہ۔ سب کا ہمارے گھر آنا جانا شروع ہوگیا۔ گوتم زیادہ تر گھر سے ہی اپنا کام ہینڈل کرنے لگے۔ ایک شام ہم سب ہال میں بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ بچوں کی نوک جھونک چل رہی تھی۔ اچانک بے بی کو دروازے پر دیکھ کر میری ہنسی رک گئی۔ کوئل کی گود سے میں نے دیپو کو لیا اور اپنے کمرے میں چلی گئی۔ ''طبیعت کیسی ہے؟'' اس نے سیدھے گوتم سے پوچھا۔ ''میں تم کو دیکھنے آئی۔'' ''تھینک یو'' گوتم نے اجنبیوں کی طرح جواب دیا۔ سب چپ چاپ اپنی اپنی جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی نے اسے بیٹھنے کے لئے بھی نہیں کہا۔ ایک تناؤ بھرا ماحول تھا۔ بات آگے بڑھتی نہ دیکھ کر وہ انکت کے پاس گئی۔ اپنے گلے سے پانچ چھ تولے کی سونے کی چین نکال کر اس کے شرٹ کے پاکٹ میں ڈال دیا۔ ''اپنے پاس رکھ''، اس نے ماں کا چہرہ دیکھے بغیر ہی جھٹ سے کہہ دیا— ''اس سے زیادہ میرے پاپا دیتے ہیں۔ تو رکھ تیرے کام آئے گا۔'' انکت نے جلدی سے چین نکال کر ماں کے ہاتھ میں رکھ دی۔ پھر وہ خوشبو کے پاس گئی اور اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ اس نے چپ چاپ اپنے سر سے ماں کا ہاتھ ہٹا دیا۔ بے بی واشی چھوڑ کر کلیان چلی گئی اور مجھے اطمینان ہوا کہ شاید وہ دوبارہ نہیں لوٹے۔ وجہ یہ تھی کہ اس نے اپنے بچوں کا حق چھوڑ دیا۔ جاتے ہوئے اس نے اپنے ایک ایک بچے کے ساڑھے ستائیس ہزار روپے وصول کئے اور سٹامپ پیپر پر لکھ دیا کہ اب اس کا بچوں پر کوئی ادھیکار نہیں۔ کلیان میں گوتم نے اسے تین روم کا ایک فلیٹ خرید دیا اور وہ واشی سے اپنا پورا سامان لے کر چلی گئی۔ ''بڑا کلیجہ ہے بچوں کو چھوڑنے کا۔'' سنا ہے کسی نے اس سے پوچھا تھا۔ ''وہ اچھا پالتی ہے اور پھر بچے میرے پاس آنے کو تیار چ نئیں ہے، تو ان کے بدلے پیسے اچ کیوں نہیں وصول کرنے کا! ہے نا!'' بے بی اس دن گوتم کو دیکھ کر کھڑے کھڑے ہی چلی گئی۔ اس دن میں نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھا تھا۔ شاید چکن پاکس Chicken pox سے ٹھیک ہوکر آرہی ہوگی۔ چہرے پر کالے کالے پھوڑیوں کے دھبے اور کمزور جسم۔ بہت دبلی ہورہی تھی...... ڈیڑھ سال بعد سنا کہ اس کے مرنے کی خبر آئی۔ میں نے بچوں سے جانے کے بارے میں بات کی مگر وہ تیار نہیں تھے۔ میں نے گوتم کو دیکھا، انہوں نے چہرہ دوسری طرف کرلیا۔ کوئی نہیں گیا۔ سنا ہے اس کے ماما اور بھائی اسے شمشان گھاٹ لے گئے۔

بے بی کی موت کے بعد اگلی چھٹیوں میں ہم سب مل کر عمر گاؤں گئے۔ گوتم کا سب سے چھوٹا بھائی سرویش ہارٹ فیل سے مرگیا اس کی عمر صرف چھبیس، ستائیس سال تھی۔ اس کی بیوہ کو دیکھ کر میرا دل تھرا گیا۔ میں نے بھگوان کے سامنے سر جھکا کر پرارتھنا کی، جیسا بھی ہے میرا سہاگ سلامت رکھنا بھگوان؟

کئی سالوں سے سرویش بھیا بیمار چل رہے تھے۔ ہمیں پتہ چلا تیوہاروں اور علاج کے لئے جو پیسے ہم مدن بھیا کے نام پر ان کے لئے بھیجتے تھے۔ انہیں وہ سرویش بھائی تک پہنچاتے ہی نہیں تھے۔ اور چونکہ سرویش بھائی مدن کے باڑے میں کرائے پر رہتے تھے، انہیں کے نام پر پیسے بھیجے جاتے تھے۔ شانتا بھابی کا حال بہت برا تھا۔ گوتم نے ان کے سب سے بڑے دس سال کے بیٹے اور دو سال کے چھوٹے بیٹے کو شانتا بھابی کے پاس رہنے دیا اور بیچ والے دونوں شامو اور راجو کو لے کر اپنے گھر واشی، نئی ممبئی آگئے۔ اور اس طرح میں آٹھ بچوں کی ماں بن گئی۔

○ راجو اور شامو

شامو انکت سے دو سال بڑا تھا اور راجو تین سال چھوٹا۔ شامو اپنی کلاس کے لئے کافی بڑا تھا۔ پھر بھی ہندی اسکول میں پانچویں جماعت میں داخل کروادیا گیا۔ اس کا دل کہیں نہیں لگتا تھا۔ نہ پڑھائی میں نہ اسکول میں۔ ایک دن گروجی بگڑ گئے۔ ''ہوم ورک نہیں کرتا۔ پڑھائی نہیں، حاضری کم، تیرا کیا علاج کروں؟'' انہوں نے ایک ہاتھ سے اس کا کان کھینچا اور دوسرے ہاتھ سے تھپڑ جڑ دیا۔ ''آپ ہمارے گجرات میں ہوتے، تو ہم آپ کو تھپڑ مارتے'' گروجی کا غصہ دیکھنے کے لئے وہ وہاں رکا ہی نہیں۔ ایک دن ممی نے ہمارے گھر آتے آتے آم کے پیڑ کے نیچے کسی اسکولی بچے کو لیٹے ہوئے دیکھا۔ وہ لیٹے لیٹے لنچ باکس سے روٹی کا ٹکڑا توڑ کر اپنے منہ میں رکھتا جاتا اور گھٹنے پر رکھا ہوا پیر بھی ہلاتا جاتا۔ ممی کو دیکھتے ہی وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور ان سے لپٹ گیا۔ ''نانی، بولنا نہیں ہاں، چاچی کو۔ غصہ کریں گی۔ چاچا بھی ماریں گے۔'' ''کیوں کیا ہوا؟'' ''سر سے جھگڑا ہوا۔'' ''تو تو روز ٹفن لے کر اسکول جاتا تھا۔ اور شام کو ٹائم پر گھر آتا تھا۔'' ''نانی بولنا مت۔ نانی بولنا مت!'' وہ اُن کا پیٹ پکڑ کر اچھلنے لگا۔ ''میرا نام مت بولنا، دھیرے سے پوچھنا۔'' ممی نے مجھے چپکے سے بتادیا۔ ''بس سدھار کرلے'' گوتم کو پتہ چلا تو غصے سے بھڑک اٹھے۔ مگر میں نے انھیں سمجھا لیا۔ ''زبردستی مت کرو، کسی کام پر لگادو۔ ویسے بھی انکت سے دن بھر مارا ماری کرتا رہتا ہے۔'' شامو کام پر لگ گیا۔ بہت خوشی سے کام سیکھنے لگا۔ ''میں بھی آفس جاؤں گا، میں بھی کام کروں گا۔ کماؤں گا۔'' راجو بھی ساتھ میں بولا۔ گوتم نے آنکھیں گھمائیں۔ میں نے پلو سے ہنسی چرائی۔ دونوں اپنی کمائی سے کچھ پیسے اپنی ماں کو بھیجتے اور اسی میں سے بچا بچا کر ماں نے گاؤں میں اپنا گھر بنالیا۔ دونوں ہال میں سوتے اور کبھی کبھی دونوں مل کر انکت سے خوب لڑتے۔ بھوشن ان سب سے الگ رہتا۔ ایک دن شامو پی کر گھر آیا۔ گوتم کے آپریشن کے بعد ایک روز خبر آئی کہ شامو کسی گٹر کے پاس بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ پاس ہی اس کی موٹر سائیکل بھی پڑی ہوئی تھی۔ گوتم نے اسے پاس بلا کر سمجھایا۔ ''بائیک ٹوٹے گی تو بن جائے گی تو ٹوٹے گا تو کیسے بنے گا؟''

○ ممی کی ڈیتھ

ایک دوپہر بائی نے آکر بتایا کہ ممی بنگلے کے گیٹ کے باہر پڑی تھیں۔ بمبئی اسپتال میں ان کے سارے ٹیسٹ کروائے گئے۔ بچہ دانی میں کینسر نکلا۔ بیٹوں نے بڑی خدمت کی، خاص طور پر پرساد اور پرشانت نے۔ چھایا کو بے چین دیکھ کر ایک دن پرشانت نے اس سے کہا۔ ''کچھ دن مائیکے کیوں نہیں چلی جاتیں۔'' چھایا کی آنکھیں بھر آئیں۔ جنہیں چھپانے کے لئے وہ آئینے کے سامنے کھڑی ہوکر پیشانی کی بندی سنوارنے لگی۔ ''ایسا کوئی کہتا ہوگا کیا اپنی نئی نویلی دلہن سے!'' ''جب ہم چھوٹے تھے تب انھوں نے کیا۔ آج ہمارے کرنے کا وقت ہے۔ سچ کہتا ہوں۔ ماں کی سیوا کرنے کا ایسا موقعہ چھوڑنا نہیں چاہیے۔'' چھایا فوراً پلٹی، وہ پرشانت کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے جیسے کہہ اٹھی۔ 'کب تک؟' لیکن زبان سے پوچھ نہ سکی۔ نانا وتی اسپتال میں کیموتھیراپی کا سلسلہ شروع ہوا۔ ہر بار دو تین دنوں کے لئے ایڈمٹ کرنا پڑتا۔ مجھے پہلی بار احساس ہوا کہ کاش! میں ممی کی دوست بن پاتی۔ ان سے اتنی فری رہ پاتی کہ وہ مجھ سے اپنی بیماری کے بارے میں کہتے ہوئے نہ شرماتیں۔ ۳۲ سال کی عمر میں ماہواری بند ہوگئی۔ ابھی کچھ مہینے پہلے ہی پھر سے جب اس کی شروعات ہوئی تو مارے شرم کے انہوں نے کسی سے ذکر نہیں کیا۔ کاش! میں ممی کی کچھ خدمت ہی کرپاتی۔ مجھے گوتم سے فرصت ہی نہیں ملتی۔ ہاں، کچھ دیر کے لئے ملنے ضرور چلی جاتی اور گوتم کی اگلی دوا کا وقت ہونے تک لوٹ آتی۔ ممی نے اپنے آخری دنوں میں بڑی تکلیفیں اٹھائیں ابھی گوتم کی کڈنی ٹرانسپلانٹ کو تین مہینے ہی گزرے ہوں گے کہ موت نے ممی کو ساری تکلیفوں سے نجات دلادی۔ سترہ فروری ان کی شادی کی سالگرہ کا دن بھی تھا۔

....

سردی

حلیم صابر، کولکاتا

جب کوہِ ہمالہ سے ہوا دیتی ہے سردی
بھرپور اثر اپنا دکھا دیتی ہے سردی

زیرو سے بہت نیچے اتر آتی ہے جس دم
کشمیر کی وادی کو ہلا دیتی ہے سردی

سورج کی تمازت کو بھی کردیتی ہے بے جان
دریاؤں کو بھی برف بنا دیتی ہے سردی

چھا جاتا ہے دنیائے ادب پر بھی کہاسا
شاعر کے تخیل کو جما دیتی ہے سردی

افسانہ نگاروں کا بھی ہوتا ہے عجب حال
افسانے کا عنوان بھلا دیتی ہے سردی

کچھ کام اگر کیجئے چلتے ہی نہیں ہاتھ
انسان کو مفلوج بنا دیتی ہے سردی

بچے تو کسی طرح بھی کرلیتے ہیں برداشت
بوڑھوں کے تو ہڈی بھی ہلا دیتی ہے سردی

اُس لطف سے واقف ہی نہیں شہر کے ہم لوگ
جو گاؤں میں حقے کا مزہ دیتی ہے سردی

الفاظ ادا ہوتے نہیں ٹھیک سے صابرؔ
کچھ بولئے تو دانت بجا دیتی ہے سردی

نظم: انصاف کی کتاب

عمران قمر
شکوہ آباد (دہلی)

بابا نے کتنے شوق سے لکھی تھی اک کتاب
اک ایسے دیس کا تھا تصور کتاب میں
جس میں سبھی ہوں حق و صداقت کی وادیاں
اظہارِ رائے کے لئے آزاد ہوں سبھی
چھوٹے بڑے کھڑے ہوں سبھی ایک ساتھ میں
احساسِ کمتری نہ ہو دل میں کسی کے بھی
آئین سب کے واسطے آئینِ حق بنے
جس کی خطا ہو صرف اُسی کو سزا ملے
انصاف اس طرح سے ہو رشکِ جہاں بنے
افسوس ان کا خواب بس اک خواب ہی رہا
پر ہم نے اس کتاب کو دل سے نہیں پڑھا
وہ سوچتے تھے یاد رکھیں گے ورق ورق
پر ہم کو یاد تک نہیں اسکا سرِ ورق

احساس (نظم)

شیبا کوثر
آرہ، بہار

گرم سانسوں کی
بھینی بھینی خوشبو
جو ذہن کو معطر کر دے
دل کو قوت آشنائی دے
اور بے جان جسم کو
زندگی کی وادیوں میں
راحتوں سے سر شار کر دے
نیا جوش دے ولولہ دے
یہ ایک احساس ہے
شب کی تاریکی میں
وہ میرے پاس ہے
سینے سے لگائے شب و روز
اس احساس کو
لئے پھرتی ہوں میں
جینے کی اس آس کو
بے رنگ زندگی میں
رنگ بھرتی ہوں میں
دعا جینے کی
خوب کیا کرتی ہوں میں
ایک پل کے لئے بھی اگر
یہ احساس جدا ہوتا ہے
سینکڑوں غم و الم
بے جان جسم پر لدا ہوتا ہے
اور زندگی ایک
سراب ہوتی جاتی ہے
جیسے مچھلی کوئی
بے آب ہوتی جاتی ہے----!!

یوم جمہوریہ کا حقیقی پیغام:

ہندوستانی مسلمانوں کی قربانیوں کو بھی ہزاروں سلام

ڈاکٹر آصف لئیق ندوی
عربی لیکچرار مولانا آزاد نیشنل
اردو یونیورسٹی، حیدرآباد

چھبیس جنوری ہمارے ملک میں جمہوری آئین کے نفاذ کا وہ علامتی دن ہے، جس دن ملک میں جمہوری نظام کا باضابطہ آغاز ہوا، ملک کے بڑے بڑے سورماؤں کے مشوروں سے ڈاکٹر امبیڈکر، دیگر دانشوران عظام اور رہنماؤں نے ایک ایسا آئینی مسودہ تیار کیا، جسکا سرورق ہی اس حسین جملے سے مربوط ہیکہ ※※ ہم ہندوستانی عوام تجویز کرتے ہیں کہ بھارت ایک آزاد، سماجوادی، جمہوری ہندوستان کی حیثیت سے وجود میں لایا جائے، جس میں تمام شہریوں کے لئے سماجی، معاشی، سیاسی انصاف، آزادیٔ خیال، اظہار رائے، آزادیٔ عقیدہ ومذہب اور عبادات کا اختیار، مواقع اور معیار کی برابری، انفرادی تشخص اور احترام کو یقینی بنایا جائے اور ملک کی سالمیت ویکجہتی کو قائم ودائم رکھا جائے※※ تو اندرون کتاب دستور کا کیا حال ہوگا، انہی بنیادی اصولوں کا داعی اور گنگا جمنی تہذیب کے فروغ وترویج کا نام ہی" آئین ہند یا جمہوریہ ہندوستان" ہے، جو چھبیس جنوری ۱۹۵۰ء کو ملک کی مایہ ناز ہستیوں کی نگرانی اور سرپرستی میں نافذ ہوا، جن کی سوچ وفکر اور علم وادب کا دنیا سمان کرتی ہے، ہم تو اپنے رویے اور کردار کیوجہ سے انکے شاگرد کہلانے کے بھی مستحق نہیں ہیں! بلکہ انکے منشا اور مرضی پر پانی پھیرتے جارہے ہیں، حالانکہ ہمارے پاس انکی قربانیوں کی داستانیں ہیں، افکار ونظریات ہیں، مسلسل ۷۲ سال سے دستور وآئین کی عظیم کتاب ہمارے ہاتھوں میں ہے اور ہر سال چھبیس جنوری کو اسی دستوری نظام کا ہرسل ہوتا ہے اور اسکو قومی تہوار کے طور پر مناتے ہیں، مگر ہمارا جذب اندروں ان اوصاف وکمالات سے یکسر خالی ہے، نعمت تو ہے مگر اسکی قدر ووقعت نہیں ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اگر ایسا ہی ہمارا رویہ رہا اور باوجود تنبیہ واستحضار کے ہمارا کردار جمہوری نہیں رہا تو بہت اندیشہ ہے کہ خدا اس سرسبز شاداب سرزمین اور غافل بندے اور اہل وطن سے خدا ان نعمتوں کو چھین نہ لے جو آج ہمیں تنوع اور تکثیریت کی شکل میں میسر ودستیاب ہیں، متعدد قومیں، رنگ برنگ کی تہذیبیں، مختلف بولیاں، آرام وآسائش کی چیزیں، عیش وعشرت کے سامان یہ سب قدرت کے انعامات ہیں، جسکی قدردانی جمہوری دستور پر چلے بغیر نہیں ہوسکتی، اسلئے کہ یہاں سب کے اپنے اپنے تہوار ہیں، سب کے اپنے مذہب وطریقے ہیں، جس پر وہ اپنے لحاظ سے عمل پیرا ہیں، جوش وخروش اور جذبہ حب الوطنی کے ساتھ اپنے تہوار مناتے ہیں، ہم یوم جمہوریہ اور آزادی کے دن کے قومی تہوار اور اسکے دستور واسٹیج سے اخوت ومودت اور یکجہتی ویگانگت اور رواداری وبھائی چارے کی یقین دہانی کراتے ہیں، فرقہ پرستی کی بالادستی کا ہر طور سے انکار کرتے ہیں اور اسی بات کا پورے ملک میں جوش وخروش دیکھا جاتا ہے، جس میں ہندو مسلم اور سکھ عیسائی سب شامل وشریک ہوتے ہیں، ملک کی راجدھانی میں متعدد صوبوں سے جھانکیاں آتی ہیں، جو مجاہدین آزادی، مختلف ریاستوں کی خوبیوں اور اچھائیوں کی یاد تازہ کرتی ہیں، فوجی پریڈ بھی ہوتے ہیں، سب اپنے قومی ترنگے کو سلام کرتے ہیں نیز سب آئین ودستور میں اپنے اعتماد وبھروسہ کا اظہار بھی کرتے ہیں، یکجہتی ورواداری کا عہد وپیمان بھی تازہ کرتے ہیں، اسی طرح ہم اندنوں میں اپنے ماضی کا محاسبہ اور مستقبل میں سب کا ساتھ سب کا وکاس بالخصوص اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ وبقا کا عزم وحوصلہ کا ایندھن حاصل کرتے ہیں اور سال بھر سب کے ساتھ عدل وانصاف کا سلوک وبرتاؤ کرتے ہیں۔ مگر کیا ہم ان باتوں کا پاس ولحاظ کرتے ہیں اور اس دستور کے مطابق سب کا اعتماد حاصل کرتے ہیں۔ جسکے لئے ڈاکٹر راجیندر پرساد اور انکے رفقاء نے بڑا جتن کیا تھا،

ڈاکٹر صاحب چونکہ اس دستور ساز کمیٹی کے صدر بھی تھے، سب سے پہلے اس دستور کو منظوری دی اور وہ ملک کا مستقل دستور وآئین متعین ہوگیا، اسی دن کو ہم یوم جمہوریہ یعنی دستور کے نفاذ کا دن کہتے ہیں، جس دن ڈاکٹر راجیندر پرساد نے ملک کی صدارت کا فریضہ انجام دینے کیلئے سب سے پہلے حلف اٹھایا تھا اور ملک کے پہلے جمہوریت نواز صدر کے طور پر منتخب ہوئے تھے، دستور کے اس نسخہ اور مسودہ کو ملک کے ارباب اقتدار اور عوام وخواص نے نہ صرف پسند کیا، بلکہ اپنی تائید وخوشی اور جوش وخروش سے اسکے مطابق جینے اور مرنے کا عزم مصمم کیا اور اسکو اپنا منظور قلب اور محبوب نظر بنایا، آج ملک کے ارباب ووزراء اسی دستور پر ہاتھ رکھ کر اسکے مطابق حکمرانی کرنے کا حلف اٹھاتے تو ہیں، مگر ان اصولوں پر سو فیصد عمل درآمد مفقود نظر آرہا ہے تو بہت حیرتناک بات ہے حالانکہ برادران وطن کیساتھ ساتھ ملک کے چاروں ستونوں: عدلیہ، انتظامیہ، مقننہ اور میڈیا کا دستور وآئین پر کاربند رہنا ہی ملک کی سلامتی اور اسکی ترقی کا ضامن ہے اور اسکے بغیر نہ تو یوم جمہوریہ اور نہ ہی یوم آزادی اور ملک کے دستور وآئین کا حق ادا ہوسکتا ہے۔ کیونکہ آج اسی دستور کیوجہ سے پوری دنیا میں ہماری یکجہتی ویگانگت اور اخوت ومودت کی مثال قائم ہے، ہندوستانی آئین کے نفاذ وقیام کا اسی دن پورے عالم میں ڈنکا بجا اور یہ مشہور ہوا کہ ہندو مسلم اور سکھ عیسائی اب بھائی چارے، مذہبی آزادی، رواداری اور اتحاد واتفاق کی قوت وطاقت کیساتھ اس ملک میں اپنی اپنی زندگی گزاریں گے اور تعمیر وترقی کے میدان میں سب برابر کے ساجھی بنے رہیں گے، کوئی طاقتور طبقہ کسی کمزور طبقے پر ظلم وستم نہیں کرے گا اور نہ ہی کسی کی حق تلفی وناانصافی کی اجازت دی جائے گی، چھبیس جنوری کا دن اسی سنہرے اصول وضوابط کی یاددہانی کراتا ہے اور احتساب واصلاح کی ہمیں دعوت بھی دیتا ہے، پورے ملک میں ہرسمت اس قومی تہوار کی خوشی ومسرت کا قابل دید نظارہ ہوتا ہے، ہربام ودر پر اخوت ومودت کے ترنگے لہلہاتے ہیں، ہر سو عمارتوں پر محبت والفت کے دیپک جلائے جاتے ہیں، بھارت کی اس سرزمین پر شانتی اور اہنسا کا بگل بجایا جاتا ہے۔ اس دستور کی بالادستی کیلئے ملک میں نہ صرف ہندو اور مسلمان ہی خوش ہوتے ہیں بلکہ گنگا سمیت ملک کی عوام بھی یہ مشہور نظم دہراتی ہیکہ ※※ مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا۔۔ ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا※※ تو دوسری طرف جمنا بھی اپنے من میں یوں گنگناتی ہے کہ ※※ سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا۔ ہم بلبلیں ہیں اسکی یہ گلستاں ہمارا※※ تو کسی کے منہ پر یہ شعر ※※ میرا نشاں یہی ہے، میرا جہاں یہی ہے۔ جنت مری یہی ہے، میرا مکاں یہی ہے※※۔ جاری رہتا ہے۔ یوم جمہوریہ کی مناسبت سے ہم جہاں برادران وطن کو مجاہدین آزادی کی قربانیوں سے روشناس کراتے ہیں، وہیں ان شہداء کو بھی خراج عقیدت پیش کرتے ہیں، جنہوں اس ملک کی آزادی میں اپنا بلیدان پیش کیا تھا اور اپنی بہادری کا لوہا منوایا تھا مگر عام طور پر ملکی سطح پر یہ چلن عام ہوتا جارہا ہے کہ مسلمانوں کی ان عظیم قربانیوں اور قائدانہ کردار کا تذکرہ تک نہیں کیا جاتا بلکہ اسمیں بھی بھید بھاؤ، مسلمانوں سے پرخاش اور نفرت وعداوت کا معاملہ روا رکھا جاتا ہے، حالانکہ ان جیالوں کے تذکرے کے بغیر نہ صرف یوم جمہوریہ بلکہ ملک کی آزادی کی تاریخ ادھوری اور نکمی معلوم پڑتی ہے، جنہوں نے انگریزوں کی غلامی واسیری اور ان کے رحم وکرم پر زندہ رہنے کے بجائے موت وشہادت کو ترجیح دی اور ببانگ دہل یہ تاریخی جملہ کہا کہ ※※ گیدڑ کی صد سالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی اچھی ہے※※ جنکی قابل رشک شہادت اور انکی نعش پر کھڑے ہوکر بے انتہا خوش ہوتے ہوئے ایک انگریز جنرل نے کہا تھا کہ ※※ آج سے ہندوستان ہمارا ہے※※، ہندوستان کی تاریخ نے سلطان ٹیپو سے بڑھ کر بلند پایہ لیڈر، بالغ نظر شخصیت، مذہب ووطن کے سچے فدائی اور غیر ملکی اقتدار کا اولین وعظیم دشمن نہیں دیکھا، جو بڑا غیور فرمانروا اور جنگ آزادی کا صور پھونکنے والا قائد ورہنما تھا، اسی لئے انگریزوں کے نزدیک ٹیپو سلطان سے زیادہ مہیب اور قابل نفرت کوئی شخصیت نہ تھی، انکی عظیم شخصیت کا لوہا مانتے ہوئے ※※ گاندھی جی نے ینگ انڈیا کے ایک مضمون میں سلطان ٹیپو کی حب الوطنی اور رواداری کا کھل کر اعتراف کیا اور کہا کہ وطن اور قوم کے شہیدوں میں ان سے بلند مرتبہ کوئی نہ تھا※※، مگر انکے اور دیگر انصاف پسند ارباب اقتدار اور اہل علم ودانش کے اعتراف واقرار کے باوجود عام طور پر مسلمانوں کی مثالی اور عظیم قربانیوں سے ملک میں اب چشم پوشی برتی جارہی ہے! جن کا برسرعام تذکرہ نہ کرنا ایک طرف ہندوستانی مسلمانوں کی عظیم قربانیوں اور ملک کی آزادی میں انکے ممتاز ونمایاں کردار ورول کیساتھ حق تلفی وناانصافی کا مظاہرہ ہے! بلکہ اب تو بڑی حد تک انکی تاریخ کو توڑ مروڑ کر پیش کیا جارہا ہے! جو بڑی احسان فراموشی، بزدلی اور محرومی کی بات ہے حتی کہ یوم جمہوریہ اور آزادی کے عظیم اور قومی تہوار کے دن بھی برادران وطن کو مسلمانوں کی ان قربانیوں سے نابلد رکھا جاتا ہے اور اسکول کے نصاب سے بھی وہ تمام علامات وشواہد مٹائے جارہے ہیں۔ جسکے نتیجے میں مسلمانوں کی بیش بہا تاریخ سے مانوس ہونے کے بجائے برادران وطن ان سے متنفر ہوتے جارہے ہیں، شرپسند عناصر کو چشم پوشی کے اسی سوراخ سے وہ موقع ملتا ہے جنکے ذریعہ وہ عظیم کردار کے حامل ٹیپو سلطان اور دیگر مسلم بادشاہوں اور اب مسلم آبادی سے لوگوں کو گمراہ کرتے نظر آرہے ہیں، جبکہ ٹیپو سلطان تو قوم پرست اور محب وطن تھے، جنہوں نے انگریزی حکومت واقتدار کے متکبرانہ رویے، دولت کے استحصال، برادران وطن کے مذہبی عقائد وجذبات سے کھلواڑ اور انکی گندی پالیسیوں اور ناپاک عزائم کو یکسر گوارہ نہ کرتے ہوئے سب سے پہلے انکے خلاف جنگی مہم شروع کی اور کئی بار انگریزوں کو شکست فاش بھی دی، اسی طرح دہلی کی جامع مسجد سے علماء ومفتیان نے انگریزوں کے خلاف سب سے پہلے جہاد کا فتوی صادر کیا اور انکے خلاف علم جہاد بلند کیا، ادھر شمالی ہند میں بہادر شاہ ظفر کی قیادت میں مولوی احمد اللہ شاہ اور انکے رفقاء نے وہ نمایاں کردار ادا کیا، جن کی اولوالعزمی اور بہادری کا اعتراف خود انگریزوں نے کیا، انگریزوں کی غلامی سے آزادی چاہتے ہوئے لاکھوں ہندوستانیوں بالخصوص مسلمانوں نے اپنی قربانیوں کا لامتناہی سلسلہ قائم کیا اور اپنے خون وپسینہ کا وہ بیش قیمت نذرانہ پیش کیا، جس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ اگر ہندوستان کی تحریک آزادی میں مسلمانوں کا حصہ قدرتی طور پر بہت ممتاز اور نمایاں نہ ہوتا تو ملک اب تک انگریزوں کا غلام بنا رہتا، اسلئے مسلمانوں کے بہترین قائدانہ اور مثالی پارٹ کا برسرعام ذکر کرنا انصاف کا تقاضہ ہے اور انکو برابر حق دینا ارباب اقتدار کا فریضہ ہے۔ مگر موجودہ دور میں مسلمانوں کے خلاف جو تاثرات دیکھے جارہے ہیں اور کھلے فسادات وواقعات کی جو داستانیں سامنے آرہی ہیں ان سے ملک، ارباب اقتدار اور دستور وآئین کی سراپا توہین ہے۔ مسلمانوں کی عظیم قربانیوں کی حق تلفی وناانصافی ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کی انہی قربانیوں کے نتیجے میں بالآخر ہمارا ملک آزاد ہوا ہے۔ اسی وجہ سے انگریز اخیر دم تک مسلمانوں سے جلتے رہے، انکا بدخواہ بنے رہے، انکا قتل عام کرتے رہے، انکو گولیوں سے بھونتے رہے، انکو نسلوں کو تباہ وبرباد کرتے رہے، ہزاروں علما کو پھانسیوں پر چڑھاتے رہے، سرکاری ملازمتوں سے انکو محروم کرتے رہے، جاتے جاتے ہندو مسلم نفرت وعداوت اور بھید بھاؤ کا بیج بوکر چلے گئے۔ جسکے اثرات ونتائج آج ہمارے سامنے ہیں، کرونائی حالات کے باوجود بھی تاناشاہی والی پالیسیاں، دستور مخالف قوانین مسلمانوں، انکے دین وشریعت اور دستور وآئین کے خلاف نہیں تو اور کیا ہیں؟ کیا یوم جمہوریہ اس بات کا متقاضی نہیں؟ کہ مسلمانوں سے نفرت وعداوت کے تمام دروازے بند کردئے جائیں؟ شرپسند عناصر اور تنگ نظر افراد کو دستور وآئین شکنی کے الزامات میں جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈال دئے جائیں؟ مسلمانوں کے خلاف کھلے عام ظلم وستم اور حق تلفی وناانصافی کرنے والے عناصر کا خاتمہ کیا جائے؟ سب کو بھائی بھائی بناکر ملک کی تعمیر وترقی میں سب کو برابری کا درجہ دیا جائے؟ تاکہ ہرسمت چھبیس جنوری مسکراتی نظر آئے، سب کے چہرے پر خوشی لائے، سب کے دلوں کو بھاتی نظر آئے، سب کو شان وطن دکھاتی نظر آئے، جنتا کا دل بڑھاتی نظر آئے، پھولوں سے چاروں سمت رستے سجائے، ہندو مسلم اور سکھ وعیسائی کو بھائی بھائی بنائے رکھے، آپسی اتحاد کو پروان چڑھائے، آئین کے ذریعے سب کو مساوات کا درس سکھائے، جمہوریت کے نام کا ہرجگہ ڈنکا بجائے، دلی میں جہاں ساری ریاستوں سے جھانکیاں آتی ہیں وہاں مسلمانوں کی قربانیوں کی بھی جھانکیاں دکھائی جائے تاکہ ملک کی جمہوریت بحال ہو، اسکی شان مزید بلند ہو اور برادران وطن کے اندر مسلمانوں کے تئیں احساس ہمدردی پیدا ہو اور محبت واخوت کے جذبات کا حقیقی فروغ ہو۔ کیونکہ مسلمانوں کے کارنامے اور آزادی میں انکے رول وکردار کا ذکر کئے بغیر نہ تو یوم جمہوریہ اور نہ ہی یوم آزادی کا کماحقہ حق ادا ہوسکتا ہے اور نہ ہی ایسے ارباب اقتدار کو عادل ومنصف قرار دیا جاسکتا ہے!؟ مسلمانوں کے انہی قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے مولانا علی میاں نے اپنی کتاب ہندوستانی مسلمان میں سن ستاون کا واقعہ لکھا ہے جس دردناک واقعہ کو سن کر زندہ ضمیر انسان کا دل دہل جاتا ہے کہ انگریزوں سے آزادی حاصل کرتے ہوئے، جنگ آزادی میں جب عظیم مجاہد مولوی احمد اللہ شاہ کی کوشش ناکام ہوگئی، جن کے اسباب پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں، تو انگریزوں نے ہندوستانیوں بالخصوص مسلمانوں سے انتقام لینا شروع کیا اور ہندوستانی قوم کے ساتھ ایسے ظالم وجابر فاتح کا معاملہ کیا، جو رحم وانصاف اور انسانیت کے مفہوم سے بالکل ناآشنا تھا، انکے جوش انتقام اور سفاکی ودرندگی کا جو نظارہ شہر دہلی نے دیکھا" جوکہ ایک قتل عام تھا اور مسلمان خاص طور سے اسکا نشانہ بنے، جسکے نتیجے میں مسلمانوں کی ایسی ہلاکت وتباہی ہوئی، جس نے چنگیز وہلاکو کی یاد تازہ کردی، کئی روز تک دہلی میں قتل وغارتگری کا بازار گرم رہا، آخر کار وہ شہر جو ایک زمانہ میں عروس البلاد کہلانے کا مستحق تھا اور ہندوستان کا دارالسلطنت تھا، بالکل ویران ہوگیا بلکہ شہر خموشاں کا نظارہ پیش کرنے لگا، اب وہاں گرے ہوئے مکانات، ملبہ، سڑی ہوئی لاشیں اور پھٹے ہوئے جسموں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا"، چاندنی چوک پر مجاہدین آزادی کے دردناک قتل عام، علما کی پھانسی، گولیوں سے بھوننے اور موپلوں کے واقعات وحادثات سے یہ زمین رنگین ولالہ زار ہوگئی تھی۔ پھر بھی کہتے ہیں ہم سے یہ اہل چمن۔۔۔۔ یہ چمن ہے ہمارا تمہارا نہیں۔ ظاہر ہے مسلمانوں نے آزادی کے حصول کے لئے جتنا اپنا خون اور پسینہ بہایا ہے اور اسکے لئے بے حساب جانی ومالی قیمت ادا کرنا پڑی ہے، جسکے سرسری تذکرہ سے بھی برادران وطن کو واقف نہیں کرایا جاتا تو کس طرح وہ مسلمانوں کے ہمدرد بنیں گے بلکہ وہ تو انگریزوں کے ظالمانہ برتاو اور جوش انتقام کا جذبہ پیدا کرلیں گے، جبکہ ملک کی کسی دوسری قوم کو انگریزوں کی ظلم وزیادتی کا اتنا نشانہ نہ بنا پڑا جتنا مسلمانوں کے حصے میں آیا، جبکہ ہندوؤں کیساتھ انگریزوں کا رویہ ہمدردانہ تھا بلکہ انکو اعلی مناصب وعہدوں پر فائز بھی کیا گیا۔ مگر اسی دوران مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا، مذہب پوچھ پوچھ کر انکو گولیوں سے بھونا گیا، پھانسیوں پر لٹکایا گیا اور سرکاری ملازمتوں سے بے دخلی کا بھی انکو سامنا کرنا پڑا۔ ایک معاصر مؤرخ لکھتا ہے کہ" 27 ہزار اہل اسلام نے پھانسی پائی، دہلی میں سات دن برابر قتل عام ہوتا رہا، اس کی تعداد کا کوئی حساب نہیں، اپنے نزدیک گویا نسل تیموریہ کو نہ رکھا گیا، بالکل مٹادیا گیا، بچوں تک کو مار ڈالا گیا، عورتوں سے جو سلوک کیا گیا، بیان سے باہر ہے، جس کے تصور سے دل دہل جاتا ہے"۔ جان لارنس نے انگریزی کمانڈر کو دسمبر 1857 میں لکھا۔ ※※ مجھے یقین ہے کہ ہم نے جس طریقے پر بلاامتیاز تمام طبقوں کو لوٹا ہے، اسکے لئے ہم پر لعنت بھیجی جائے گی اور یہ فعل حق بجانب ہوگا※※ مگر پھر بھی انگریزوں کے فرار ہو جانے اور یوم جمہوریہ اور یوم آزادی کے قومی تہوار کے باوجود مسلمانوں کے خلاف انگریزوں جیسا جوش انتقام اور ظالمانہ برتاؤ چہ معنی دارد؟ ہمیں دستور پر بھروسہ تو ہے مگر اصحاب اقتدار کے رویے پر نہیں۔ ہر شخص کو یوم جمہوریہ کے دن بطور خاص اور دیگر ایام میں بھی اپنا دامن جھانکنے اور عدل وانصاف کے اصول سے لیس ہونے کی شدید ضرورت ہے! بھارت کے سپوتوں سے لال چند فلک کا شعر ہے! اے ہندوؤ مسلماں! آپس میں ان دنوں تم۔۔۔۔۔ نفرت گھٹائے جاؤ، الفت بڑھائے جاؤ۔

یوم جمہوریہ اور جمہوریت کا پیغام

ڈاکٹر احسان عالم
پرنسپل الحراء پبلک اسکول،
دربھنگہ

ہمارا ملک ہندوستان آج دنیا کا عظیم جمہوری ملک ہے۔ اس جمہوریت کے حاصل کرنے کے لئے بڑی بڑی لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ ایک طویل لڑائی کے بعد انگریزوں سے نجات ملی اور ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو ہمارا ملک آزاد ہوا۔ لیکن اس آزادی کے بعد بھی ہمارا اپنا آئین نہیں تھا۔ آئین بنانے کا یہ سلسلہ ڈاکٹر بھیم راؤ امبیدکر کے لیڈر شپ میں چلتا رہا۔ آخر کار یہ آئین ۱۹۵۰ء میں مکمل ہوگیا۔ اسے ۲۶ جنوری ۱۹۵۰ء کو نافذ کر دیا گیا۔ اس طرح ہمارا ملک ایک جمہوری ملک بن گیا۔ ایسا جمہوری ملک جس کی مثال دنیا کے دیگر ملک دیتے ہیں۔ ایسے کئی ملک ہیں جو اس طرح کا جمہوری نظام اپنے ملک میں چاہتے ہیں۔ اس دن کو ہم تمام ہندوستانی ۲۶ جنوری کی شکل میں یوم جمہوریہ کے نام پر مناتے ہیں۔ اسے قومی تہوار کا درجہ عطا کیا گیا ہے۔ اس موقع پر ہم بلا لحاظ مذہب، نسل، ذات، رنگ سبھی سرکاری اور غیر سرکاری اداروں میں قومی پرچم لہراتے ہیں اور اپنے ان شہیدوں کی یاد مناتے ہیں جن کے دم سے ہم آج اس جمہوری ملک میں امن وچین کی سانس لے رہے ہیں۔ جمہوریت زندگی کا ایسا دستور اور تعمیر وترقی کا ذریعہ ہے جس سے صحیح طور پر زندگی کی نشو ونما ہوتی ہے۔ جمہوری نظام ایسا ماحول پیدا کرتی ہے جس میں انسان کو پھلنے پھولنے اور زندگی کے ہر میدان میں ترقی کرنے کے مواقع فراہم ہوتے ہیں۔ جہاں جمہوریت کے ذریعہ ہندوستانیوں کو بہت سے اختیارات دیئے گئے ہیں وہیں دوسری طرف ان کو بہت سے فرائض بھی انجام دینے پڑتے ہیں۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ اپنے حقوق کو پورا کرنے اور اپنی آرام وآرائش کے لئے وہ دوسروں کے حقوق کو کوئی نقصان نہ پہنچائے۔ ہر شخص کو چاہئے کہ وہ ایمانداری کے ساتھ اپنی بہتری اور ترقی کی فکر میں رہنے کے ساتھ دوسروں کی بھلائی کا خیال رکھے۔ یہ وہ جمہوری راستہ ہوگا جس سے پورے سماج اور معاشرے کا بھلا ہوسکتا ہے۔

جمہوریت کے تحت ذات پات سے اوپر اٹھ کر سارے انسان کو برابر سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جمہوریت میں انسان کے مکمل حقوق کا خیال رکھا جاتا ہے۔ اس کا مقصد انسان کے سیاسی حقوق کی ترقی کرنا ہے۔ خاص طور سے یہ دھیان رکھا جاتا ہے کہ سارے عوام کو آزادی کے برابر حقوق فراہم ہوں۔ کسی کی خواہش کے خلاف نہ کوئی قانون نافذ کیا جائے اور نہ کسی قسم کی زیادتی کی جائے۔ ہر مسئلہ کو عوام کی رائے سے حل کرنے کی کوشش کی جائے۔ کسی بھی انسان کو ایسا محسوس نہیں ہونا چاہئے کہ اس پر کوئی حکومت کر رہا ہے بلکہ اسے ایسا محسوس ہونا چاہئے کہ حکومت میں اس کی حصہ داری ہے۔ ایسے نظام میں ہر قسم کی برابری اور مساوات ہوتی ہے۔ حکومت سب کو برابر سمجھتی ہے۔ سب کو ترقی کے یکساں مواقع فراہم ہوتے ہیں۔ سب کو ایک نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ نسل، رنگ، اقتصادی حالت، بنا کسی فرد، فرقے یا گروہ کی طرف داری کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی ہے۔ یہ اس نظام کی سب سے بڑی خوبی ہے۔ حصول تعلیم کے مواقع بھی سب کو مساوی طور پر ملتے ہیں۔

آزادی اور مساوات جمہوری نظام کی سب سے بڑی خوبی ہے۔ جمہوریت کی تعمیر چار اصولوں پر قائم ہے: (۱) انصاف (۲) مساوات (۳) آزادی اور (۴) برادرانہ برتاؤ۔ مکمل آزادی انسان کے لئے وہ نعمت ہے جس میں انسانیت کا بیج پنپتا ہے۔ خود بہ خود علم ومحبت، محنت اور خوش اخلاقی جیسے اوصاف پیدا ہوتے ہیں۔ آزاد خیالی اور برادرانہ برتاؤ سے اخلاقی قوت کی بنیاد پڑتی ہے۔ اس طرح جمہوری نظام مستحکم بنتا ہے۔ جمہوریت کی بقا اور اس کے تحفظ کے لئے ہمیں جذباتی یکجہتی کے ذریعہ قومی یکجہتی کی منزل تک پہونچنے میں مدد ملتی ہے۔ اس کے لئے ہمیں کوشش صدق دل سے کرنی چاہئے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے عوام کی سوچ میں تبدیلی لانا نہایت ضروری ہے۔ یہ کام بہت آسان نہیں ہوتا لیکن اگر دھیرے دھیرے تبدیلی لائی جائے تو ان خوبیوں کو اپنے آپ میں ڈھالا جاسکتا ہے۔ چونکہ جمہوریت کی بنیاد انسانی قدروں پر قائم ہے اس لئے اس میں خود جیو اور دوسروں کو جینے دو پر اہمیت دینا لازمی ہے۔ اس نظام کے ذریعہ خود غرضی دوسروں کی خدمت میں تبدیل ہوجاتی ہے۔ نفرت وعداوت کا خیال ختم ہوجاتا ہے۔ جمہوریت میں حب الوطنی کا جذبہ ہر وقت انگڑائیاں لیتا رہتا ہے۔ اگر اسے ہم صدق دل سے قبول کریں تو صلح، آشتی، محبت کا جذبہ بڑھے گا اور ملک میں امن وامان قائم ہوگا۔ جمہوریت ہمیں مندرجہ ذیل پیغام دیتا ہے:۔

☆ ہر شخص اپنے افکار وخیالات کی اصلاح کرے۔ اپنی عادات کو ترتیب وار ڈھنگ سے بدلنے کے لئے کوشاں رہے۔
☆ ہر شخص اپنے دل میں ہمت، ایثار، جرأت، شجاعت جیسے اوصاف پیدا کریں۔
☆ ہر شخص اپنے اندر وطن کی سچی محبت رکھے اور کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے ملک وقوم کی تذلیل ہو اور جمہوری نظام کمزور ہو۔
☆ ہر شخص اپنے اندر نظم وضبط بنائے رکھے اور سب کا تہہ دل سے احترام کرے۔
☆ رواداری اور محبت ہی انسانیت ہے اور یہ اوصاف اگر مضبوط ہوں تو جمہوریت کی جڑیں توانا ہوں گی۔
☆ ہر شخص اپنے دل سے نفرت، حسد اور کینہ وکدورات کو دور کرنے کی کوشش کرے۔
☆ ہر شخص اپنی قوم کے لئے، اپنے ملک کے لئے ہر تکلیف برداشت کرنے کا جذبہ پیدا کرے۔ جب بھی قوم اور ملک کو اس کی ضرورت پڑے وہ اپنی جان نچھاور کرنے کے لئے تیار رہے۔

اس طرح ہم یوم جمہوریہ کے موقع پر یہ عہد کرتے ہیں کہ ہم اپنے قوم وملک کے لئے جہاں تک ممکن ہو اپنے آپ کو تیار رکھیں اور اس کے دامن کو کسی بھی داغ سے محفوظ رکھنے کی سعی کریں۔

....یکجہتی حیات کے آداب کیا ہوئے؟؟؟

محمد قاسم
ٹانڈوی

قارئین کرام! سال میں 26/جنوری (یوم جمہوریہ) اور 15/اگست (یوم آزادی) کے دن ہمارے پورے ملک میں جشن جمہوریہ اور جشن آزادی کے عنوان اور ان خاص دنوں کی مناسبت سے جگہ جگہ عوامی تقاریب کا انعقاد عمل میں لایا جاتا ہے اور ملک بھر میں بلاتفریق مذہب وملت چھوٹے بڑوں کی طرف سے اس دن خوشی وشادمانی کا کھل کر اظہار کیا جاتا ہے۔ سرکاری ونیم سرکاری عمارتوں، تعلیمی اداروں اور قومی ملی تنظیموں کے دفاتر میں پوری شان وشوکت کے ساتھ ترنگا جھنڈا بھی پھرایا جاتا ہے، اہل وطن کی طرف سے مل جل کر خوشیاں منائی جاتی ہیں، مٹھائی اور دیگر اشیاء کی تقسیم ہوتی ہے، ایک دوسرے کو مبارکباد پیش کی جاتی ہے، جس سے ہر طرف گنگ وجمن کا سہانا ماحول اور بھائی چارے کی خوشگوار فضا قائم ہوتی نظر آتی ہے۔ اس دن کی خوشی اور خاص اہمیت کے مدنظر کہیں کہیں ملازمین وماتحتوں کی ڈیوٹی کا بوجھ کم کر کے انہیں نصف روز کی تعطیل سے بھی نوازا جاتا ہے اور یہ سلسلہ ہمارے ملک میں 26/جنوری 1950 سے مسلسل جاری ہے۔ اس لئے کہ 15/اگست 1947 کو ہمارے آباواجداد نے ڈھائی سو سالہ طویل مدت کے بعد انگریزوں کے ناجائز تسلط سے اس ملک کو آزاد اور ان کے مکروہ وجود سے پاک کرایا تھا۔ انگریز جو اپنی شاطر دماغی اور چالاکی کے باعث 1600/عیسوی کے اوائل میں بغرض تجارت کلکتہ ومدراس کے راستے ہمارے اس ملک میں داخل ہوا تھا، بدقسمتی سے کچھ ہی عرصہ کے بعد وہ ہمارے اس ملک کے تخت وتاج کا ناخدا اور یہاں کے سیاہ وسفید کا مالک بن بیٹھا تھا۔ اس کی ملکیت وبادشاہت کا عالم یہ تھا کہ اس کی حکمرانی کا سورج غروب نہیں ہوتا تھا اور وہ ایک ہی وقت میں برطانیہ سے لے کر ایشیا کے بیشتر حصوں پر تن تنہا حکمرانی کا سکہ چلانے والا واحد حکمراں کہلاتا تھا۔ طاقت وغرور کے نشے میں مست وہ اکثر اس طرح کے بدبودار الفاظ کہنے سے بھی نہیں چوکتا تھا کہ: "خلق خدا کی، ملک بادشاہ کا اور حکم کمپنی بہادر کا"۔ مگر انگریز اپنے اس دعوی کے دوران اس بات کو بھول رہا تھا کہ حصول اقتدار اور دوران جنگ سازی ولشکر کشی کے وقت میرا واسطہ ان راجہ مہاراجاؤں سے لاحق ہوا تھا، جن کی سلطنت کے اصول وضوابط تغیر پذیر، نظام عدل وانصاف غیر مساویانہ اور ان کی عادات واطوار تخریب کاری کی نذر ہوچکی تھیں۔ اور یہ بات سچ ہے کہ اس وقت کے فرمانرواؤں کی راتیں عیش کوشی میں اور دن سیر وسیاحت کی موج مستی میں گزر رہا تھا، عیش وعشرت میں مست ان راجاؤں کی صبح ہی اس وقت ہوتی تھی، جب سورج اپنے دورانیہ کا نصف حصہ پورا کرچکا ہوتا تھا اور ان کے ماتحت خلقت ورعایا اپنے حصے کی ذمہ داریوں کو تقریباً نمٹا چکی ہوتی تھیں۔ چنانچہ ایسے تغیر پذیر حالات، اخلاقی تنزلی کے شکار اور اصول سلطنت سے عاری بادشاہوں کے رہتے ہوئے اگر کوئی باہری طاقت کسی بھی ملک پر اپنا راج قائم کرنے میں کامیاب ہوجاتی ہے، تو اس میں باہری طاقتوں کا قصور کم اندرونی اعتبار سے سلطنت کے سپہ سالاروں کی غلطی اور وقت کے فرمانرواؤں کا جرم زیادہ بڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔ اور یہی سب کچھ اس وقت ہمارے اس ملک اور یہاں کے عوام کے ساتھ ہوا کہ مغل فرمانروا اپنی عیش وعشرت کی زندگی میں مست رہے اور وہ باہر سے آنے والی طاقتوں کی منشا اور نظریہ سے غافل وبے خبر رہے۔ لہذا ان شعبدہ باز طاقتوں نے بروقت حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بہت جلد اس "جنت نشاں" سرزمیں کو اپنے چنگل میں لے لیا اور اس سرسبز وشاداب گلستاں کے اصل مالک وحاکم بن کر اسے برباد کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ جس کا ایک تو بڑا نقصان یہ ہوا کہ پورے ہندوستانی معاشرے کا ڈھائی سو سال تک استحصال کیا گیا اور یہاں کے عوام کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑے رکھا، دوسرے دنیا بھر میں سونے کی چڑیا※ سے مشہور ہمارا یہ ملک انگریزوں کے تسلط سے آزاد ہونے کے بعد بالکل کنگال اور اندر سے کھوکھلا پایا گیا؛ سوائے تاریخی عمارتوں اور قدیم اثاثوں کے یہاں کچھ رہ نہیں گیا تھا۔ اس لئے کہ فطرت سے مجبور جاتے جاتے بھی سرکاری خزانہ کی لوٹ کھسوٹ اور ہمارے آباؤاجداد کی بیش قیمت اشیاء بٹور کر یہاں سے اس نے رخت سفر باندھا تھا۔ اس کے علاوہ برسوں سے آباد یہاں کے عوام کے دلوں میں نفرت وعداوت کی چنگاری سلگا کر ان کے درمیان تقسیم وطن کی لکیر اور کھینچ گیا تھا۔ قوم کو آج تک اس درد کی ٹیس کا شدت سے احساس ہے اور اس وقت کی سلگائی ہوئی چنگاری نے اب شعلوں کی شکل اختیار کر رکھی ہے، جو آئے دن کہیں نہ کہیں بھڑک اٹھتی ہے اور کسی ایک طبقہ وسماج کو اپنی شعاؤں میں لے کر سب کچھ بھسم وراکھ کردیتی ہے۔

پھر بھی یہ بات کسی طبقہ اور برادری سے تعلق رکھنے والے ہوش مند وخردمند اور ذی شعور افراد سے مخفی نہیں ہے کہ اس ملک کی آزادی اور خود مختاری میں اگر سب سے زیادہ کسی کی قربانیاں شامل ہیں تو وہ ہمارے ہی اکابر اور بزرگوں کی پیش کی گئی قربانیاں ہیں، جنہوں نے بے دریغ اپنا لہو بہا کر اس ملک کو آزادی دلائی تھی۔ یہ ہمارے ہی اکابر وعلماء کی انتھک محنت اور ان کی مخلصانہ جدوجہد کا نتیجہ تھا جو مسلسل موت وزیست کی اس خارداروادی میں اپنی جان ومال کا نذرانہ پیش کرتے رہے۔ چنانچہ کبھی انہیں ابلتے اور کھولتے ہوئے تیل میں ڈالا گیا تو کبھی توپ کے دہانے پر باندھ کر ان کے جسموں کے چیتھڑے ہوا میں بکھیر دئے گئے، نہ جانے کتنوں کو کالے پانی کی سزا سنائی گئی اور کتنوں کو درختوں پر سولی چڑھائی گئی، ایسے ہی نہ جانے کتنوں کو زندہ ہاتھیوں سے روندا جاتا تھا؟

الغرض!!! ہمارے ہی اکابر وعلماء نے تن کے گورے، من کے کالے اس انگریز عوام کو اپنے اس دیش سے نکالنے اور اسے یہاں سے اپنا بوریہ بستر باندھنے پر مجبور کیا تھا۔ تاریخ نویسوں نے یہ بات لکھی ہے کہ: "جان ومال کی پرواہ اور اپنے عزیز واقارب کی سلامتی کا خیال کئے بغیر اس ملک کی آزادی میں جس طرح مسلم طبقات کی طرف سے مرحلہ درمرحلہ قربانیاں پیش کی گئی تھیں، دیگر برادران وطن کا حصہ ان کے عشر عشیر کو بھی نہیں پہنچتا"۔ یہی وجہ ہے کہ آزادی حاصل ہونے کے بعد اگر ہمارے اکابرو علماء چاہتے تو اس ملک کی زمام اقتدار اپنے ہاتھوں میں رکھتے اور جیسے انگریز کے قبضے سے پہلے ہمارے اس ملک کی آن بان شان ہوتی تھی؛ اسی قدیم آن بان شان کے ساتھ نہ صرف اس ملک میں نظام حکومت قائم کرتے، بلکہ اپنے اس ملک کے حسن وجمال میں مزید اضافہ بھی کرتے اور یہاں کی جو قدیم گنگا جمنی تہذیب، برسوں پرانی روایات ویادگار اور آپسی بھائی چارہ کی جو امتزاج وخصوصیات تھیں؛ ان کا دور دورہ ہوتا، عالمی پیمانے پر ہمارے اس ملک کی جو شناخت سونے کی چڑیا※ سے ہوتی تھی اسے بحال ومہمیز کرنے کے مضبوط اقدام کئے جاتے، جس سے کہ ہر سو خوشحالی اور ترقی کی شہنائی بجتی اور ہمارا یہ ملک امن وسلامتی کا مرکز، تہذیب وتمدن کا گہوارہ، ہندو مسلم اتحاد کا محافظ، قومی یکجہتی کا استعارہ اور باہمی رواداری کا شاندار وبے مثال نظارہ اور مظاہرہ کرنے والا ہوتا؟ مگر افسوس! اس وقت ایسا نہ ہوسکا اور آج کے موجودہ حالات میں ہمارا یہ ملک جس غیر یقینی صورتحال سے دوچار ہے اور اس کی جمہوری اقدار وروایات جس تیزی کے ساتھ متزلزل وغیر پختہ ہوتی جارہی ہیں؛ وہ سب اسی ایک غیر دانشمندانہ فیصلہ کی دین ہے، جس میں ہمارے اپنوں کی حد سے زیادہ سادگی اور برادران وطن کے اذہان میں پہلے سے رچی بسی عیاری ومکاری پنہاں ہے۔ اس لئے کہ آج ایک طبقہ ملک کے آئین ودستور میں تبدیلی واقع کرنے کے لئے مسلسل خفیہ سازشیں رچ رہا ہے اور اس نے اس کام پر اپنے کارندوں کو لگائے رکھا ہے؛ تاکہ جب بھی ان کے حق میں حالات موافق وہموار ہوں تو وہ ملک میں آباد دیگر تمام طبقات کو کھل کر چیلنج کرسکیں اور اپنی دیرینہ خواہش کو عملی جامہ پہنا سکیں۔ وہ طبقہ کبھی تو "دھرم سنسد" کا انعقاد کرتا ہے اور وہاں سے اعلانیہ مسلمانوں کے خلاف اشتعال انگیزی کرتا ہے، قتل وغارت گری اور دیش سے نکالنے کی باتیں کرتا ہے، کبھی مسلمانوں کی "گھر واپسی" ان کی "لنچنگ" اور "لو جہاد" جیسے شوشے چھوڑ کر ان کے خلاف بھڑکاؤ بیان بازی کرتا ہے اور حکومتیں سب کچھ دیکھتے اور سنتے ہوئے بھی بروقت کوئی ایکشن لیتی نظر نہیں آتیں، علی الاعلان اور کھلم کھلا بغاوت وشرپسندی کرنے والے جگہ جگہ ہفوات گوئی اور نازیبا حرکتیں کررہے ہیں، مگر ان کے خلاف نہ کوئی وارنٹ آتا ہے اور نہ کوئی مناسب کارروائی ہوتی معلوم پڑتی ہے۔ جبکہ اگر یہی حرکت واشتعال انگیزی ان کے مذہب ونظریے سے موافقت نہ رکھنے والا کردے تو جگہ چھوڑنے سے پہلے اس کی گرفتاری عمل میں آجاتی ہے۔ حکومتی اداروں سمیت ملک کی پالیسیوں سے کھلواڑ کرنے والے ٹولے کی باتیں اور شکایتیں تو بہت ہیں، مگر جب دیکھتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کے ہمراہ سیکولر ذہن اور جمہوریت کی بقا کے لئے میدان میں آنے والی ایک بڑی تعداد ہمارے برادران وطن کی بھی ہے اور انہیں بھی ملک کی آزادی، اس کی خودمختاری اور جمہوری اقدار وروایات کے تحفظ اور یہاں کے آئین ودستور کی بقا کی فکر ویسے ہی دامن گیر ہے، جیسے مسلمانوں کو اس کی سلامتی کی فکر ہر وقت ستاتی رہتی ہے اور برادران وطن کا یہ طبقہ مسلمانوں کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑا ہے، تو من کو تسلی اور قلب کو سکون حاصل ہوجاتا ہے۔

موجودہ پرآشوب حالات کے تناظر میں جناب ساحر لدھیانوی کی نظم: یوم جمہوریہ※ کے چند اشعار پیش خدمت ہیں، ملاحظہ فرمائیں※

آؤ کہ آج غور کریں اس سوال پر
دیکھے تھے ہم نے جو وہ حسیں خواب کیا ہوئے
کیا مول لگ رہا ہے شہیدوں کے خون کا
مرتے تھے جن پہ ہم وہ سزایاب کیا ہوئے
مذہب کا روگ آج بھی کیوں لاعلاج ہے
وہ نسخہ ہائے نادر و نایاب کیا ہوئے
ہر کوچہ شعلہ زار ہے، ہر شہر قتل گاہ
یکجہتی حیات کے آداب کیا ہوئے؟؟؟
مجرم ہوں میں اگر تو گنہگار تم بھی ہو
اے رہبران قوم! خطا کار تم بھی ہو!!!

روزنامہ لکھنؤ
قومی صحافت
پرنٹر، پبلیشر ومالک
شاہد خان
نے لکھنؤ آفسیٹ، روچی کھنڈ-۱، شاردا نگر
لکھنؤ اتر پردیش سے چھپوا کر ۹۶۲ گولہ
بازار صدر کینٹ، لکھنؤ-226002
(یوپی) سے شائع کیا
ایڈیٹر: بی ناصر
Urdu Daily Lucknow
QAUMI SAHAFAT
PublisherPrinter Owner
Shahid Khan
Printed at Lucknow
OffsetRuchi Khand-1 Sharda
Nagar Lucknow U.P
Published From 962 Gola
Bazar Sadar Cant
Lucknow-226002(U.P)
Editor: B.Nasir
Email:qaumisahafat@gmail.com
Mob:9565060730

اکھلیش کے لئے پاکستان دشمن نہیں، جناح دوست ہیں: یوگی

لکھنؤ: اتر پردیش کے وزیر اعلی یوگی آدتیہ ناتھ نے پاکستان اور اس کے فاونڈر محمد علی جناح کے بارے میں سماج وادی پارٹی (ایس پی) کے صدر اکھلیش یادو کے بیان کا حوالہ دیتے ہوئے ایس پی سربراہ کی معلومات پر سوالات کھڑے کئے ہیں۔ یوگی نے اکھلیش کے ذریعہ پاکستان کو ہندوستان کا حقیقی دشمن نہ ہونے کے بارے میں دیئے گئے بیان پر طنز کستے ہوئے منگل کو سوشل میڈیا پر اپنے تبصرے میں کہا 'جنہیں پاکستان دشمن نہیں لگتا، جناح دوست لگتے ہیں۔ ان کی تعلیم اور نظریہ پر کیا ہی کہا جائے۔ اتنا ہی نہیں یوگی نے اکھلیش کو 'طمنچہ وادی' بھی قرار دیا۔ یوگی نے کہا 'وہ خود کو سماج وادی کہتے ہیں لیکن سچ یہی ہے کہ ان کے رگ۔ رگ میں طمنچہ واد دوڑ رہا ہے۔ قابل ذکر ہے کہ اکھلیش نے ایک انٹرویو میں پیر کو کہا تھا کہ ہندوستان کا اصلی دشمن پاکستان نہیں چین ہے۔ بی جے پی صرف ووٹوں کی سیاست کی وجہ سے پاکستان کو دشمن مانتی ہے۔ اس سے پہلے بھی اکھلیش نے ہندوستان کے تحریک آزادی میں جناح کے کردار کا موازنہ مہاتما گاندھی، سردار پٹیل اور پنڈت نہرو کے کردار سے کیا تھا۔

بی جے پی لوگوں میں اپنی ساکھ کھو چکی ہے: اکھلیش یادو

لکھنؤ: سماج وادی پارٹی کے قومی صدر اور سابق وزیر اعلی اکھلیش یادو نے کہا ہے کہ بی جے پی لوگوں میں اپنی شاخ کھو چکی ہے۔ اس کے ساتھ کوئی نہیں ہے، وہ الگ تھلگ ہے۔ اس لیے بی جے پی نچلی سطح پر آگئی ہے۔ سماج وادی پارٹی کی حکومت بننے کی بات ہر گلی کوچے میں چل رہی ہے۔ لوگوں کا ماننا ہے کہ بی جے پی نے وعدے پورے نہیں کیے ہیں جب کہ سماج وادی حکومت کے کام کی حقیقت سب کو معلوم ہے۔ اتر پردیش نے بی جے پی کے پانچ سالہ دور حکومت میں اپنے بدترین دن دیکھے ہیں۔ مہنگائی اور کرپشن نے معاشرے میں دراڑیں ڈال دی ہیں۔ ڈیزل اور پیٹرول کی قیمتوں میں اضافے سے اشیائے خوردونوش کی قیمتوں میں اضافہ ہوا ہے۔ ٹرانسپورٹ مہنگی ہوگئی ہے۔ مہنگی بجلی نے لوگوں کی کمر توڑ دی ہے۔ مرکز۔ ریاست میں بی جے پی کی حکومتوں کے باوجود اتر پردیش کا پاور کوٹہ نہیں بڑھ سکا۔ بی جے پی کے دور حکومت میں بجلی کا ایک یونٹ بھی پیدا نہیں ہوا۔ سماج وادی حکومت نے عوام کے مفاد میں 108 ایمبولینس سروس شروع کی، حاملہ خواتین کے لیے 102 نمبر سروس شروع کی۔ خواتین کے خلاف جرائم پر قابو پانے کے لیے 1090 ویمن پاور لائن کا آغاز ہوا۔ غریبوں کے علاج کے لیے کینسر انسٹی ٹیوٹ قائم کیا گیا جو بی جے پی نے شروع نہیں کیا۔ بی جے پی نے اپنی ناکامیوں کو چھپانے کے لیے منظم جھوٹ کی مہم شروع کی ہے۔ سماج وادی پارٹی اور بی جے پی میں بنیادی فرق ہے۔ سماج وادی پارٹی سب کو ساتھ لے کر چلتی ہے۔ خیر سگالی اور ہم آہنگی سماج وادیوں کے کردار میں ہے۔ وہ سب کا احترام کرتی ہے۔ وہ تمام مذاہب پر یکساں اعتماد رکھتا ہے۔ بی جے پی کی پالیسیاں نفرت اور بیگانگی پیدا کرتی ہیں۔ معاشرے کو تقسیم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ بی جے پی اقلیتوں کے تئیں دشمنی رکھتی ہے۔ الیکشن کمیشن نے انتخابات کی تاریخوں کا اعلان کر دیا۔ ان اسمبلی انتخابات میں جمہوریت کا امتحان بھی ہونا ہے۔ بی جے پی نے بار بار عوام کو دھوکہ دیا ہے۔ انہوں نے اپنے ریزولیوشن لیٹر میں لکھے وعدوں کو بھی پورا نہیں کیا۔ نہ تو کسان کی آمدنی دوگنی ہوئی اور نہ ہی اس کی فصل کو ایم ایس پی ملا۔ نوجوانوں کو نوکریاں دینے کا وعدہ کیا گیا۔ انہیں بھی تاریک غار میں پھینک دیا گیا ہے۔ اب عوام نے فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ فریب اور بیان بازی کرنے والی بی جے پی کو دوبارہ اقتدار میں نہیں آنے دیں گے۔ اس بار 2022 میں عوام کا واحد انتخاب سماج وادی پارٹی ہے۔

بی جے پی نے خوف کا ماحول پیدا کیا: پرینکا گاندھی

نئی دہلی، (ایجنسی)۔ کانگریس جنرل سکریٹری پرینکا گاندھی واڈرا نے منگل کو اتر پردیش کی بی جے پی حکومت پر کی شدید تنقید کی۔ انہوں نے کہا کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ الیکشن صرف ترقی کے ایشوز پر لڑے جائیں۔ کانگریس نے اتر پردیش میں غلط راستہ اختیار کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ پرینکا نے کہا کہ خواتین کو ایک الگ سیاسی وجود کے طور پر ووٹ دینا چاہیے، یہ وقت اپنے حقوق کو سمجھنے اور سیاست کے میدان میں اپنے جائز مقام کا مطالبہ کرنے کا ہے۔ بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی) اور سماج وادی پارٹی (ایس پی) پر تنقید کرتے ہوئے، پرینکا نے کہا کہ دونوں پارٹیاں پولرائزیشن کو پسند کرتی ہیں کیونکہ اس سے ان کا ووٹ بینک مضبوط ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بی جے پی کو پولرائزیشن کا فائدہ اٹھانے سے روکنے کے لیے ریاست کے لوگوں کو مختلف قسم کی سیاست کا متبادل دینے کی ضرورت ہے۔ گورکھپور سے انتخاب لڑنے والے یوگی آدتیہ ناتھ کے بارے میں گاندھی نے کہا کہ مجھے لگتا ہے کہ بی جے پی قیادت ان کا قد کم کرنا چاہتی ہے۔ پرینکا گاندھی واڈرا نے کہا کہ بی جے پی کا یہ اقدام اشارہ کرتا ہے کہ اس کی قیادت یوگی آدتیہ ناتھ کے قد کو کم کرنا چاہتی ہے۔ کیونکہ ان کے آمرانہ نظام میں صرف ایک سپریم لیڈر ہو سکتا ہے۔ بی جے پی نے 15 جنوری کو اعلان کیا تھا کہ وزیر اعلی یوگی آدتیہ ناتھ گورکھپور شہری اسمبلی سیٹ سے الیکشن لڑیں گے۔ پہلے یہ بحث تھی کہ آدتیہ ناتھ کو ایودھیا سے امیدوار بنایا جا سکتا ہے، لیکن پارٹی قیادت نے ایسا نہیں کیا۔ انہوں نے ریاستی حکومت پر کووڈ وبا کے دوران بدانتظامی کا الزام لگایا۔ انہوں نے کہا کہ یہ حکومت عوام کو بچانے میں ناکام رہی ہے۔ آشا بہوہوں یا ڈاکٹر، نرسیں یا دیگر ہیلتھ ورکرز، ایسے لوگوں کی حوصلہ افزائی کرنے کے بجائے جو کورونا کی وبا کے دوران اپنی پرواہ کیے بغیر کام کرتے ہیں، بی جے پی نے خوف کا ماحول پیدا کیا۔

جشن آفتاب اثر ٹانڈوی 30 جنوری کو

لکھنؤ۔ مسرور ایجوکیشنل سوسائٹی کے زیر اہتمام سینٹ روز پبلک اسکول، گڑھی پیر خاں، ٹھاکر گنج میں شہر ادب کے خادم اردو بزرگ شاعر آفتاب اثر ٹانڈوی کے اعزاز میں ''جشن آفتاب اثر ٹانڈوی'' منایا جائے گا۔ جشن کی صدارت معروف ادبی شخصیت اطہر نبی ایڈوکیٹ کریں گے۔ سوسائٹی کے روح رواں ڈاکٹر منصور حسن خاں کے مطابق اس موقع پر ہونے والی نشست میں شعراء وادبا کے علاوہ معززین شہر بھی ہوں گے۔ سوسائٹی کے سرپرست ڈاکٹر ثروت تقی نے شعراء وادباء سے 30 جنوری بروز اتوار دو بجے دوپہر تک آنے کی گزارش کی ہے تاکہ پروگرام اپنے وقت پر کووڈ پروٹوکال کے مطابق اختتام پذیر ہو سکے۔ فریضہ نظامت شکیل گیاوی انجام دیں گے۔

جامعہ امامیہ تنظیم المکاتب میں جلسہ سیرت منعقد ہوا

لکھنؤ۔ (پریس ریلیز) صدیقہ طاہرہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی ولادت باسعادت کے موقع پر جامعہ امامیہ تنظیم المکاتب میں جلسہ سیرت منعقد ہوا۔ مولوی علی رضا متعلم جامعہ امامیہ نے تلاوت قرآن کریم سے جلسہ کا آغاز کیا۔ بعدہ طلاب جامعہ امامیہ مولوی محمد فہیم، مولوی محمد اصغر، مولوی سید راہب حسن، مولوی محمد طہ، مولوی محمد حیدر، مولوی سید محمد حسنین، مولوی سید حسن حیدر، مولوی ریحان عباس، مولوی شیخ علی عباس اور مولوی ناصر حسین نے تقاریر کیں۔ مولانا سید علی ہاشم عابدی استاد جامعہ امامیہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول روایت ''جب ملائکہ نے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے نور کو دیکھا تو اللہ نے ملائکہ کو وحی کی کہ یہ نور میرے نور سے ہے، اسکو میں نے آسمان پر سکونت دی اور اپنی عظمت سے خلق کیا۔ یہ انبیاء میں سے (آخری) نبیؐ کے صلب سے ظاہر ہوگا۔ اس کو میں نے تمام انبیاء پر فضیلت دی، اس نور سے ائمہ کے نور ظاہر ہوں گے جو میرے امر کے لئے قیام کریں گے، میرے حق کی جانب ہدایت کریں گے، میں ان (ائمہ ہدیٰ علیہم السلام) کو سلسلہ وحی کے خاتمہ کے بعد زمین پر اپنا خلیفہ بناؤں گا۔'' کو بیان کرتے ہوئے اسکی وضاحت کی۔ مولانا فیروز علی بنارسی صاحب استاد جامعہ امامیہ نے جن طلاب نے تقاریر کی، انکی اصلاح کرتے ہوئے انکو مفید نکات کی جانب متوجہ کیا۔ منبر پر آنے والوں کی ذمہ داریوں کو بیان کرتے ہوئے طلاب کو نصیحت کی کہ منبر پر آنے سے پہلے مطالعہ کریں، فکر کریں۔ اگر ہم کسی بزرگ کی تقریر نقل کر بھی رہے ہیں تو خیال رکھیں کہ آیات، احادیث اور روایات و واقعات کو ایک بار خود بھی کتابوں میں دیکھیں۔ مولانا سید منور حسین رضوی انچارج جامعہ امامیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشہور حدیث ''بے شک اللہ اس سے راضی ہوا جس سے فاطمہؑ راضی ہوئیں اور اللہ اس سے ناراض ہوا جس سے فاطمہؑ ناراض ہوئیں۔'' کو سرنامہ کلام قرار دیتے ہوئے بیان کیا کہ اللہ کے رضا اور غضب کا محور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں۔ نیز طلاب کو تقریر سے مربوط ضروری نکات کی جانب رہنمائی کی۔

بی ایس پی کے علاوہ تمام سیاسی پارٹیوں نے سیاست میں جرائم کی آمیزش کی: مایاوتی

لکھنؤ: بہوجن سماج پارٹی (بی ایس پی) سپریمو مایاوتی نے اتر پردیش میں حکمراں جماعت بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی) اور مین اپوزیشن جماعت سماج وادی پارٹی (ایس پی) پر سیاست میں جرائم کی آمیزش کا الزام لگاتے ہوئے کہا کہ ریاست کو جنگل راج میں دھکیلنے کے بعد بھی ان کی 'جملے بازی' جاری ہے۔ حالانکہ اس کے جواب میں وزیر اعلی یوگی آدتیہ ناتھ نے اپوزیشن پارٹیوں پر اقتدار میں رہتے ہوئے خود کچھ نہ کرنے اور صرف الیکشن کے وقت تہمتیں لگانے کا جملہ کسا ہے۔ اتر پردیش میں اسمبلی الیکشن کے پیش نظر مایاوتی نے منگل کو اپنی حریف جماعت بی جے پی پر جملے بازی کرنے اور ایس پی پر شر پسند عناصر کو تحفظ دینے کا الزام لگا۔

ایس پی اور بی جے پی کا نام لئے بغیر انہوں نے ٹوئٹ پر کہا 'بی ایس پی کو چھوڑ کر سبھی پارٹیوں کی حکومتوں نے سیاست میں جرائم کی آمیزش، جرم کو سیاست کی پناہ گاہ بنانے، قانون کے ساتھ کھلواڑ اور اپنی پارٹی کے غنڈوں و مافیاؤں کو تحفظ وغیرہ سے یوپی کو جنگل راج میں ڈھکیل اسے غریب و پچھڑا بنائے رکھ کر عوام کو پریشان کرنے کے قصوروار ہیں لیکن ان کی جملے بازی جاری ہے۔ کچھ دیر بعد ہی اتر پردیش کے وزیر اعلی یوگی آدتیہ ناتھ نے بھی پلٹ وار کر ایس پی اور بی ایس پی کا نام لئے بغیر ہی کہا کہ اپوزیشن پارٹیاں اپنے دور اقتدار میں کچھ نہیں کرتی ہیں اور لیکن الیکشن آنے پر ان کی طرف سے الزامات کے تیر چلنے لگتے ہیں۔ یوگی نے ٹوئٹ کر طنز کسا 'ایک کہاوت ہے 'کریں نہ دھریں، ترکش پہنے پھریں' پوری اپوزیشن کا یہی حال ہے۔ اقتدار میں رہے تو کچھ نہیں کیا اب الیکشن کے وقت سب 'ترکش' پہنے پھر رہے ہیں۔

سبھاش چندر بوس ایک اعلیٰ مثال تھے

لکھنؤ: بزم وقار ادب کے جنرل سکریٹری قمر سیتاپوری نے کہا آزادی کے مثالی رہنما اور ملک کے بے لوث خادم مجاہد آزادی اور بہادر سپاہی سبھاش چندر بوس کا حوصلہ و جذبہ کسی فلک بوس پہاڑ سے کم قد و قامت کا نہیں۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر تھا۔ ایسے رہنماؤں کو جو عزت اور قدر و قیمت ہمیں دینی چاہئے افسوس ہم نہیں دیتے۔ یا پھر دیر سے ان کی قدر پہچانتے ہیں۔ ملک کے وزیر اعظم نے موصوف کی ایک سو پچیسویں سالگرہ پر ان کے مجسمے کی نقاب کشائی کر کے ان کو جو (سپاس نامہ) اور خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ لائق ستائش ہے اور قابل تقلید بھی۔ ہم اس قدم کی تعریف کرتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ نیتاجی کے مشہور جملے (جو کر سکتے ہیں کریں گے)؟ کے جذبات کو ہم اپنی زندگی کا لائحہ عمل بنا کر نت نئے مسائل کو حل کرنے میں پہل کریں گے۔ یہی ان کو سچا خراج عقیدت ہوگا۔ آج ہم کو ایسی ہی بلند ہمت اور بے لوث عظیم قربانی دینے والے عظیم رہنماؤں کی ضرورت ہے۔

ہندوستان کی تقسیم کے سخت مخالف تھے سرحدی گاندھی
جلسے میں مقررین نے خراج عقیدت پیش کیا

لکھنؤ۔ بھارتیہ جن سیوا سماج اور بھارت رتن خان عبدالغفار خان سرحدی گاندھی اسمارک سنستھان کے اشتراک سے مجاہد آزادی خان عبدالغفار خان سرحدی گاندھی کے یوم وفات کی مناسبت سے سالہائے گذشتہ کی طرح امسال بھی چھوٹا جعفر منزل امین آباد میں سینئر گاندھیائی رہنما رمیش چندر شریواستو ایڈوکیٹ کی زیر صدارت جلسے کا انعقاد ہوا۔ جلسے کو خطاب کرتے ہوئے مسٹر شریواستو نے کہا کہ ملک کی آزادی کی تحریک میں سرحدی گاندھی نے پوری طاقت سے حصہ لیا اور انگریزی حکومت کو دھول چٹانے کیلئے رات و دن ایک کر دئے۔ وہ ہندو مسلم اتحاد کے علمبردار تھے۔ وہ ہمیشہ ہندوستان کی تقسیم کے سخت مخالف رہے۔ خدائی خدمتگار تنظیم کے روح رواں کے طور پر عدم تشدد کی مہم چلائی۔ ہمیں آج ان کے نقش قدم پر چلنے کا عزم لینا ہوگا اور ان کے اصولوں کو اپنانا ہوگا، یہی انہیں سچا خراج عقیدت ہوگا۔ جلسے کی نظامت نوجوان کانگریسی رہنما ایف اے ایس چرچل نے کی۔ اس موقع پر رام اسنیہی ایڈوکیٹ، ایف اے ایس چرچل، کے کے سنگھ ایڈوکیٹ، بی ایل ناگر ایڈوکیٹ، قربان علی، بچئو سونکر، سورن کمار اوستھی، راجیندر جیسوال ایڈوکیٹ اور ہری اوم وشوکرما اور فیضان قریشی نے سرحدی گاندھی کے حالات زندگی پر روشنی ڈالی۔ شرکاء نے دو منٹ کا سکوت اختیار کر کے مرحوم خان عبدالغفار خان کو خراج عقیدت پیش کیا۔

سنبھل میں تعلیمی پسماندگی دور کرنے اور اسمبلی میں بہتر نمائندگی کے لئے غور و خوض

سنبھل (پریس ریلیز)۔ سنبھل دنیا کے قدیم ترین شہروں میں سے ایک ہے۔ اس وقت شہر سنبھل کی آبادی تقریباً تین لاکھ ہے، جن میں 75 فیصد سے زیادہ مسلمان ہیں۔ لیکن تعلیمی اعتبار سے شہر سنبھل

کافی پیچھے ہے۔ سنبھل کے قرب وجوار میں واقع مراد آباد، امروہہ اور چندوسی میں سنبھل سے کئی گنا زیادہ تعلیمی ادارے اور سہولیات موجود ہیں، حتی کہ سنبھل کے طلبہ وطالبات کو تعلیمی مراحل مکمل کرنے کے لئے شہر سے باہر جانا پڑتا ہے۔ حالانکہ پچھلے دس سالوں میں کافی تبدیلی رونما ہوئی ہے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی سے تعلیم یافتہ حضرات نے اس طرف توجہ دے کر متعدد تعلیمی ادارے قائم کئے، مگر ابھی بھی ایسے اداروں کی اشد ضرورت ہے جن میں معیاری تعلیم کے ساتھ تربیت کا خاص انتظام کیا جائے۔ اسی مشن کے تحت ریاض میں مقیم ماہر تعلیم اور مشہور تاجر ڈاکٹر ندیم ترین صاحب کی سرپرستی میں تین سال قبل النور پبلک اسکول کا قیام عمل میں آیا تھا۔ امسال القلم پبلک اسکول کے نام سے دوسرا اسکول قائم ہو رہا ہے۔ ان شاء اللہ جلدی ہی لڑکیوں کے لئے ایک کالج بھی قائم کیا جائے گا۔ سنبھل میں تعلیمی پسماندگی دور کرنے کے لئے النور پبلک اسکول میں ایک میٹنگ کا انعقاد کیا گیا جس میں شہر سنبھل کے اسکولوں و کالجوں کے ذمہ داروں کو مدعو کیا گیا۔ سبھی نے اس بات پر اتفاق کیا کہ اس تعلق سے مزید خدمات انجام دی جائیں گی۔ اس مرتبہ یوپی کے اسمبلی الیکشن میں دیگر امیدواروں کے ساتھ ڈاکٹر ندیم ترین صاحب کے بھائی جناب مشیر خان ترین بھی اے آئی ایم آئی ایم پارٹی سے الیکشن لڑ رہے ہیں۔ جناب مشیر خان ترین سنبھل میں سی بی ایس ای سے منظور شدہ دسویں جماعت تک مشن اکیڈمی انگلش میڈیم اسکول چلا رہے ہیں۔ نیز چند سالوں سے وہ برابر اہل سنبھل کے مسائل کو حل کرنے میں کوشاں بھی ہیں۔ ڈاکٹر ندیم ترین صاحب نے سنبھل کے تعلیمی اداروں کو ہمیشہ اپنا تعاون پیش کیا ہے۔ ڈگری کالج حیات نگر ڈاکٹر ندیم ترین صاحب کی عطا کردہ اراضی پر ہی قائم ہے۔ ایم جی ایم کالج کی تعمیر کے لئے بھی انہوں نے خصوصی تعاون پیش کیا ہے۔

یوم جمہوریہ اور جمہوری قدروں کی پامالی

ڈاکٹر سیّد احمد قادری

یوم جمہوریہ کے موقع پر اپنے ملک کی جمہوریت کے ساتھ ساتھ عالمی سطح پر جن ممالک میں جمہوری نظام قائم ہے۔ ان کا ایک عمومی جائزہ لیا جائے تو ہمیں بہت زیادہ مایوسیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت ایسے بیشتر ممالک، جہاں جمہوریت قائم ہونے کے باوجود جمہوری اقدار کا اقتدار مسلسل پامال کر رہا ہے۔ جمہوریت کا بنیادی تقاضہ اور مفہوم یہ ہے کہ تمام باشندوں کو مساوی حقوق حاصل ہوں اور سبھوں کے ساتھ یکساں سلوک کیا جائے۔ لیکن افسوس کہ ادھر چند برسوں میں جمہوریت کی پامالی کئی ممالک میں عام ہوتی جارہی ہے۔ جس کے باعث سیکولر اور امن پسند لوگوں میں تشویش لاحق ہے۔ ان حالات کو دیکھتے اور شدت سے محسوس کرتے ہوئے گزشتہ سال کے دسمبر ماہ میں امریکی صدر جو بائیڈن کی میزبانی میں وہائٹ ہاؤس کے ساؤتھ کورٹ آڈیٹوریم میں دو روزہ عالمی ورچوئل جمہوریت کانفرنس کا انعقاد کیا گیا تھا۔ اپنے خطاب میں جو بائیڈن نے اس بات پر زور دیا کہ جمہوریت عالمی انسانی حقوق اور دنیا بھر میں درپیش مسلسل اور تشویشناک چیلنجز کے مقابلے کے لئے چیمپئنز کی ضرورت ہے۔ دنیا بھر میں عوام کا جمہوری حکومتوں پر عدم اطمینان کا اظہار کیا جارہا ہے۔ حکومتیں ان کی بنیادی جمہوری ضروریات کو پورا کرنے میں ناکام ثابت ہو رہی ہیں۔ حیرت میں ڈوب جانے والی بات یہ ہے کہ اس عالمی جمہوریت ورچوئل کانفرنس میں وزیر اعظم ہند نریندر مودی نے بھی، جن پر مسلسل ملک کی جمہوریت کو پامال کرنے پر تنقید کا نشانہ بنایا جارہا ہے، انھوں نے بھی اس جمہوریت سربراہ کانفرنس میں شرکت کی اور اپنی تقریر میں جمہوری قدروں کے فروغ کو تسلیم کرتے ہوئے اس امر پر زور دیا کہ تمام ممالک کو آئینی اصول پر عمل کرنا چاہئے۔ اس چوٹی کانفرنس میں مودی نے ہمیشہ کی طرح اس بات کو بھی دہرایا جو وہ اکثر ملک کے اندر نہیں بلکہ کسی ایسی کانفرنس یا پھر بیرون ممالک کے سفر کے دوران بیان کرتے ہیں کہ ہندوستان دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کے طور پر عالمی سطح پر جمہوری اقدار کو مضبوط کرنے کے لئے شراکت داری کے ساتھ کام کرنے کو تیار ہے۔ مودی نے ایک "دلچسپ" بات اس خاص عالمی جمہوریت کانفرنس میں یہ کہی کہ تمام ممالک کو اپنے آئین میں درج اقدار کی پیروی کرنی چاہئے۔ انھوں نے یہ بھی بتایا کہ ہندوستانی جمہوریت کے 4 ستون، حساسیت، جوابدہی، شراکت داری اور اصلاحات ہیں۔ اس موقع پر مودی نے تمام ممالک کو آئینی اصولوں پر عمل کرنے کی بھی نصیحت دے ڈالی ہے

اس پورے تناظر میں اب ہم مودی کے کتھنی اور کرنی کا جائزہ لیں تو ہمیں اندازہ ہوگا کہ وہ بیرونی سطح پر صرف گفتار کے غازی ہیں اور ملک کے اندر جمہوریت کے تئیں ان کا کردار و عمل دور دور تک نظر نہیں آتا ہے۔ اس وقت ہمارا ملک بھارت 73 ویں یوم جمہوریہ کا جشن منانے کی تیاری میں مصروف ہے۔ اس خصوصی موقع پر ملک کی جمہوریت کے سلسلے میں ایسی ایک رپورٹ کی یاد آتی ہے، جو ملک کی جمہوریت اور جمہوری قدروں پر یقین رکھنے والوں کے لئے صدمہ سے کم نہیں تھا۔ یہ رپورٹ 'دی اکونومسٹ انٹیلی جنس یونٹ' کی تھی، جو مشہور برطانوی میگزین 'اکونومسٹ' میں شائع ہوئی تھی۔ جاری کردہ انڈیکس کے مطابق بھارت کی جمہوریت کو 'ناقص جمہوریت' کی فہرست میں شامل کیا گیا ہے۔ آخر وہی ہوا جس کا خدشہ تھا۔ گزشتہ چند برسوں سے مسلسل بھارت میں جس طرح جمہوریت کی پامالی ہو رہی ہے اور جمہوری اقدار کے منافی حالات دانستہ طور پر بنائے جارہے تھے۔ ایسے میں برٹش ادارہ 'دی اکونومسٹ انٹیلی جنس یونٹ' کی جانب سے جاری عالمی فہرست میں بھارت کا 41 ویں مقام سے 10 مقام لڑھک کر 51 ویں پائیدان پر پہنچ جانے کی خبر حیرتناک تو نہیں، تشویشناک اور افسوسناک ضرور ہے۔ یہ عالمی فہرست 165 آزاد ممالک اور دو علاقوں کی جمہوریت کی صورت حال پر سروے کرنے کے بعد پیش کی گئی ہے۔ اس ادارہ کا دعویٰ ہے کہ بھارت میں شہری آزادی میں کمی واقع ہوئی ہے۔ 'دی اکونومسٹ انٹیلی جنس یونٹ' (ای آئی یو) کا یہ انڈیکس کسی بھی ملک کے پانچ اقسام پر مبنی ہوتا ہے۔ انتخابی عمل اور پلورزم، حکومت کا کام کاج، سیاسی شرکت، سیاسی ثقافت اور شہری آزادی۔ برطانوی جریدہ 'دی اکنامسٹ' نے بھارت میں بڑھتی مذہبی تفریق، منافرت اور عدم رواداری پر متنبہ کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ 'ہندوستانی آئین کے سیکولر اصولوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے مسٹر مودی کے حالیہ اقدامات سے وہاں پر جمہوریت کو اتنا شدید نقصان پہنچ سکتا ہے کہ جس کے اثرات اگلے کئی عشروں تک جاری رہیں گے۔

ہم ہندوستانیوں کو اپنے ملک کی جمہوریت اور جمہوری نظام اور اس کی قدروں پر ناز رہا ہے۔ آج بھی یوم جمہوریہ کے موقع پر اس بات کا اعتراف کرنے میں یقینی طور پر ہمیں یہ فخر محسوس ہوتا ہے کہ ہم دنیا کے ایک بڑے جمہوری ملک کے شہری ہیں۔ دنیا کے بہت سارے ممالک میں، ہمارے ملک کے جمہوری طرز حکومت کو مثال کے طور پر بھی پیش کیا جاتا رہا ہے کہ بھارت ایک ایسا ملک ہے، جہاں مختلف زبان، مذاہب، ذات، رسم و رواج کے چاہنے اور ماننے والے لوگ شیر و شکر کی طرح رہتے چلے آرہے ہیں۔ صدیوں سے یہاں گنگا، جمنی تہذیب و تمدن کی فضا رچی بسی ہے۔ دوستی، محبت، بھائی چارگی، یکجہتی، مساوات، اخوت یہاں کی شناخت ہے اور بھارت وہ ملک ہے، جہاں شاندار جمہوریت قائم ہے۔ جمہوریت کے لغوی معنی لوگوں (عوام) کی حکمرانی کے ہیں اور آزادئ ہند کی حصولیابی کے بعد 26 جنوری 1950ء سے بابا صاحب امبیڈکر کی رہنمائی میں تیار اور نافذ کئے جانے والے آئین کے تحت اس ملک میں جمہوریت اپنی پوری مضبوطی اور استحکام کے ساتھ قائم کی گئی تھی۔ لیکن افسوس کہ ہمارے ملک کی شاندار اور مثالی جمہوریت، گزشتہ کچھ برسوں سے بری طرح پامال ہو رہی ہے۔ ملک کی جمہوریت کو یہاں کی فرقہ پرست طاقتیں مسلسل برباد کرنے کے درپے ہیں۔ جس کے باعث یہاں کے سیکولر اور امن پسند لوگ تشویش کا اظہار کرتے رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب سے مرکز میں آر ایس ایس کی سیاسی تنظیم بھارتیہ جنتا پارٹی برسر اقتدار آئی ہے، اسی وقت سے بہت ساری تشویش کے ساتھ ساتھ اس تشویش کا بھی اظہار کیا جارہا تھا کہ یہ حکومت جس منصوبہ بند اور منظم طور پر اقتدار پر قابض ہوئی ہے، وہ ضرور اپنے خاص مقاصد کو پورا کرنے کے لئے ملک کے آئین میں تبدیلی لائے گی۔ یہ الگ بات ہے کہ پہلے لوگ دبی دبی زبان سے اس خدشے کا اظہار کیا کر رہے تھے، لیکن آر ایس ایس نے اپنے کیڈر کے رگ وپے میں اس طرح آئین کے خلاف زہر بھرا ہے کہ کچھ لوگ ایسا سمجھنے پر مجبور ہیں کہ اس ملک کو ہندو راشٹر بننے یا بنانے میں بابا صاحب بھیم راؤ امبیڈکر کی رہنمائی میں تیار اور نافذ کیا جانے والا آئین ہی رکاوٹ بن رہا ہے، اس لئے جتنا جلد ہوسکے، اسے تبدیل کر کے اپنے موافق بنایا جائے گا۔ آئین بدلنے کی بات اکثر سنگھ کے نیتاؤں کی زبان سے سنی جارہی تھیں، لیکن ایک دن بی جے پی کے ایک (سابق) وزیر مملکت اننت کمار ہیگڑے اور دیگر کئی لیڈروں کی زبان پر دل کی بات زبان پر آ ہی گئی تھی۔ انھوں نے ایک عوامی جلسہ میں یہ بات کہی تھی کہ دراصل بی جے پی کی حکومت ملک کا آئین بدلنے کے لئے ہی اقتدار میں آئی ہے اور مستقبل قریب میں اس پر عمل کیا جائے گا۔ جب ایک مرکزی حکومت کے ایک ذمہ دار وزیر کی زبان سے ایسا خطرناک بیان عوامی طور پر سامنے آیا، تو لوگ چونک پڑے۔ اس بیان کی مخالفت میں خوب خوب احتجاج اور مظاہرے ہوئے تھے۔ اس بیان کے بعد پارلیمنٹ سے سڑکوں تک پر لوگ اترے۔ معاملہ بظاہر سرد پڑ گیا تھا، لیکن ایسا ہوا نہیں تھا۔ اس وقت مصلحت پسندی سے کام لیا گیا تھا۔ یوں بھی جمہوریت کے جو چار اہم ستون ہیں، ان چاروں ستون پر موجودہ حکومت کی گرفت مضبوط ہوچکی ہے اور بلاشبہ ان کی گرفت مضبوط ہونے سے جمہوریت کمزور پڑ گئی ہے۔ حکومت نے بہت چالاکی سے پہلے جمہوریت کے بہت اہم ستون رابطہ عامہ کو اپنا ہمنوا بنانے کے لئے ملک کے میڈیا کو دولت کے انبار پر بٹھا کر ان کی صحافتی گویائی اور سچائی کے اظہار کو سلب کر لیا۔ ان کی دولت کے آگے میڈیا، اپنے فرائض بھول گیا اور یہ بھی بھول گیا کہ صحافت، تجارت نہیں ہوتی بلکہ عبادت کا درجہ رکھتی ہے۔ عدلیہ کو یرغمال بنانے کی کوششوں پر دبی دبی زبان میں لوگ اظہار کر رہے تھے، لیکن سپریم کورٹ کے چار معزز ججوں نے عوام کے سامنے آکر جس طرح کی باتیں، بہت ہی دکھی من کے ساتھ رکھی تھیں، ان باتوں نے تو ایک طوفان ہی لا دیا تھا۔ اس وقت بھی موجودہ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس این وی رمنا نے بہت ہی واضح طور پر یہ بات کہی ہے کہ مضبوط جمہوریت کے لئے صحت مند عدالتی نظام بہت ضروری ہے۔ جسٹس رمنا کئی بار ملک میں جمہوریت کی پامالی پر اظہار افسوس کر چکے ہیں۔ ابھی دھرم سنسد کا معاملہ سامنے آیا تو وہ اپنی بے باک اظہار میں جمہوریت میں قانون کی حکمرانی پر زور دیتے ہوئے یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ قانون کی حکمرانی نہیں رہی تو انارکی راج کرے گی۔ لیکن افسوس کہ نہ صرف موجودہ چیف جسٹس آف انڈیا بلکہ بہت سارے ملک کے دانشوروں، عالمی سطح پر تشویش کے اظہار کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے ایجنڈہ کو پورا کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ یعنی اب یہی کہا جا سکتا ہے کہ اپنے عزم، ارادے، ایجنڈہ اور خواب کو پورا کرنے کے لئے سنگھ کے لوگ کسی بھی حد تک جاسکتے ہیں۔ اس سلسلے میں ملک کے اندر جو کچھ بھی ہو رہا ہے، وہ بہر حال ملک کی جمہوریت اور سالمیت کے لئے کسی بھی لحاظ سے مناسب نہیں ہے۔ جس طرح معصوم لوگوں کے ذہن کو پراگندہ کیا جارہا ہے، وہ ملک کے مستقبل کے راستے میں کانٹے بو رہے ہیں۔" دھرم سنسد" کے غیر انسانی اور غیر آئینی بیانات نے پوری دنیا کو تشویش میں مبتلا کر دیا ہے۔ چند سال قبل اکھل بھارتیہ ہندو پرچار سنگھ، وارانسی کی جانب سے ایک بہت ہی " گوپنئے" (خفیہ) کتابچہ سامنے آیا تھا۔ اس کتابچہ میں اس قدر زہر بھرا ہو ہے کہ اسے پڑھنے کے بعد ایک عام انسان جوش وجنوں سے بھر جائے گا۔ ایسی بہت ساری باتوں کے ساتھ اس کتابچہ کے صفحہ 14 پر موجود شمار نمبر 23 پر کی ایک مختصر تحریر ملاحظہ کریں اور محسوس کریں کہ منافرت کی کیسی فضا تیار کی جارہی ہے۔ اس صفحہ پر لکھا ہے کہ 'ہم نے مسلمانوں کو کھدیڑنے کے لئے جس پرکار بابری مسجد گرائی، سکھوں کو نیئنترت کرنے کے لئے آتنک وادی گھوشت کر کے ہم نے گھر گھر میں قتل عام کروایا۔ انوسوچت جاتی / جن جاتیوں، انیئے پچھڑے ورگ، او بی سی کے آرکچھن کو سپریم کورٹ کے ججوں کی مدد سے آرکچھن کو سماپت کروایا۔ اب ہمارا ایک ہی اودیشئے ہے کی امبیڈکر کے سنویدھان کو پورنتہ نشٹ کر کے دیش میں لوک تنتر کے استھان پر رام راجیہ کی استھاپنا۔ بھارت کو ہندو راشٹر گھوشت کرنے، سنسکرت کو راشٹر بھاشا بنانے تھا منو اسمرتی کے آدھار پر سنویدھان کی نئی رچنا کرنے، سنسد میں امبیڈکر کی مورتی کو نشٹ کر کے اس کے استھان پر منو کی وشال پرتیما استھاپت کرنا ۔۔۔۔۔' اسی کتابچہ کے صفحہ نمبر 2 پر" ہندو دھرم سنسد دوارا انوموت، گوپنئے دستاویز" کے بعد لکھا گیا ہے کہ" جئے شری رام، ہندتو کی پوتر نگری پریاگ میں ہم راشٹریہ سویم سنگھ، وشو ہندو پریشد، بجرنگ دل، اکھل بھارتیہ برہمن مہا سبھا، ایک ساموہک ہندو دھرم سنسد کے روپ میں ایک جٹ ہو کر یہ سنکلپ کرتے ہیں کہ بھوشیہ میں ہمارا ایک مت سنگٹھت پریاس ایوم لکچھ آرکچھن کی سماپتی، بھارتیہ سنویدھان کو نشٹ کرنے، بودھ دھرم، عیسائی دھرم ایوم مسلم دھرم کے بڑھتے پربھاؤ کو سماپت کرنے اور دلت آندولن میں پھوٹ ڈالنے اور انھیں وبھاجت رکھنے کا ہوگا۔ اس لکچھ کی پراپتی کے لئے نمن لکھت استر، شستر، دھرم، کرم، ادھرم تھا کوٹ نیتی اپنائی جائے۔ اس میں ہی اپنی بھکتی، نستھا ایوم کرتیہ ہی ہمارا دھیئے ہوگا۔" اس تحریر کے بعد نمبر ایک سے سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ جس کے سلسلہ نمبر 23 کا ایک اقتباس درج بالا سطور میں، میں نے پیش کیا ہے۔ اس کتابچہ کے آخر میں ایک نوٹ بھی دیا گیا ہے، جس میں لکھا گیا ہے کہ" یہ پورنتہ گوپنئے دستاویز ہے۔ کسی بھی حالت میں انوسوچت جاتی / جن جاتی / انیئے پچھڑا ورگ او بی سی یا ہندو دھرم کے ورودھ کام کرنے والے ویکتی کے ہاتھوں میں نہیں لگنا چاہئے۔" ملک کی سالمیت اور جمہوریت مخالف ایسے ایجنڈے کو نافذ کرنے کے لئے اور ہندو مذہب کو بدنام کرنے کے لئے کیسے کیسے ہتھکنڈے اپنائے جارہے ہیں۔ برسہا برس سے چلی آرہی یہاں کی گنگا جمنی تہذیب و تمدن جو ملک کی شان اور پہچان ہے، اسے ختم کرنے کی منظم اور منصوبہ بند کوششیں کی جارہی ہیں۔ ملک کے حالات کو بگاڑنے والوں کے سامنے ایجنڈہ، ہندوتو کا ہے، جس کے لئے وہ ملک کے آئین کی تبدیلی اور جمہوریت کو ختم کرنے کے خواہاں ہیں۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ایسی صورت حال کی شکایت کس سے کی جائے۔ تم ہی قاتل، تم ہی منصف ٹھہرے؟ ایسے تشویشناک حالات سے پریشان ملک کے تحفظ اور جمہوری اقدار کی بقا کے لئے بڑی تعداد میں ملک کے سیکولر لوگ سامنے آرہے ہیں، جنکی لمبی فہرست ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان پر بھی ظلم و بربریت کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں، انھیں غدار وطن کہا جارہا ہے، انھیں جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈالا جارہا ہے، ان کی جائداد کو ضبط کیا جارہا ہے۔ پھر بھی ملک کے آئین اور اس کی جمہوریت کو فرقہ پرستوں سے بچانے کی ہر ممکن کوشش جاری ہے۔ ایسے تمام لوگوں کی کوششوں کو جمہوری ملک کی تاریخ میں یقینی طور پر سنہری حروف درج کیا جائے گا۔

نظم

نور احمد نور
لکھنوی

یہ جاں بھی وطن کے لئے قربان کریں گے
ہم اس کی حفاظت بہر امکان کریں گے
لہرا رہا لہرائے گا ہر سمت ترنگا
جھکنے نہ کبھی پائے گا یہ ہند کا جھنڈا
دشمن کے ارادے فنا ہر آن کریں گے
ہم اس کی حفاظت بہر امکان کریں گے
کشمیر تو کشمیر ہے اک انچ زمیں بھی
ہم دیں گے نہ پورب میں نہ پچھم میں کہیں بھی
اب فیصلہ اس کا سر میدان کریں گے

برادرانِ وطن کے نام: یومِ جمہوریہ کا پیغام!

محمد شمیم احمد نوری مصباحی
خادم: دارالعلوم انوارِ مصطفیٰ
سہلاؤ شریف، باڑمیر (راجستھان)

بلاشبہ وطن عزیز [ہندوستان] کی تاریخ میں دو دن بہت ہی اہمیت کے حامل ہیں ایک 15 اگست جس دن ہمارا ملک انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہوا دوسرا 26 جنوری جس دن ملک جمہوری ہوا یعنی اپنے ملک میں اپنے لوگوں پر اپنا قانون لاگو ہوا۔

آزاد ہندوستان کا اپنا دستور بنانے کیلئے ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کی صدارت میں 29 اگست 1947 کو سات رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی تھی، جس کو ملک کا موجودہ دستور مرتب کرنے میں 2 سال 11 ماہ اور 18 دن لگے دستور ساز اسمبلی کے مختلف اجلاس میں اس نئے دستور کی ہر اک شق پر کھلی بحث وتمحیص ہوئی، پھر 26 نومبر 1949 کو اسے قبول کرلیا گیا اور 24 جنوری 1950 کو ایک مختصر اجلاس میں تمام ارکان نے نئے دستور پر دستخط کیا اور 26 جنوری 1950 کو اس نئے قانون کو لاگو کرکے پہلا "یوم جمہوریہ" منایا گیا، [اسی دستور اور آئین کی بنیاد پر اپنے ملک کو جمہوری ملک کہا جاتا ہے] اب ہر سال تمام باشندگانِ ہند و برادرانِ وطن 26 جنوری کو "یوم جمہوریہ" کے طور پر پورے جوش وخروش اور دھوم دھام کے ساتھ مناتے ہیں اور 15 اگست 1947 کی طرح یہ تاریخ بھی ملک کا قومی اور یادگاری دن بن گئی۔

26 جنوری کو جشن کے طور پہ کیوں مناتے ہیں؟ تو آیئے تاریخ کے اوراق کا مشاہدہ کرتے چلیں جشن کا یہ دن ہندوستانیوں کو یونہی نہیں ملا اس کیلئے بڑی بڑی قربانیاں دینی پڑیں لاکھوں جانوں کے نذرانے پیش کرنے پڑے تب جا کر 26 جنوری کو جشن منانے کا یہ زریں موقع ہندوستانیوں کو نصیب ہوا انگریزوں کا پہلا قافلہ 1601 میں دور جہانگیری میں ہی ہندوستان آیا تھا اس حساب سے ہندوستان سے انگریزوں کا انخلاء 1947 میں 346 سال بعد ہوا اس دوران ظلم وبربریت کی ایک طویل داستان لکھی گئ جس کا ہر صفحہ ہندوستانیوں کے خون سے لالہ زار ہے، جذبۂ آزادی سے سرشار اور سر پر کفن باندھ کر وطن عزیز اور اپنی تہذیب وتمدن کی بقاء کیلئے بے خطر آتش افرنگی میں کودنے والوں میں جہاں ہمارے دیگر برادرانِ وطن نے حصہ لیا وہیں مسلمان کسی سے پیچھے نہیں رہے بلکہ مسلمان سب سے پیش پیش تھے جنگ آزادی میں مسلمانوں کی u قربانیاں اگر الگ کردی جائیں تو ہندوستان کی آزادی کی تاریخ کبھی مکمل ہی نہ ہوگی، بہرحال 26 جنوری 1950 میں ہندوستان نے اپنے لیے جو دستور مقرر کیا اس کے آغاز میں ہی ایک بہت ہی خوبصورت جملہ لکھا گیا ہے "ہم ہندوستانی عوام تجویز کرتے ہیں کہ انڈیا ایک آزاد، سماجوادی، جمہوری ہندوستان کی حیثیت سے وجود میں لایا جائے جس میں تمام شہریوں کے لئے سماجی، معاشی، سیاسی، انصاف، آزادۂ خیال، اظہار رائے، آزادۂ عقیدہ ومذہب وعبادات، مواقع اور معیار کی برابری، انفرادی تشخص اور احترام کو یقینی بنایا جائے اور ملک کی سالمیت ویکجہتی کو قائم ودائم رکھا جائے گا"

یقیناً دستور ہند کی سب سے اہم اور خاص بات یہ ہے کہ اس میں ملک کے تمام مذاہب ونظریات رکھنے والوں کو اس بات کی مکمل آزادی حاصل ہے کہ وہ ملک میں اپنے اپنے مذہب پر عمل کرسکتے ہیں، اپنے جائز افکار ونظریات کی تبلیغ وترسیل کرسکتے ہیں، اپنے تشخصات وروایات کے ساتھ ملک میں اطمینان وسکون کے ساتھ زندگی گزار سکتے ہیں، اپنی زبان، تہذیب، کلچر وثقافت پر عمل کرنے میں مکمل آزاد ہیں، کسی کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی کے مذہب، اس کی تہذیب، زبان اور ثقافت سے چھیڑ چھاڑ کرے، اس کے مذہبی مقامات کو نشانہ بنائے یا اس کے پرسنل لا سے چھیڑ چھاڑ کرے، اس اعتبار سے "ہندوستانی جمہوری نظام" ایک بہترین نظام ہے، اس میں مختلف افکار و خیالات اور تہذیب وتمدن کے لوگ بستے ہیں، ہندوستان ایک ایسا جمہوری ملک ہے جہاں مختلف زبان، مذاہب، ذات، رنگ

ونسل اور رسم ورواج کے چاہنے والے رہتے ہیں، صدیوں سے یہاں گنگا جمنی تہذیب وتمدن کی فضا رچی بسی ہے، دوستی، محبت، بھائی چارگی، یکجہتی، مساوات واخوت یہاں کی خاص پہچان ہے، 26 جنوری کو اسی دستور و آئین کی تائید میں اور کثیر المذاہب ملک ہونے کے باوجود باہمی یکجہتی اور میل جول کے اس عظیم ملک ہندوستان کی جمہوریت پر ناز کرنے کے لیے "جشن یوم جمہوریہ" منا کر ملک کی آزادی کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والے جانبازوں اور ملک کے آئین کے بانی و مرتبین کو بہترین خراج عقیدت پیش کی جاتی ہے، اور اس دن پورے ملک میں ہر جگہ سرکاری چھٹی رہتی ہے اور تعلیم گاہوں اور سرکاری اداروں میں جشن جمہوریہ کا پروگرام منعقد کی جاتی ہے، تمام صوبوں میں مرکزی مقامات پر تقاریب کا انعقاد کیا جاتا ہے، اور ساتھ ہی ساتھ ثقافتی پروگرام کا بھی اہتمام ہوتا ہے، لوگ جوق درجوق گھروں سے باہر آجاتے ہیں، مدارس اسلامیہ، اسکول، کالج، چوراہوں، سرکاری ونجی عمارتوں پر قومی پرچم لہرائے جاتے ہیں، رہائشی علاقوں، ثقافتی اداروں اور معاشرتی انجمنوں کے زیر اہتمام تفریحی پروگرام تو انتہائی شاندار طریقے سے منائے جاتے ہیں، مساجد ومدارس میں ملک وقوم کی ترقی وخوشحالی اور آپسی بھائی چارہ، نیز بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہِ راست پر آنے کی توفیق اور سلامتی کے لیے دعائیں مانگی جاتی ہیں، حب الوطنی پر مشتمل ترانے پڑھے جاتے ہیں، راشٹریہ گیت گایا جاتا ہے، سیکولرازم کے عنوان پر بیانات ہوتے ہیں، اور ہمارے مفکرین ودانشوران اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ہندوستان میں جمہوریت کی بقا رہنی چاہیے، ہر ہندوستانی کو اپنے مذہب اور عقیدہ کی مکمل آزادی ہونی چاہیے، سب کو رہنے اور کھانے پینے کا مکمل اختیار ہونا چاہیے، ہر ہندوستانی کو ہندوستان کا ایک شہری ہونے کے ناطے جو سہولیات ملنی چاہیے اسے ان کو حکومتی سطح پر دیا جانا چاہیے، خصوصاً اقلیتوں کے ساتھ انصاف، ہندو مسلم سکھ عیسائی اور ہندوستان کے تمام دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کو آپس میں اتحاد و اتفاق اور اخوت و بھائی چارگی کے ساتھ رہنا چاہیے، ملک کی حفاظت اور اس کی ترقی کے لیے سبھی بردران وطن کو بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔ہم سبھی لوگوں کو ملک کے آئین ودستور کا پاس ولحاظ رکھنا چاہیے، مگر پچھلے کچھ سالوں سے ملک میں ایک خاص فکر کے حاملین برادران وطن نے جس طرح ملک کے دستور کی دھجیاں اڑائی ہیں، اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کے مذہبی مقامات کو نشانہ بنایا ہے، فرقہ پرستی کو فروغ دیا ہے، مذہب اور دھرم کے نام پر جو سیاسی کھیل کھیلا ہے فرقہ وارانہ فسادات میں جس طرح حکومت کی پشت پناہی میں مسلمانوں کا قتل عام کیا ہے اور اب مسلمانوں کے مذہبی مسائل اور عائلی قوانین میں جس طرح مداخلت کرتے ہوئے اسے تبدیل کرنے کی کوشش کررہے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک میں اب باقاعدہ جمہوریت ہی باقی نہ رہی، ایک خاص فکر کے حاملین نے ملک کی جمہوریت کو اپنے خونی پنجوں سے جس طرح دبوچ لیا ہے اور آئے دن ملک کے جمہوری تقدس کو پامال کررہے ہیں اس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ ان کے ارادے نیک نہیں، یہ جمہوریت کے دشمن ہیں، آئین کے قاتل ہیں، دستور کے لٹیرے ہیں، یہ لوگ بڑی بے باکی کے ساتھ اپنے منصوبوں کو کامیاب بنانے میں شب وروز تگ ودو کررہے ہیں، حکومت جو جمہوریت کی محافظ ہے وہ بھی جمہوریت کے ان لٹیروں کا ساتھ دے رہی ہے ایسے میں ضروری ہے کہ تمام برادران وطن مل کر ان چند فرقہ پرستوں کے خلاف اور فرقہ پرستوں کا ساتھ دینے والی حکومت کے خلاف جمہوریت کی بقا اور آئین کی سلامتی کے لیے ایک اور متحد ہوکر انہیں ان کے منصوبوں میں ناکام بنائیں، تاکہ ہم فخر سے کہہ سکیں کہ ہم دنیا کے سب سے بڑے جمہوری ملک میں رہتے ہیں، اور یوم جمہوریہ مناتے ہوئے خوشی خوب خوشی ومسرت محسوس کریں۔

اس بار ہم 73 واں یوم جمہوریہ منارہے ہیں، اور ساتھ ہی ساتھ پورے ملک کے مدارس، کالجز، اسکول ودفاتر میں بھی موجودہ وبائی بیماری کے مدنظر حفاظتی اقدامات کے ساتھ "جشن یوم جمہوریہ" منایا جائے گا، کاش کہ اس جشن زریں کے موقع پر حکمرانوں کے ذریعہ آئین کے تحفظ اور جمہوری اقدار کی بقا کو مقدم رکھنے کا حلف لیا جاتا اور اس پر عمل بھی کیا جاتا، نفرت بھرے ماحول کو امن وآشتی، اخوت و بھائی چارہ سے بدلنے کی بات کی جاتی، مساویانہ آئینی حقوق کو یقینی بنایا جاتا، ملک دشمن عناصر کو کیفر کردار تک پہنچانے میں امتیاز نہیں برتا جاتا، گنگا جمنی تہذیب کی لاج رکھی جاتی، اقلیتوں خصوصاً مسلمانوں کے خلاف آگ اگلنے والی زبانوں پر لگام لگایا جاتا گئور کچھا کے نام پر بے قصور مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتارنے والوں کو طوق سلاسل پہنایا جاتا، لوجہاد اور گھر واپسی کے نام پر آتنک کا راج قائم کرنے والوں کو تختۂ دار تک پہنچایا جاتا، "سب کا ساتھ سب کا وکاس" کے نعرہ کو سب کے لئے عملی جامہ پہنایا جاتا، تو "یوم جمہوریہ" کے معماروں کے لیے یہی سچی خراج عقیدت ہوتی!

نظم

آنکھ کھلتے ہی

اِرم نعیم
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو
گورنمنٹ رضا پی۔جی کالج، رامپور، یو۔پی۔

آنکھ کھلتے ہی
وہ جو ایک چہرہ سامنے آیا
تو وہ تم تھی
سنہ تھا چار برس کا
جب بابو چھوڑ چلے تھے ہم کو
اس لمحے سے تم ہی سب تھی
ماں بھی تم تھی، باپ بھی تم تھی
تم نے سکھایا تم نے پڑھایا
آج کیا اس قابل ہم کو
کچھ نہ سمجھ تھی دین کی ہم کو
نہ جانا تھا اس دنیا کو
سب کچھ تم نے ہی بتلایا
ہم تھے چار اور تم تھی اکیلی
پھر بھی ہمت نہ ہاری تم
جب ہم لڑتے تھے آپس میں
تم چھپ چھپ رو دیتی تھی
جب دکھتے تمہارے آنسو
ہم ساکت ہوجاتے تھے
عید کا موقع جب آتا تھا
کپڑے کیسے بنتے ہمارے
بن والد کے چار یہ بچّے
ضد تم سے کرجاتے تھے
اے ماں کیا تم کرتی تھی تب
اس لمحہ بھی یاد ہے مجھ کو
سی دیتی تھی کپڑے کچھ تم
اور شاہی ٹکڑے تھی بناتی
جب ان سے چند پیسے آتے
تب ان پیسوں سے اے ماں تم
ہم چاروں کے خواب سجاتی
پر اے ماں خود کی خاطر
تم کچھ کبھی نہ لاتی تھی
دل تو ہمارے پاس بھی ہے ماں
پر تم جیسا لائے کہاں سے
ایک دنیا جنّت سی مماثل
اس میں ہے ہم سب کے لئے
نہیں ستاتا کوئی بھی غم ماں
جس جا تم آجاتی ہو
ہاتھ دُعاؤں کا سر پر جب
تم میرے رکھ جاتی ہو
جنّت کی بھینی بھینی سی
خوشبو ہر سوں آتی ہے
چھاؤں میں اپنے آنچل کے تم
ٹھنڈی چھایا دیتی ہو
باپ نہیں ہوتے ہیں جنکے
وہ کیا کچھ بن جاتے ہیں
پر میری ماں ہم چاروں کو
تم نے کیا کچھ بنوایا
آنکھ کھلی اور ہوش سنبھالے
تم کو ہی سب کچھ پایا
تب بھی میری دنیا تم تھی
اور اب بھی سب کچھ ہو میرا
میری دنیا میرا عقبیٰ
سب تم سے وابستہ ہے
ہر لمحے میری یہ دعا ہے
رُخ پر تیرے ہو مسکان
آنکھ میں تیری اک آنسو بھی
نہ ہو میری امّی جان
نعم البدل نہیں اس کا کچھ
جو کچھ تم سے ہے پایا
اے ماں تم نے نام ہمارے
کردی ساری زندگانی
تم سے سارا وجود میرا
قائم دائم ہوا یہاں جب
اب تو جب تک سانس ہو میری
اس سے آگے ساتھ ہو تیرا

حبِّ وطن

محمد زاہد رضا بنارسی
دارالعلوم حبیبیہ رضویہ گوپی گنج، بھدوہی۔
یوپی بھارت

حبِّ وطن

ہمارے دل کی دھڑکن ہے ہماری جان ہے بھارت
ہمارے خواجہ صدقے عظیم الشان ہے بھارت

لہو اپنا پلایا ہے وطن کے جانثاروں نے
کہ گاندھی نہرو اور اشفاق کا ارمان ہے بھارت

یہاں پر اپنے دشمن کو بھی سینے سے لگاتے ہیں
جہاں میں عشق و الفت کی الگ پہچان ہے بھارت

ہماری وادیٔ کشمیر تو دنیا کی جنت ہے
کہ جس سے خوبصورت اور عالی شان ہے بھارت

یہاں پر ہندو مسلم سکھ عیسائی ساتھ رہتے ہیں
ذرا دیکھوں تو کیا شہکار سا گلدان ہے بھارت

اسی نے تو ہرش چندر اور غالب ہیں دیئے ہم کو
ثقافت کا ادب کا لولو و مرجان ہے بھارت

اگر آنکھیں دکھاتا ہے کوئی بھی ملک تجھ کو تو
تو اس کے واسطے برگیڈیر عثمان ہے بھارت

وطن کے سرفروشوں کی یہی للکار ہے "زاہد"
ہماری آن ہے بھارت ہماری شان ہے بھارت

ہمیشہ باقی رہے جمہوریت ہندوستان کی!

جاوید اختر بھارتی
سابق سکریٹری یوپی بنکر
یونین، محمد آباد گوہنہ ضلع مئو یوپی

حقیقت ہے کہ علماء کرام کی بدولت ہی بھارت انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہوا ہے اور آج بھی مدارس میں ملک سے وفاداری کی تعلیم دی جاتی ہے امن وسلامتی کا پیغام دیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ملک میں جب بھی کوئی مسئلہ درپیش آیا ہے تو مسلمانوں نے آگے بڑھ کر ملک کی حفاظت کی ہے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہادیا ہے اس لئے نہ تو مسلمانوں پر شک کی گنجائش ہے اور نہ ہی دینی مدارس پر انگلی اٹھانے کی گنجائش ہے آج جس طرح مرکزی وریاستی حکومت نئے نئے قوانین بنارہی ہے اور احتجاج ومظاہرے کو طاقت کے استعمال کے ساتھ روک رہی ہے یہ جمہوریت کی شبیہ خراب کرنے کی کوشش ہے اس لیے کہ سیاسی پارٹیوں اور حکومت کے فیصلوں پر احتجاج وخیر مقدم دونوں کا اختیار ملک کے آئین نے دیا ہے اور آئین تب بنا ہے جب سبھی مذاہب کے ماننے والوں نے ایک ساتھ ہوکر انگریز جیسی ظالم قوموں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور ہندوستان کو ان کی زنجیروں سے آزاد کرایا اسی اختیارات کی بنیاد پر شہریت ترمیمی قانون کی بھی پورے ملک میں مخالفت ہورہی تھی اور احتجاج ومظاہرہ ہورہا تھا اور ناانصافی کے خلاف احتجاج یہ جمہوریت کی شان ہے۔ آج کچھ فرقہ پرست جس طرح بدزبانی کررہے ہیں اور دینی مدارس پر جو بیہودہ الزامات لگارہے ہیں اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے انہیں یہ بات نہیں بھولنا چاہیے کہ ظلم وجبر اور ناانصافی سے بہت دنوں تک حکومت قائم نہیں رہ سکتی جہاں اسلام ہوگا وہاں سلامتی ہوگی جہاں ایمان والے ہوں گے وہاں امن وامان ہوگا کیونکہ اسلام کے معنیٰ ہی سلامتی کے ہیں اور سلامتی کی ہی مذہب اسلام تعلیم بھی دیتا ہے ماضی میں جو پورے ملک میں احتجاج اور مظاہرہ ہورہا تھا اسے قطعی طور پر مذہبی نگاہ سے دیکھنے کی ضرورت نہیں تھی اور مذہبی تھا بھی نہیں بلکہ جس طرح ملک آزاد کرانے میں ہر مذہب کے لوگوں نے حصہ لیا تھا اسی طرح آئین وجمہوریت بچانے کے لئے ہر مذہب کے لوگ احتجاج ومظاہرے میں حصہ لے رہے تھے اس لئے کہ ہر انصاف پسند وسیکولر ازم میں یقین رکھنے والے کو اس بات کا احساس ہورہا تھا اور احساس ہورہا ہے کہ شہریت ترمیمی قانون سے ملک کا زبردست نقصان ہوگا اس سے مذہبی منافرت بڑھے گی اور فرقہ پرست طاقتیں مضبوط ہوں گی اور ملک میں فرقہ پرستی نہ رہے اور پوری طرح امن وسکون قائم رہے یہ ملک کے ہر شخص کی ذمہ داری ہے۔ مسلمانوں کو بھی اپنے آباؤ اجداد کی تاریخ کو یاد رکھنا ہوگا کیونکہ جو قوم اپنے اسلاف کی تاریخ بھلا دیتی ہے وہ قوم سیاسی طور پر کھو یا کرتی ہے کہیں اس کی کوئی شناخت نہیں ہوتی اور وہی حال آج ملک میں مسلمانوں کا ہے اس لیے جمہوریت میں سیاسی پہچان کا ہونا لازمی ہے اور سیاسی پہچان بھی قائم ہوگی جب ہم اپنے اسلاف کی تاریخ سے روشناس ہوں گے آج حکومت کے نشے میں چور کچھ لیڈران مدارس دینیہ کو نشانے پر لینا چاہتے ہیں اور جھوٹے الزامات لگا کر ہٹ دھرمی کا اظہار کر رہے ہیں، تاریخ کو جھٹلا رہے ہیں ساتھ ہی ساتھ آج علماء کرام پر مقدمات درج کئے جا رہے ہیں جبکہ اس ملک کو آزاد کرانے کیلئے علماء کرام نے سروں پر کفن باندھے انگریزوں کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے ہوئے ہزاروں ہزار کی تعداد میں شہید ہوئے ہیں علامہ فضل حق خیرآبادی جنہوں نے انگریزوں کی حکومت کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا تھا جنہیں کالا پانی کی سزا دی گئی فتویٰ واپس لینے کے لئے دباؤ بھی ڈالا گیا لیکن علامہ فضل حق خیرآبادی نے کہا کہ فتویٰ طبیعت کی روشنی میں نہیں دیا جاتا ہے کہ جب چاہے بدل دیا جائے بلکہ فتویٰ شریعت کی روشنی میں دیا جاتا ہے اس لیے بدلا نہیں جاسکتا اور ہم جس مذہب سے تعلق رکھتے ہیں اس مذہب میں وطن عزیز سے محبت اور حفاظت کرنے کی تعلیم دی گئی ہے اور اس پر عمل کرنا نصف ایمان تک قرار دیا گیا ہے تو ہم اپنی آخری سانس بھی اپنے ملک ہندوستان کے لئے قربان کردیں گے، اپنے خون کا آخری قطرہ تک ملک کے لئے بہا دیں گے لیکن فتویٰ نہیں بدلیں گے مولانا ابوالکلام آزاد کی بیوی بیمار تھی اور مولانا آزاد جیل کے اندر تھے انگریز نے پیغام بھیجا کہ اگر مولانا آزاد تحریر دیں اپنے آپ کو تحریک آزادی سے الگ کرنے کی تو ہم انکی بیوی کی بیماری کے مدنظر انہیں رہا کردیں گے جب یہ پیغام جواہر لال نہرو نے ان تک پہنچایا تو مولانا آزاد نے کہا کہ ایک طرف میری بیوی بیمار ہے اور دوسری طرف میری ماں کو انگریزوں نے غلامی کی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے ایسے میں مجھے اپنی بیوی کی فکر نہیں ہے بلکہ اپنی ماں کی فکر ہے میں اپنی ماں کو انگریزوں کی زنجیروں سے آزاد کرانے کے لئے اپنی بیوی کی بیماری کو نظرانداز کرسکتا ہوں لیکن ماں کو سسکتا ہوا اور زنجیروں میں کراہتا ہوا نہیں دیکھ سکتا مجھے اپنی بیوی کی بیماری منظور ہے، بیوی کی اٹھتی ہوئی ارتھی منظور ہے، بیوی کا جاتا ہوا جنازہ منظور ہے مگر مجھے ایسی رہائی منظور نہیں ہے۔ ریشمی رومال کی تحریک علماء کرام نے چلائی، انقلاب زندہ باد کا نعرہ علماء کرام نے لگایا، گاندھی جی کو مہاتما کا خطاب علماء کرام نے دیا، تقسیم ہند کی مخالفت علماء کرام نے کیا، جامع مسجد کی سیڑھیوں پر کھڑے ہوکر انگریزوں کے خلاف خطاب علماء کرام نے کیا، ملک کی آزادی کے بعد جب دستور ہند مرتب ہوا تو سب سے پہلے خیر مقدم علماء کرام نے کیا، قدم قدم پر ملک سے حب الوطنی کا ثبوت علماء کرام نے دیا اور ہزاروں علماء نے ملک کو آزاد کرانے کے لئے اپنی جانیں قربان کیں ان کا تعلق انہی مدارس سے تھا جن مدارس پر آج کچھ فرقہ پرست ذہنیت کے لوگ گھناؤنے الزامات لگارہے ہیں اگر اپنی آنکھوں سے نفرت اور تعصب کی عینک اتار کر دیکھیں تو ہندوستان کے مدارس ملک کی آزادی کی لڑائی اور جمہوریت کے فروغ کا ایک حصہ نظر آئیں گے لیکن یہاں تو ہندو مسلم اتحاد کو توڑ کر اور دونوں کے جذبات کو ابھار کر سیاست کی روٹی سینکنے کا کچھ لوگوں نے ٹھیکہ لے رکھا ہے جنھیں نہ تو ملک کی پرواہ ہے اور نہ ملک کی عوام کی پرواہ ہے نہ آئین کی پرواہ ہے نہ عہدے کے وقار کی پرواہ ہے بس سروں پر غرور سوار ہے زبان درازی، بدکلامی، بدزبانی، گالی اور دھمکی واشتعال انگیز بیانات وتقریریں کرنا ان کا مشغلہ بن گیا ہے اور آج ہماری صفوں میں بھی ایسے ایسے تنگ نظر پیدا ہوگئے ہیں کہ ملک کی آزادی سے متعلق بھی مضمون لکھتے ہیں تو مکتب فکر کی بنیاد پر لکھتے ہیں، ان کے مضامین سے اختلافات، تعصبات، بغض حسد نفرت کی بو آتی ہے اور اس کے باوجود بھی صحافی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں وجہ یہ ہے کہ ان کی سوچ کا دائرہ بہت چھوٹا ہے میرے نزدیک بلاتفریق مذہب وملت وہ سب قابل احترام ہیں جنھوں نے ملک کو آزاد کرانے میں جان ومال کی قربانی دی ہے آج الیکشن کا بھی ماحول ہے یعنی امسال یوم جمہوریہ ایک پیغام لے کر آیا ہے کہ اور یہ اعلان کررہا ہے کہ خوب سوچ سمجھ کر کسی کو اپنا نمائندہ منتخب کرو اور حکومت کی باگ ڈور ایسے ہاتھوں میں دو جو جمہوریت کی بحالی کے لئے ٹھوس اقدامات کرے اور جمہوریت کی شان بڑھائے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ پوری بیداری کے ساتھ حق رائے دہی کے استعمال میں حصہ لو اور ہندوستان زندہ باد کا نعرہ لگاؤ۔

یومِ جمہوریہ اور جسمانی ورزش

محمد توحید رضا
بنگلور

وطنِ عزیز ملکِ ہندوستان میں ہر سال ۲۶ جنوری کو بلاناغہ بلاتفریق و ملت بڑے تزک واحتشام کے ساتھ یومِ جمہوریہ Republic Day مناتے ہیں اور پورے ملک کو دلہن کی طرح سجایا جاتا ہے اور آئینِ ہند کے تحفظ وحفاظت کی ذمہ داری لی جاتی ہے مجاہدینِ آزادی کو یاد کیا جاتا ہے، یہ ہندوستان کی تاریخ کا ایک اہم باب اس لئے ہے کہ برطانیہ تسلط سے آزادی ہندوستان کی عوام نے طویل جدوجہد کے بعد حاصل کی تھی، ہندوستان انگریزوں کے ظلم وستم وجابرانہ پالیسیوں اور غلامی کی زنجیروں سے 15 اگست 1947ء کو آزاد ہوا، سب سے اول جنگِ آزادی ہی کے بعد ہندوستان کو چلانے کے لئے ہر ایک قوم کے حقوق طے کئے ملک کا آئین بنایا گیا اس لئے نہ ہم جنگِ آزادی کے شہیدوں کی شہادت کو بھولیں گے نہ آئین ساز کے بنائے ہوئے آئین کو بھولیں گے، جس مُلک میں ہم رہتے ہیں اس ملک میں ہزاروں شہیدوں کی شہادت ہوئی ہے، ہند کی زمین ہزاروں شہیدوں کے خون کو اپنے دامن میں لی ہے اس لئے ہم ابتدائے جنگِ آزادی سے لے کر ۱۵ اگست ۲۶ جنوری تک کے اہم تاریخی واقعات کو یاد کرتے ہیں

انگریزوں کا تسلط پورے ہندوستان پر ہوگیا، ہندوستان کی آزادی کے لئے ہر قوم جدوجہد میں لگی تھی، مگر سب سے پہلے پہل کون کرے گا، اس وقت سب سے پہلے قائدِ جنگِ آزادی حضرت علامہ فضلِ حق خیرآبادی نے جامع مسجد دہلی سے انگریزوں کے خلاف جہاد کی آواز بلند کی علماء سے فرضیتِ جہاد پر فتویٰ لیا تو دہلی کے ۳۳ علمائے حق نے دستخط ثبت کئے، جس کہ نتیجے میں ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی رونما ہوئی، جسے انگریزوں نے، غدر، کہا لاکھوں مسلمانوں نے اپنا خون نذر کرکے حب الوطنی کا ثبوت پیش کیا ہزاروں کی تعداد میں علماء شہید کئے گئے لاکھوں مجاہدین سولی پر لٹکائے گئے جب ہمارا ملک آزاد ہوا، **ہندوستان آزاد ہوا!**

نوے سال کی طول مسافت طے کرتے ہوئے کاروانِ آزادی ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو ہندوستان کا مقدر جاگ گیا ہندوستانی وقت کے مطابق ٹھیک بارہ بجے آل انڈیا ریڈیو سے ہندوستان کی آزادی کا اعلان ہوا۔ پھر ہندوستان کو چلانے کے لئے 26 جنوری 1950 کو قانون نافذ کیا گیا، اس قانون کے بعد ہندوستان میں جمہوری طرز کا آغاز ہوا، 26 جنوری 2022 کے دن ہندوستان میں 75 واں یومِ جمہوریہ، کے نام سے جس طرح کالج اور یونیورسٹیوں اور مختلف جگہوں پر تقریبات کا انعقاد ہوتا ہے اسی طرح مدارسِ اسلامیہ اور کئی مساجد کے احاطے میں بھی جوش و خروش کے ساتھ پرچم کشائی کی جاتی ہے

نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق ہم اپنے ملک سے بے انتہا محبت کرتے ہیں، جب جب ملک کے لئے جیسے جیسے ضرورت پڑی ویسے ویسے ہم اپنے طن من دھن سے پیش پیش رہ کر حب الوطنی کا ثبوت دیتے ہیں جس کی بے شمار نشانیاں وطنِ عزیز میں موجود ہیں، تقسیم ملک میں ہم نے خواجہ کے ہندوستان میں رہنا پسند کیا پاکستان نہیں گئے ہمیں اس مٹی سے محبت ہے جس میں ہمارے آباواجداد کی نشانیاں موجود ہیں ہندوستان میں حضرتِ آدم علیہ السلام تشریف لائے اور آقائے کائنات ﷺ نے فرمایا مجھے ہندوستان سے محبت کی بو آتی ہے اس لئے بھی ہم اپنے وطن سے محبت کرتے ہیں ہندوستان ایک سکولر ملک ہے یہاں سب کو اپنے اپنے مذہب پر چلنے کا مکمل حق ہے بھارت کا آئین دفعہ ۲۳، ۲۴، ۲۵ میں موجود ہے سب برابر کہ حصہ دار ہیں ہم سب شہیدانے جنگِ آزادی کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں جن کی قربانیوں سے آج ہم آزاد ہیں اور بھارت کو آئین ملا آج اسی آئین کے مطابق ملک چلایا جاتا ہے

جسمانی ورزش یا پرستش

اسلام جسمانی ورزش کرنے سے منع نہیں کرتا پوری دنیا میں انسان اپنے آپ کو مکمل تندرست صحت مند رکھنے کے لئے روزانہ صبح ورزش کرتا ہے اور ورزش انسانی صحت کے لئے مفید وفائدہ مند ہے اور نماز میں اللہ کی عبادت بھی ہوتی ہے ساتھ ہی ساتھ جسمانی ورزش بھی ہوتی ہے برادرانِ اسلام روزانہ نمازِ پنچگانہ میں حاضر ہوکر کبھی قیام کی حالت میں کبھی رکوع کی حالت میں کبھی سجدے کی حالت میں کبھی تشہد کی حالت میں رہ کر اللہ کی بندگی کرتا ہے یہ بہترین ورزش ہے ہمیں ورزش سے کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ کسی چیز کو عبادت کے لائق سمجھ کر صورتِ ورزش چاند و سورج وغیرہا مخلوقاتِ خدا کی عبادت کرنا اس کے لئے سجدہ کرنا پرستش کرنا یہ شرک اکبر ہے یعنی اللہ وحدہ لاشریک کی ذات و صفات میں کسی کو شریک کرنا یہ شرک ہے اور سورہ لقمان آیت نمبر ۱۳ پارہ ۲۱ میں اللہ پاک نے کہا۔ یاد کرو جب حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اور وہ نصیحت کرتا تھا اے میرے بیٹے اللہ کا کسی کو شریک نہ کرنا بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔ اور جو اللہ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک کرتا ہے تو اللہ پاک قران مجید پارہ ۵ آیت نمبر ۴۸ سورہ نساء میں فرمایا۔ بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جیسے چاہے معاف فرمادیتا ہے اور جس نے خدا کا شریک ٹھہرایا اس نے بڑے گناہ کا طوفان باندھا۔ اور مسلمان پہلے ہی یہ اقرار کرچکا ہے کہ ایمان لایا میں اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر قیامت کے دن پر تقدیر پر اور موت کے بعد اٹھائے جانے پر۔ مومن کے لئے ایمان ہی سب سے بڑی دولت ہے اگر ایمان ہی چلا گیا تو کوئی عبادت وریاضت کام آنے والی نہیں ہے اس لئے مسلمان اپنے اور اپنی ال واولاد ودوست واحباب کے ایمان کی حفاظت کی کوشش کریں اہل وطن کو 75 واں یومِ جمہوریہ مبارک ہو

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا۔ ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا
مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا۔ ہندی ہیں ہم وطن ہیں، ہندوستاں ہمارا
کچھ بات ہے کہ ہستی مٹی نہیں ہماری۔ صدیوں رہا ہے دشمن دورِ زماں ہمارا
(ڈاکٹر اقبال)

مسلمانوں کی سیاسی پسماندگی اور اپنی قیادت

احمد شہزاد قاسمی
میوانوادہ بجنور یوپی

ایک وقت تھا جب اتر پردیش اور کچھ دوسری ریاستوں میں مسلم رائے دہندگان کو فیصلہ کن یا کنگ میکر سمجھا جاتا تھا اسی لئے سیکولرازم کے لبادہ میں ملبوس سیاسی جماعتیں مسلم ووٹوں کے حصول کی کوشش کیا کرتی تھیں اس ضمن میں مسلمانوں کو ساتھ لے کر چلنے اور ان کی ترقی و خوشحالی کے اقدامات کے وعدوں اور اعلانات کے ساتھ انتخابی تیاریاں کی جاتی تھیں آج صورتِ حال اس سے مختلف ہے

ہندوستانی سیاست میں نفرت کی آمیزش نے ہندوستانی مسلمانوں کو سیاسی طور پر اس قدر بے وزن اور بے حیثیت کر دیا کہ نام نہاد سیکولر پارٹیوں کے وہ سربراہان جو مسلمانوں کے ووٹوں سے نیتا بنے اور اقتدار کی کرسیوں پر براجمان ہوئے اور آج بھی مسلم ووٹوں کے بغیر ان کا اقتدار تک پہونچنا ناممکن ہے مسلمانوں سے اس قدر چشم پوشی کر رہے ہیں کہ اپنے انتخابی منشور میں مسلم مسائل کا ذکر اور اپنے اتحاد میں ان کی نمائندگی کی تو بات چھوڑ دیجئے ان سے ووٹ مانگنے کی بھی ضرورت محسوس نہیں کر رہیں انہیں معلوم ہے کہ مسلم ووٹر ہر حال میں ہمیں ہی ووٹ کرے گا دوسری طرف مسلمانوں کو اس بات کا احساس ہو چلا کہ یہ سیاسی جماعتیں ہمارا ووٹ تو چاہتی ہیں لیکن ہماری ترقی و خوشحالی سے انہیں کوئی مطلب نہیں

اس صورتِ حال نے اتر پردیش کے موجودہ اسمبلی انتخابات میں مسلمانوں کو دوراہے پر کھڑا کر دیا اور بنیادی طور پہ مسلمانوں میں دو طبقے ہو گئے ایک طبقے کی رائے یہ ہے ہمیں انہی سیکولر پارٹیوں پر بھروسہ کرنا چاہیئے اگرچہ وہ ہمارا استحصال کرنے پر آمادہ ہیں تاہم نفرت کی سیاست کے خاتمہ کے لئے یہ ضروری ہے اس طبقے کے پاس اپنے دلائل ہیں

دوسرے طبقہ کا خیال ہے کہ آزادی کے بعد سے مسلسل ہم انہیں سیکولر سیاسی پارٹیوں کے حق میں ووٹ کرتے آ رہے ہیں انہوں نے زمامِ اقتدار سنبھالنے کے بعد سرکاری مراعات اور اقتدار کی عیش پرستیوں سے اپنی اپنی برادریوں کو تو مالا مال کر دیا اور مسلمانوں کے حصہ میں فرقہ وارانہ فسادات اقتصادی سیاسی سماجی و تعلیمی پسماندگی آئی مسلمانوں کی موجودہ سیاسی بے وزنی کا ذمہ دار بھی یہی جماعتیں ہیں مسلمان بی جے پی کی مخالفت میں ان کا جھنڈا اٹھاتے رہیں اور انہوں نے منصوبہ بند طریقہ سے بی جے پی اور مسلمانوں میں اتنی دوریاں پیدا کر دیں کہ انتخابی سیاست میں مسلمان اور بی جے پی دریا کے دو کنارے سمجھے جانے لگے انہیں معلوم تھا کہ اتنی دوریوں کے بعد مسلمان بی جے پی کے ساتھ تو جائے گا نہیں اور بی جے پی کو ان کی ضرورت نہیں ایسے میں بغیر طلب کے یہ ہمارے پاس ہی آئیں گے

سیکولر پارٹیوں کا یہی منافقانہ مفاد پرستی پر مبنی اور مایوس کن رویہ اس دوسرے طبقہ کو اپنی قیادت اپنی جماعت اور اقتدار میں شراکت جیسی باتوں کے لئے وجہِ جواز فراہم کر رہا ہے

اور یہ طبقہ اس حد تک اپنی قیادت کا حامی ہے کہ اگرچہ کسی مسلم سیاسی پارٹی کے انتخابات میں حصہ لینے کی بنا پر مسلم ووٹوں کے انتشار کے نتیجہ میں سیکولر پارٹیوں کی شکست اور فاشسٹ طاقتوں کی اقتدار میں واپسی ہو جائے انہیں اس کی کوئی پرواہ نہیں

ان کا کہنا ہے کہ اگر ہم اس الیکشن میں یہ تجربہ کر لیں اور کچھ نمائندوں کو کامیاب کر کے اسمبلی میں بھیج دیں تو آئندہ انتخابات میں یہ سیکولر پارٹیاں مسلمانوں کو نظر انداز کرنے کی بھول نہیں کرینگی

یہ تجربہ کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن اس صورت میں اس خدشہ کا حل ڈھونڈنا ہوگا کہ اگر مسلمانوں کا یہ رویہ دیکھ کر یہ سیکولر پارٹیاں جنہیں آپ سبق سکھانا چاہتے ہیں فرقہ پرستوں کے ساتھ مل کر اقتدار کی کرسی آپس میں بانٹ لیں اور آپ بالکل محروم کر دئے جاؤ اس خدشہ کا حل مل جائے تو اپنی قیادت کا خواب دیکھا جا سکتا ہے دوسری بات یہ ہے کہ راتوں رات قیادت کے کھڑے ہونے کا خواب نہ دیکھا جائے اور نہ ہی اچھی اور مدلل تقریروں کو قیادت سمجھا جائے اس کے لئے زمینی سطح پر محنت کی جائے پہلے تمام مسلم سیاسی جماعتوں کا ایک وفاق بنایا جائے ایجنڈا اپنایا جائے ترجیحات طے کی جائیں پھر ہر جماعت کو مخصوص مسلم اکثریتی نشستوں پر محنت کرنے کا ہدف دیا جائے مثلاً اتر پردیش میں ایم آئی ایم راشٹریہ علماء کونسل پیس پارٹی ایس ڈی پی آئی وغیرہ کا ایک وفاق ہو اور راشٹریہ علماء کونسل کو اعظم گڑھ اور جونپور جو کہ پارٹی کے بنیادی اور مرکزی علاقے ہیں کی مسلم اکثریتی یا چالیس فیصد مسلم ووٹرس والی نشستوں پر کام کرنے اور وہاں سے انتخابات میں حصہ لینے کا ہدف دیجئے اسی طرح دوسری پارٹیوں کے لئے بھی محدود علاقوں میں کچھ خاص نشستیں مقرر کی جائیں حسنِ کردار اور خدمتِ خلق کے ذریعہ دوسرے محروم و مظلوم طبقات کو متاثر کر کے حکمتِ عملی سے ساتھ لانے کی کوشش کی جائے ٹکراؤ کی فضا بالکل پیدا نہ کی جائے پھر انتخابات میں حصہ لیجئے تو آپ کے حق میں مثبت نتائج آنے کی امید کی جا سکتی ہے اس کے بعد آپ کے لیے گٹھبندھن میں شمولیت کی راہیں بھی ہموار ہو جائیں گی اقتدار میں شراکت کی تمنا بھی پوری ہو جائے گی

اپنی قیادت کا خواب پورا کیجئے اس کے لئے سالوں سال محنت کیجئے لیکن خدارا عین انتخابات کے وقت حصہ داری اور اپنی قیادت کا جن بوتل سے باہر مت نکالئے

مولانا صوفی نور محمد نقشبندیؒ کا ۹۱ ویں عرس پاک کے موقع پر ایک مختصر تاثر

مولانا کلیم رضا شمسی
خطیب و امام
غوثیہ اصلاحی مسجد، کمرہٹی، کولکاتا

مولانا صوفی نور محمد نقشبندیؒ کی ۹۱ ویں عرس پاک کے موقع پر خاکسار ایک مختصر تاثر خراج عقیدت کے طور پر پیش کر رہا ہے۔ مولانا صوفی نور محمد نقشبندیؒ کو اس دنیائے فانی سے وصال کئے ہوئے کئی سال ہو گئے لیکن آج بھی آپ اپنے چاہنے والوں کے دلوں میں زندہ ہیں۔ آپ ایک حقیقی صوفی تھے، سچے عاشق رسول ﷺ تھے اور ہمیشہ مسلمانوں کے دلوں میں محبت رسول ﷺ کی شمع روشن فرمائی، آپ وہ صوفی باصفا تھے جنھوں نے عرصہ دراز تک کمرہٹی بڑی مسجد میں بحسن وخوبی امامت کے فرائض انجام دیئے۔ آپ نے پوری زندگی قوم مسلم کو رسول پاک ﷺ کی اطاعت اور بزرگان دین کی عقیدت کا درس دیا اور اپنی تقریر وتحریر کے ذریعہ مسلمانوں کو صالح اور پاکیزہ معاشرہ عطا فرمایا۔ آپ ایک عظیم خطیب اور راست فکر مصلح تھے، آپ تادم آخر دینی مسائل میں عوام وخواص کی رہنمائی فرماتے رہے، آپ جب تک حیات میں رہے الحادی قوتوں اور فتنوں کا بڑی پامردی سے مقابلہ کیا۔ آج مولانا صوفی نور محمد نقشبندیؒ ہمارے درمیان موجود نہیں لیکن ان کی محبت کا گہرا نقش آج بھی لوگوں کے دلوں پر ثبت ہیں، جسے بھلایا نہیں جا سکتا۔ مولانا صوفیؒ نے اپنی زندگی کا کوئی لمحہ بھی یاد الٰہی کے بغیر نہیں گذارا، آپ کی ذات میں اسلاف کا عکس جمیل تھا، آپ کی ذات میں عشق رسول ﷺ کی دولت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، آپ کی زندگی اتباع رسول ﷺ میں اس طرح ڈھلی ہوئی تھی کہ آج بھی ہر شخص آپ کے نام کے ساتھ عالم باعمل لکھنا ضروری سمجھتا ہے، آپ انتہائی حلیم مزاج اور نرم خو تھے، آپ کے اعلیٰ اخلاق سے متاثر ہو کر کئی لوگوں کی زندگیاں بدل گئیں۔ صوفی نور محمد نقشبندیؒ مرحوم کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ اپنے لئے کسی چیز کے طالب نہ ہوئے، بلکہ دنیا کو ایک سرائے سمجھتے تھے اور اکثر کہا کرتے تھے کہ دنیا ایک مسافر خانہ ہے، یہی وجہ تھی کہ ان کے اندر سے مال و دولت، جاہ و مرتبہ کی خواہش گویا نکل چکی تھی۔ آپ تواضع وخاکساری کا ایک عجیب نمونہ تھے، اپنی طویل زندگی میں شاید ہی ان سے کسی کی دل آزاری ہوئی ہو، آپ کے صبر وشکر کا یہ عالم تھا کہ نہایت صبر آزما حالات میں بھی اپنی زبان پر کبھی حرف شکایت نہیں لائے۔ مرحوم ذہن ثاقب، اصابت رائے، صلابت فکر کے حامل تھے، وقت نظری وباریک بینی کے ساتھ معاملہ کی تہہ تک رسائی اور صحیح نتیجہ اخذ کرنے کی خداداد صلاحیت آپ میں موجود تھی، آپ نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ بڑی کامیابی کے ساتھ گذارا، اس کامیابی کے عقب میں آپ کی ذہانت، قابلیت اور آپ کی ماحول شناسی کو بڑا دخل ہے، آپ سر زمین کمرہٹی کے محدود ماحول میں ایک بھرپور زندگی گزارتے رہے، آپ رزم گاہ حیات میں نشیب وفراز سے گذرے مگر کہیں پڑاؤ نہ کیا اور نہ ہمت ہاری۔ آپ کے اندر بات کرنے کا سلیقہ بدرجہ اتم تھا، بوقت ضرورت خطاب کرتے اور سلجھے ہوئے انداز میں اپنی بات کہتے، آپ کی شخصیت وسراپا سے نہ علم چھلکتا تھا، نہ جھلکتا تھا مگر فقہی موضوع کا گہرا علم دماغ میں گہرائی تک اترا ہوا تھا۔ ملک گیر سطح پر وسیع الاطراف تعلقات آپ نے استوار نہیں کئے مگر کولکاتا میں خاصے لوگ آپ سے متعارف تھے اور لوگوں نے دیکھا کہ آپ کی نماز جنازہ میں باشندگاں کمرہٹی کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ آپ کمرہٹی قلعے کا ایک ذمہ دار و وفادار سنتری اور ایک ستارہ تھے، مگر افسوس صد افسوس وہ ستارہ ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ کو روپوش ہو گیا تو ہزاروں لوگوں نے محسوس کیا کہ ان کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ واضح ہو کہ آپ کی ولادت با سعادت سنگھی شریف، سیوان، بہار میں ہوئی اور فراغت فیض الغربا، آرا، بہار سے ہوئی اور کمرہٹی بڑی مسجد کے پہلے امام ہونے کا آپ کو شرف حاصل تھا۔ آپ کی تجہیز وتکفین آگر پاڑہ مسلم قبرستان میں ہوئی۔ آج مولانا صوفی نور محمد نقشبندیؒ ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں لیکن ان کی یادیں ان کی علمی صلاحیت، ان کا زہد وتقویٰ اور رب العالمین کی خوشنودی کے حصول نے ان کو ایسی عظیم المرتبت شخصیت کا روپ دے دیا ہے جو آج ہم لوگوں کے لئے نمونہ ہے اور جس کو سامنے رکھ کر انسان کو آگے بڑھنے کے لئے دشواریوں کی راہوں سے گزرنا نہ پڑے گا۔

آئین ہند اور جمہوریت

محمد عاصم مبشر
خادم مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد، امروہہ

دستور اساسی یعنی (CONSTITUTION) سے مراد وہ بنیادی قواعد و اصول یا ضابطے ہیں جن کے مطابق حکومت کا انتظام چلایا جائے یہی قاعدے ملک کے طرزِ حکومت کا عنوان ہوتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ حکومت جمہوری ہے یا شخصی ہے؟ حکومتی اعضاء کے اختیارات کیا کیا ہیں؟ انتظامیہ کس ڈھنگ سے کام کرتی ہے؟ اور عدلیہ کن اصولوں پر قائم ہے؟ کسی بھی ملک کے آئین کو اس کی روح کہا جاسکتا ہے۔

ہندوستان کا دستور اساسی (مختصر تاریخی تجزیہ)

ہندوستان کے مکین متعدد مذاہب کے پیرو اور مختلف تہذیبوں کے امین ہیں، اہل اسلام سمیت سبھی مذاہب کے پیروکاروں نے یہاں کبھی روحانیت کی شمعیں روشن کیں تو کبھی انسان دوستی کی داستانیں رقم کیں اور اخوت انسانی کا درس دیا ہے، وطن عزیز کو اس چمن سے تشبیہ دی جاسکتی ہے جو گلہائے رنگارنگ سے آراستہ ہو یا پھر اس خوشنما آسمان کی مانند قرار دیا جاسکتا ہے جو مختلف قسم کے ستاروں سے جگمگا رہا ہو، صفات مذکورہ سے متصف ملک ایسے آئین کا خواہاں تھا جو بلا امتیاز مذہب وملت انسانی حقوق کا سچا علمبردار ہو، چنانچہ برطانوی سامراج کے آخری مرحلے کے دورانیہ میں ہندوستان کے کابینی مشن ۱۹۴۶ء کی جانب سے اقتدار کی منتقلی کے سلسلے میں آئین ہند کی تشکیل کیلئے ایک قانون ساز کمیٹی کی تجویز پیش کی گئی۔

برطانوی صوبوں اور نوابی ریاستوں سے براہ راست منتخب کردہ نمائندوں پر مشتمل آئین ساز اسمبلی کا وجود عمل میں آیا جس نے دسمبر ۱۹۴۶ء میں اپنی کارروائی شروع کی اور تقریباً تین رسال کے عرصے میں آئین ہند کا مسودہ تیار کر لیا گیا اور مؤرخہ ۲۶ رنومبر ۱۹۴۹ء کو آئین ساز اسمبلی کے موجودہ صدر کو پیش کر دیا گیا، ۲۴ رجنوری ۱۹۵۰ء کو کئی اصلاحات اور ترمیمات کے بعد مسودہ کے کاپیوں پر دستخط کر دئے گئے اور ۲۶ رجنوری ۱۹۵۰ء کو ۱۰ ربجکر ۱۸ رمنٹ پر برطانیہ کے حکومت ہند ایکٹ ۱۹۳۵ء کو منسوخ کر کے مجوزہ آئین ملک کے لئے نافذ العمل قرار دے دیا گیا چنانچہ آج ہندوستان اپنا پچھترواں واں 75th یوم جمہوریہ منا رہا ہے۔

آئین ہند کا تعارف

آزاد ہندوستان کا آئین دنیا کے تمام دستوروں میں سب سے زیادہ ضخیم ہے، اس میں دنیا کے بہت سے دستوروں کے بہترین نکات شامل ہیں، اس کے علاوہ اس میں مرکزی حکومت کے ساتھ ہی ریاستی حکومتوں سے متعلق تفصیلات بھی واضح کر دی گئی ہیں، اس میں بنیادی حقوق، بنیادی فرائض، ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول، مرکز اور ریاستوں کے مابین تعلق، صدر جمہوریہ کے ہنگامی اختیارات، سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے ساتھ پبلک سروس کمیشن جیسے اہم اداروں کی تفصیلات کی بھی وضاحت کر دی گئی ہے، جب آئین نافذ ہوا تھا تو اس میں ۳۹۵ ردفعات اور ۸ رشیڈول تھے، لیکن وقتاً فوقتاً اس میں ترمیمیں ہونے کے نتیجے میں اب یہ آئین ۴۴۸ ر دفعات اور ۲۵ رابواب اور ۱۲ رشیڈول پر مشتمل ہے۔

بنیادی اجزاء

آئین ہند کی بنیاد "مقتدر عوامی جمہوریہ" پر رکھی گئی تھی، جس میں سماج واد اور غیر مذہبی (سیکولر) جیسی اصطلاحات شامل نہیں تھیں لیکن وزیر اعظم اندرا گاندھی کے دور حکومت ۱۹۷۶ء میں بیالیسویں ترمیم سے آئین کے تمہیدی کلمات میں مذکورہ بالا دونوں اصطلاحات شامل ہوئیں اب آئین کے مطابق ہندوستان مقتدر سماجوادی غیر مذہبی عوامی جمہوریہ ہے۔

آئین ہند کی تمہید

"ہم بھارت کی عوام متانت وسنجیدگی سے عزم کرتے ہیں:
"کہ بھارت کو ایک مقتدر سماجوادی غیر مذہبی عوامی جمہوریہ بنائیں"
اور اس کے تمام شہریوں کے لئے حاصل کریں؛
(۱) انصاف سماجی، معاشی اور سیاسی
(۲) آزادی خیال، اظہار، عقیدہ، دین اور عبادت
(۳) مساوات بہ اعتبار حیثیت اور موقع (حاصل کریں)۔
اور ان سب میں اخوت کو ترقی دیں جس سے فرد کی عظمت اور قوم کے اتحاد اور سالمیت کا تیقن ہو۔
اپنی آئین ساز اسمبلی میں؛
آج چھبیس نومبر ۱۹۴۹ء کو یہ آئین ذریعہ ہذا اختیار کرتے ہیں"

"تمہید آئین" میں درج اصطلاحات کا تعارف

مقتدر اعلیٰ یا اقتدار اعلیٰ (Sovereignity):

ملک کا مقتدر ہونا یعنی ایسا ملک جو اقتدار اعلیٰ سے متصف ہو، اقتدار اعلیٰ (sovereignty) مملکت کا اہم ترین عنصر ہوتا ہے اس لئے کہ جب تک مملکت اپنے حکم کو نافذ نہ کر سکے اور اسے قانون کا درجہ حاصل نہ ہو اس وقت تک مملکت قائم نہیں رہ سکتی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی بھی ملک میں رہنے والے مختلف المزاج ہوتے ہیں کوئی عقل مند ہوتا ہے تو کوئی کم سمجھ، کوئی امیر ہوتا ہے تو کوئی غریب، کوئی بھلا انسان ہوتا ہے تو کوئی مطلب پرست۔ اس لئے اگر کسی ملک کے باشندوں کو آپس میں خود منظم ہونے کے لئے چھوڑ دیا جائے اور شریر قسم کے لوگوں کے خلاف جو تنظیم میں خلل انداز ہوں کوئی کارروائی نہ کی جائے تو وہ ہمہ وقت و ہمیشہ اپنا فائدہ حاصل کرنے کی کوشش میں لگے رہیں جس سے سارے ملک میں فساد اور قتل وغارت گری کا بازار گرم ہو جائیگا، خواہ اس کی بنیاد طرز حکومت ہو یا وہ اصول جس میں ملک کے باشندے اپنی فہم و مواقعوں کے لحاظ سے فطرتاً مختلف ہو سکتے ہیں لہٰذا ملک میں اس قسم کی قوت کا ہونا بھی لازمی ہے جو ان تمام قسم کے جھگڑوں کا نپٹارا کر کے لا قانونیت کو سختی سے کچلے ورنہ سارے ملک میں نراج پھیل جائیگا۔ اقتدار اعلیٰ کی مختلف تعریفات بیان کی گئی ہیں البتہ ان تمام تعریفات کا ماحصل یہ ہے کہ اقتدار اعلیٰ اسٹیٹ کی ایسی قوت ہوتی ہے جس کے ماتحت اسٹیٹ کے اندر موجود تمام افراد اور ان کی جماعتیں ہوں، اس قوت کے بغیر اسٹیٹ کے قانون کو کوئی اہمیت حاصل نہیں ہوتی یہی وہ قوت ہے جو لوگوں کو قانون پر چلنے کے لئے مجبور کرتی ہے اور اس کے بغیر ملک میں امن وامان قائم نہیں رہ سکتا۔

سماجوادی (social)

سماجوادی (سوشلزم) یا اشتراکیت کا تعلق میدان معیشت سے ہے دنیا میں اس وقت دو قسم کے نمایاں معاشی نظریات رائج ہیں؛ ا۔ سرمایہ دارانہ نظام (CAPITALISM) ۲۔ اشتراکی نظام (SOCIALISM) دنیا میں جو کچھ کاروبار، تجارت یا معاملات ہو رہے ہیں وہ انہیں دو نظاموں کے ماتحت ہو رہے ہیں، ہمارا ملک ان دونوں نظریات میں اشتراکی نظام (SOCIALISM) کا تابع ہے جس کی بنیاد ایک تحریک کے ساتھ بیسویں صدی میں سرمایہ دارانہ نظام کی بے اعتدالی اور ظلم و زیادتی کے نتیجہ میں پیدا شدہ عوامی اظطراب سے پڑی تھی۔

سوشلزم کا بنیادی نظریہ یہ ہے کہ تمام وسائل ثروت اور اسباب معیشت سوسائٹی کے درمیان مشترک ہیں کسی خاص فرد کو ان پر مالکانہ قبضہ کرنے اور اپنے حسب منشا ان میں تصرف کرنے اور ان کے منافع سے تنہا متمتع ہونے کا کوئی حق نہیں ہے، اشخاص کو جو کچھ ملے گا وہ محض ان خدمات کا معاوضہ ہوگا جو سوسائٹی کے مشترک مفاد کے لئے وہ انجام دیں گے سوسائٹی ان کے لئے ضروریات زندگی فراہم کریگی اور وہ اس کے بدلے میں کام کریں گے سوشلزم کی بنیاد چار اصولوں پر ہے؛

۱۔ اجتماعی ملکیت: سوشلزم کا پہلا اصول یہ ہے کہ ذرائع پیداوار جیسے زمین، مشین آلات کارخانے اور ایسی تمام چیزیں جن سے دولت کی پیداوار ہوتی ہے سب سماج کی مشترکہ ملکیت ہیں کسی متعین فرد کو ذرائع پیداوار کی ملکیت کا حق نہیں ہے سوائے پہننے کے کپڑوں، استعمال کے برتن، گھر اور دیگر ضروری چیزیں انفرادی ملکیت میں رہیں تو کوئی مضائقہ نہیں، اس اصول کے مطابق تمام ذرائع پیداوار قومی ملکیت بنادی جائیں گی جن کا نظام قومی اداروں کے تحت چلے گا اور قوم کے جملہ افراد بحیثیت کارکن کام کرینگے، ووٹ کے ذریعہ منتظمین منتخب ہونگے اور منافع تمام کارکنان کے درمیان تقسیم کئے جائیں گے پوری آبادی کو ورکر بنا دیا جائیگا یعنی ہر شخص کام میں لگا ہوا رہے گا سوشلزم کا یہ نظریہ مارکس نے پیش کیا تھا۔

۲۔ منصوبہ بندی: دوسرا اصول یہ ہے کہ جملہ بنیادی معاشی فیصلے منصوبہ بندی کے تحت طے پائیں گے یعنی تمام معاشی ضروریات اور معاشی وسائل کے اعداد وشمار جمع کئے جائیں گے اور پھر فیصلہ کیا جائیگا کہ کون سے وسائل کس چیز کی پیداوار میں لگائے جائیں؟ اور کون سی چیز کس مقدار میں پیدا کی جائے؟ وغیرہ، منصوبہ بندی کا یہ اصول سوشلزم کا خاصا تھا لیکن اب سوشلزم اور سرمایادارانہ نظام دونوں اسی اصول کے مطابق کام کرتے ہیں اور تقریباً سبھی ممالک میں یہ اصول رائج ہے۔

۳۔ اجتماعی مفاد: سوشلزم کا تیسرا اصول یہ ہے ساری معاشی سرگرمیاں اجتماعی مفاد کو پیش نظر رکھ کر انجام دی جائیں گی اجرت کی تعیین تن خواہ اور پیداوار کا تناسب ہر جگہ اجتماعی مفاد کو مقدم رکھا جائے گا۔

۴۔ آمدنی کی منصفانہ تقسیم: سوشلزم کا چوتھا اصول یہ ہے کہ پیداوار سے جو کچھ آمدنی حاصل ہو وہ افراد کے درمیان منصفانہ طور پر اس طرح تقسیم کی جائے گی کہ غریب اور امیر میں تفاوت نہ ہو آمدنیوں میں توازن ہو اور اگر مکمل مساوات نہ ہو سکے تو کم از کم تن خواہوں میں زیادہ فرق نہ ہونے پائے۔

غیر مذہبی (SECULER)

آئین ہند میں تیسری اصطلاح سیکولرزم کی ہے علماء اصول سیاست کی نظر میں سیکولر اور غیر مذہبی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دنیاوی امور سے مذہب اور مذہبی امور کو علیحدہ رکھا جائے اس کو لادینیت یا خیار فکر سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، سیکولر اسٹیٹ کے باشندوں کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ جس مذہب کی چاہیں پیروی کریں یا جس فکر یا عقیدے کو چاہیں اختیار کریں ریاست کو یا ریاستی امور کو اس سے کوئی سروکار نہیں ہوگا، آکسفورڈ اور دیگر انگریزی لغات کے مطابق اجتماعی معاملات مذہب کو شامل کئے بغیر نظام حکومت چلانے کا نام سیکولرزم ہے اور بزبان موجدین اصطلاح یوں کہہ سکتے ہیں کہ اگر مذہب اور خدا ہیں بھی تو اس کو انفرادی زندگی تک محدود رکھا جائے گا اجتماعی معاملات میں مذہب اور خدا پیش نظر نہ ہوں گے۔

سیکولرزم کی بنیاد

اس کی بنیاد بھی ایک تحریک تھی جو پادریوں کے ظلم اور استبداد کے کی بناء پر رونما ہوئی تحریف شدہ مسیحیت پر بالجبر عمل کرانے اور لوگوں کو ان کے سوالات کا تسلی بخش جواب نہ دینے کے نتیجے میں لوگوں نے مذہب کو ترک کرنا شروع کر دیا اور کلیسا سے نبرد آزما ہو گئے اور اس لادینیت کی تحریک میں ایک بڑے طبقے نے اپنی جانیں بھی گنوائیں مگر چودھویں صدی تک اس میں کوئی کامیابی نہ مل سکی پھر چودھوی صدی عیسوی میں اس تحریک کی نشاۃ ثانیہ ہوئی اور اور پورے یورپ میں یہ تحریک پھیلتی چلی گئی، مذہبی طبقات نے اس کا پرزور مقابلہ کیا لیکن وہ جدید ذہنیت کو زیر نہ کر سکے اور ان پر قابو نہ پا کر ہمت ہار گئے جس کے بعد مذہبی طبقات کا اثر و رسوخ ختم ہو کر لادینیت کا راج ہو گیا، وہیں سے یہ اصطلاح رونما ہوئی اور آج تک مختلف ظاہری تبدیلیوں کے ساتھ موجود ہے

عوامی جمہوریہ (DEMOCRATIC REPUBLIC)

عوامی (Republic) یہ لاطینی زبان کا لفظ ہے جس کی اصل RES- PUBLIC ہے یعنی "عوامی معاملہ"، ریپبلکن وہ اسٹیٹ کہلاتی ہے جس میں قوت عوام کے ہاتھوں میں ہوتی، عوام اپنے نمائندوں کا انتخاب کر کے انہیں مرکز میں یا ریاست میں بھیجتے ہیں، پھر ان کے نمائندے اسٹیٹ کے طرز حکومت کے مطابق حکومتی نظام چلانے کے پابند ہوتے ہیں، یہ اصطلاح موروثی اور بادشاہی نظام کے علاوہ کسی بھی نظام پر نافذ کی جاسکتی ہے۔

جمہوریت (Democracy) یونانی زبان کے دو لفظوں (DEMOS) و (CRATIA) سے مل کر بنا ہے (demos) کو یونانی زبان میں عوام اور (cratia) کو طاقت یا قوت کہتے ہیں، اس وجہ سے جمہوریت کے معنی عوام کے ہاتھ میں طاقت کے ہیں، لہٰذا جس ملک میں حکومت کی باگ ڈور بالواسطہ یا بلاواسطہ عوام کے ہاتھ میں ہو اسے عوامی حکومت (ڈیموکریسی) کہتے ہیں۔

بلاواسطہ (DIRECT) کا مطلب یہ ہے کہ جس کے اندر عوام حکومتی معاملات میں براہ راست حصہ لیں اور عام اجتماع میں کھڑے ہو کر قانون بنائیں اور فیصلے کریں، قدیم یونان کی شہری مملکتوں میں اس طرز کی حکومت قائم تھی لیکن اب چونکہ موجودہ مملکتیں (STATES) آبادی کے لحاظ سے لاکھوں کروڑوں افراد پر مشتمل ہیں اس لئے اب اس طرز کی جمہوری حکومتوں کا قیام ممکن نہیں ہے۔

بالواسطہ (INDIRECT) کا مطلب یہ ہے کہ عوام حکومت میں اپنے نمائندوں کو منتخب کر کے بھیجتے ہیں اور وہ نمائندے مجلس قانون ساز کا حصہ بنتے ہیں، اور انہیں میں سے وزراء بھی بنائے جاتے ہیں، پس اگر یہ نمائندے شہریوں یا ووٹرز کی مرضی کے خلاف چلنے لگیں اور ایسے قوانین بنانے لگیں جو لوگوں کو سخت ناپسند ہوں یا وزراء ایسی پالیسیاں اختیار کرنے لگیں جس سے لوگوں کو نقصان پہنچے تو پھر اگلے الیکشن میں شہری یا ووٹر اپنے ووٹ کی طاقت سے اپنے نمائندے تبدیل کر سکتے ہیں۔ جمہوریت کی مختلف تعریفات کی گئی ہیں لیکن ان سب میں ابراہم لنکن (USA) کے سولہویں صدر کی تعریف میں جمہوریت کا سیاسی پہلو نہایت جامع انداز میں آ گیا ہے چنانچہ ابراہم لنکن کہتے ہیں عوام کی حکومت عوام کے ذریعہ عوام کے لئے ہو تو اسے جمہوریت کہا جاتا ہے" جمہوریت کی ابتداء: جمہوریت کا سراغ محققین کے مطابق ہندوستان میں ۱۰۰۰ ربرس قبل مسیح پایا جاتا ہے ہندوستان میں بھی جمہوری ریاستیں رہی ہیں جنہیں "جن پد" کہا جاتا تھا اور جیسا کہ یونان میں بھی پائی جاتی تھیں لیکن وہ جمہوریتیں ایک درجہ تک محدود تھیں کہ ملک کا سربراہ یا بادشاہ کوئی قانون تجویز کرتا یا کوئی فیصلہ کرتا تو اس کے لئے ساری عوام کو اکٹھا کر لیتا تھا اور ان کی رضامندی سے وہ قانون یا فیصلہ نافذ ہوتا تھا، یونان کی اس وقت کی ایک ریاست جو سب سے بڑی تھی اس کو ایتھنز کہا جاتا تھا اور اس کی کل آبادی ۱۰۰۰۰ ردس ہزار افراد پر مشتمل تھی اسی وجہ سے ان ریاستوں کو شہری ریاستیں بھی کہا جاتا ہے۔

اس حد تک تو آبادی کو اکٹھا کیا جاسکتا تھا جس سے کسی نہ کسی درجہ میں عوام حکومتی معاملات میں دخل انداز تھیں، لیکن جب مملکتوں کی آبادی لاکھوں کو تجاوز کر گئی تو بادشاہوں نے اپنے مشوروں کے لئے بجائے عوام کو اکٹھا کرنے کے چند رکنی کمیٹیاں تشکیل دے لیں اور عوام حکومتی معاملات سے بالکل بے دخل ہو کر رہ گئی اور پورے کار حکومت کا دارو مدار چند افراد تک محدود ہو کر رہ گیا اور جب چھوٹی چھوٹی بادشاہتیں قائم ہوئیں تو اس میں بھی اسی طرز کو اپنایا گیا چنانچہ مقصود کے فوت ہو جانے کی وجہ سے پھر ۱۸ رویں صدی میں جمہوریت کی نشاۃ ثانیہ ہوئی اور جمہوریت نے ایک منظم شکل اختیار کی اور نتیجتاً ایسی جمہوریت وجود میں آئی جو آج رو بعمل ہے۔

اس جمہوریت کو مختصراً یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ ریاست کے تین قسم کے اختیارات ہوتے ہیں؛

۱۔ مقننہ (مجلس قانون ساز) یا (قانون ساز اسمبلی) جس کو انگریزی میں (legislature) کہا جاتا ہے۔

۲۔ انتظامیہ جس کو (exicutive) کہا جاتا ہے، جس کا سربراہ صدراتی نظام میں صدر اور اور پارلیمانی نظام میں وزیر اعظم ہوتا ہے۔

۳۔ عدلیہ (judiciary) قانون کی تشریح اور تنازعات کا تصفیہ کرنے والا ادارہ کہلاتا ہے جو ملک کی عدالتوں کی شکل میں ہوتا ہے۔

اگر یہ تینوں اختیارات شخص واحد کے قبضے میں ہوں تو اسے شخصی اور مطلق العنان حکومت کہا جاتا ہے، اور اگر یہ تینوں اختیارات الگ الگ اداروں کے پاس ہوں اور اپنے ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں آزاد ہوں تو انہیں جمہوریت کہا جاتا ہے، اس فکر کو عام کرنے والوں میں مونٹیسکو (فرانس کا فلاسفر) قابل ذکر ہے اور اس آزاد خیال جمہوریت (LIBERAL DEMOCRACY) کے بانیان میں دو فرانسیسی فلاسفروں کے نام اور آتے ہیں؛ ا۔ وولٹائر ۲۔ روسو، تینوں کے نظریات کو اختصار کے ساتھ آئندہ سطور میں درج کیا گیا ہے۔

موجودہ جمہوریت کا تصور:

موجودہ جمہوریت کا اگر مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ دور میں جمہوریت ایک سیاسی نظام ہی نہیں رہ گیا جو یونان او ہندوستان میں ۱۰۰ ربرس قبل مسیح رائج تھا اور جس میں عوام کی رضامندی سے فیصلے ہوئے کرتے تھے بلکہ اب جمہوریت اپنی ابتدائی اصطلاح سے الگ ایک مستقل نظریہ حیات بن چکا ہے، جو لادینیت (سیکولرزم) تفریق اختیارات اور عوامی نمائندگی جیسے تین مختلف اصطلاحات کا مجموعہ ہے۔

مفتی تقی عثمانی صاحب "اسلام اور سیاسی نظریات" میں موجودہ جمہوریت کا تصور کچھ اس طرح پیش کیا ہے کہ وولٹائر ۱۷ رویں صدی میں پیدا ہوا اور اس کا بنیادی دعویٰ تھا کہ آسمانی مذاہب کا کوئی وجود نہیں ہے اور انسان کا بس ایک ہی مذہب ہونا چاہئے اور وہ ہے فطری مذہب اور دوسری بات یہ کہ مذہب انسان کا ذاتی معاملہ ہے وہ چاہے تو بت برتی کرے اور چاہے تو آسمانی مذہب اختیار کرے اسی سوچ کی بنیاد پر سیکولرزم کا نظریہ پیدا ہوا، دوسرا شخص جس کا جمہوریت کی تصویر سازی میں بڑا کردار ہے وہ ہے مونٹیسکو اس نے تفریق اختیارات کا نظریہ پیش کیا اور کہا جمہوریت کے اس وقت تک بہتر نتائج حاصل نہیں کئے جاسکتے جب تک ان تینوں (انتظامیہ، مقننہ اور عدلیہ) کو مختلف جہتوں سے پھیلایا نہ جائے، اور مطلق العنان حکومتوں نے جو نقصانات پہنچائے ہیں ان کی وجہ تینوں اختیارات پر ایک ہی ادارے یا ایک شخص کے تسلط کا نتیجہ تھا، تیسرا شخص ہے روسو، اس کے نظریہ میں دو چیزیں ہیں؛ ا۔ افراد کی آزادی پر زور ۲۔ افراد کی نمائندہ حکومت۔ یہ تین نظریات ہیں جن کو بنیاد بنا کر موجودہ جمہوریت کے تصویر سازی کی گئی ہے۔

جمہوریت کی موجودہ صورت حال پر ایک رپورٹ:

جمہوریت کی کامیابی کے لئے بعض شرطوں کو پورا کرنا نہایت ضروری ہے، اگر ان شرائط پر عمل کیا جائے تو اس کی خرابیاں ایک حد تک دور کی جاسکتی ہیں، باوجودیکہ دنیا میں موجود تمام تر نظام جن مقاصد کے لئے وجود میں آئے ہیں ان کی تکمیل فقط ایک ہی نظام سے ہو سکتی ہے اور وہ ہے نظام اسلام اس کے علاوہ دنیا کے تمام تر نظام کسی نہ کسی موڑ پر ناکام ہیں اور ان ناکامیوں کو تجربہ سے اپنی حد تک تو درست کیا جاسکتا ہے مگر اگلی نسل انسانی کے مزاج سے ناواقفیت کی بناء پر وہ تجربہ شدہ ترمیمی نظام پھر فیل ہو جائے گا جیسا کہ اس کی شاہد بی بی سی اردو ۲۳ رجنوری ۲۰۱۸ء کی رپورٹ بھی ہے جس میں واضح طور پر لکھا گیا ہے کہ "دنیا بھر میں جمہوریت کے فروغ کے لئے کام کرنے والی ایک (تھنک ٹینک فریڈم ہاؤس) کے عالمی جمہوریت کے سالانہ جائزے کے نتائج کے مطابق دنیا میں جمہوریت کو ایک بحران کا سامنا ہے اور سن ۲۰۱۷ء مسلسل وہ بارہواں سال تھا جب دنیا بھر میں جمہوریت تنزلی کا شکار رہی، رپورٹ کے مطابق جب سرد جنگ کا خاتمہ ہوا تو ایسا لگتا تھا کہ اب آمریت اور مطلق العنانیت ماضی کے قصے بن جائیں گے اور بیسویں صدی کے نظریات کی عظیم جنگ آخر کار جمہوریت نے جیت لی ہے، لیکن آج دنیا بھر میں جمہوریت پہلے کے مقابلے میں کمزور تر ہو چکی ہیں، ماہرین کا کہنا ہے کہ سب سے پریشان کن بات یہ ہے کہ آج کل کے نوجوانوں جنہیں فسطائی طاقتوں، فاشسٹ حکمرانوں اور کمیونسٹ حکومتوں کے خلاف لوگوں کی طویل جد وجہد کا علم نہیں ان کا جمہوریت پر سے اعتبار اٹھتا جا رہا ہے اور وہ جمہوریت کی خاطر کسی قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار نہیں دکھتے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ نوجوانوں میں جمہوریت کے حوالے سے ایک خطرناک لاپرواہی پروان چڑھ رہی ہے اور ان کے خیال میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ آپ کے وہاں جمہوریت ہے یا نہیں"۔

لیکن ہم یہاں اس بحث کو طول نہ دیتے ہوئے جمہوریت کی ممکنہ کامیابی کی شرائط پر بحث کرتے ہیں کہ علماء سیاست کی نظر میں جمہوریت کی کامیابی کی شرائط کیا ہیں اور ہندوستان میں جمہوریت کیوں ناکام ہے اور کیوں اپنا دم توڑ رہی ہے؟

جمہوریت کی کامیابی کی شرائط:

۱۔ تعلیم وتربیت: جمہوریت کی کامیابی کی شرط اولیں یہ ہے کہ عوام یا شہریوں میں سیاسی شعور پایا جاتا ہو، اور وہ اپنے ملک کے مسائل کو سمجھ سکیں اور انہیں اس کا احساس ہو کہ اپنے حقوق کی حفاظت کرنا ان کا فرض منصبی ہے، اگر وہ اپنے حقوق کا تحفظ نہ کر سکے تو چالاک سیاست داں ان کو حقوق سے یکسر محروم کر دیں گے، اور عوام میں سیاسی شعور جب پیدا ہوتا ہے جب وہ تعلیم یافتہ ہوں، ان پڑھ لوگ سیاسی مسائل کو نہیں سمجھ سکتے، اگر یہی لوگ ووٹر ہوئے تو چالاک اور نااہل لوگوں کے ہاتھوں میں حکومت کی باگ ڈور آجائیگی اور وہ اپنے مفاد کی خاطر ملک کے مفاد کو قربان کر دینگے، اور ملک کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ جائیگا۔ ۲۔ عوام کی اچھی معاشی حالت: جمہوریت کی کامیابی کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس میں معاشی مساوات ہو، اگر ملک میں مٹھی بھر افراد ملک کی دولت کے مالک بن جائیں اور لوگوں کی بڑی اکثریت مفلسی میں مبتلا ہو تو اس ملک میں جمہوریت کامیاب نہیں ہو سکتی، مفلس اور فاقہ کش عوام کے ووٹ آسانی سے خریدے جاسکتے ہیں اور سرمایہ دار دولت مند اپنی دولت کے بل پر حکومت اور اس کی پالیسیوں کو پوری طرح اپنے کنٹرول میں رکھ سکتے ہیں، معاشی جمہوریت کے بغیر سماجی جمہوریت بے معنی ہے، جمہوری حکومت کا فرض یہ ہے کہ وہ لوگوں کی بنیادی ضرورتوں کو پورا کرے اور ان کی زندگی کے معیار کو اونچا کرے نیز امیر وغریب کی تفریق کو کم کرے اور لوگوں کو روزگار فراہم کرے اور دولت کی منصفانہ تقسیم کرائے۔

۳۔ رواداری کا جذبہ: جمہوریت کی کامیابی کے لئے سب سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ لوگ رواداری سے کام لیں، جمہوری حکومت میں اکثریت ہی کا فیصلہ چلتا ہے لیکن اکثریت کا فرض یہ ہے کہ وہ اقلیتوں کے ساتھ فراخ دلی کا برتاؤ کرے اور انہیں مطمئن رکھے، اس لئے کہ غیر مطمئن اقلیت کی وجہ سے ملک میں جمہوریت کامیاب نہیں ہو سکتی، اور عدم اطمینان کی وجہ سے ملک میں امن وامان قائم نہیں رہ سکتا۔

۴۔ سیاسی پارٹی کی صحت مند بنیاد: جمہوریت کی کامیابی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ سیاسی پارٹیاں سیاسی اور معاشی اصولوں کی صحت مند بنیادوں پر قائم ہوں اور بغض ومنافرت، علاقائیت یا ذات پات کی بنیادوں پر نہ ہوں۔ ۵۔ حکومت خود اختیاری کا فروغ: اس کو یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ علاقے کی منتخبہ کارپوریشن اور پنچائتیں، اپنے علاقوں کا انتظام کرتی ہیں جس میں عام شہری دلچسپی سے حصہ لیتے ہیں اور ان میں سیاسی شعور پیدا ہوتا ہے جو افراد ان اداروں کے ممبر ہو رہے ہیں وہ پبلک مسئلوں کے بارے میں بڑے تجربہ کار ہو جاتے ہیں اور یوں وہ حکومت چلانے کی تعلیم وتربیت حاصل کرتے ہیں، جمہوریت کو کامیاب بنانے میں حکومت خود اختیاری کا بہت بڑا دخل ہوتا ہے۔ ۶۔ امن: جمہوریت کی بنیاد امن ہے اس کے بغیر اس کی کامیابی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، جنگ یا جنگ کا خوف اس کی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے، اس لئے کہ جنگ کی وجہ سے انسانی جان اور انسانی حقوق کی کوئی قیمت نہیں ہوتی ہے۔

ہندوستان میں جمہوری حکومت اور اس کی ناکامی کے اسباب:

۱۔ جہالت: ہندوستان میں جمہوریت کی ناکامی کی سب سے بڑی وجہ عوام کی ایک بڑی تعداد کا غیر تعلیم یافتہ ہونا ہے، یونیسکو کی سابقہ رپورٹ کے مطابق دنیا بھر کے ناخواندہ بالغوں کی کل تعداد کا ۳۷ رفیصد حصہ صرف ہندوستان میں رہتا ہے، اور ۲۵ ر فیصد بھارتیوں کو تو تعلیم کی سہولت تک دستیاب نہیں ہے، یقیناً اتنے بڑے طبقے کی جہالت جمہوریت کی کامیابی راستے میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ ۲۔ غربت: دوسری بہت بڑی رکاوٹ جمہوریت کی کامیابی کے راستے میں امیروں اور غریبوں کے درمیان بہت بڑی خلیج ہے، ملک کے باشندوں کی بہت بڑی تعداد غریب ہے، جس کی وجہ سے وہ حکومتی کاموں میں مؤثر طریقے سے حصہ لینے سے محروم ہیں، یا حصہ لے بھی لیں تو موجودہ حالات کے تناظر میں ان کے اندر الیکشن لڑنے کے استطاعت نہیں ہے، جس سے کہ وہ ریاستی اسمبلی یا لوک سبھا کے ممبر بن سکیں کیوں کہ الکشن لڑنے کے لئے بہت روپے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ۳۔ مذہبی تعصب، چھوت چھات، علاقائیت اور زبان کے جھگڑے: ہمارے ملک سے ابھی تک مذہبی تعصب، تنگ نظری، منافرت، چھوت چھات علاقائیت اور زبان کے جھگڑوں کی لعنتیں دور نہیں ہوئی ہیں، ملک میں آئے دن خوں ریز بلوے، دنگے فسادات ہوتے رہتے ہیں اقلیتوں کی اور خاص طبقے کی ماب لنچنگ کے واقعات میں بھی غیر معمولی طور پر اضافہ ہوا ہے یہاں تک کہ بعض پارٹیوں کی بنیاد اور کامیابی کی وجوہات بھی اسی کے عقب میں مضمر ہیں۔ ۴۔ عوام کی خراب معاشی حالت: عالمی بینک اکونامک گلوبل پراسپیکٹس کی رپورٹ میں رواں سال جی ڈی پی کی شرح میں ۲۔۳ رفیصد کی گراوٹ کا اندازہ لگایا گیا ہے، اور کورونا مہاماری کے بعد تو ہندوستان ۱۹۷۹ء کے بعد بہت برے دور سے گزرنے والا ہے، عالمی بینک نے گذشتہ سال جنوری میں ہندوستان کو ۵۔۷ رفیصد ۲۰۲۰/۲۰۲۱ کی سب سے تیزی سے ترقی کرنے والی معیشت قرار دیا تھا لیکن اب بینک کا نظریہ ہندوستانی کی معاشی حالت کو لے کر منفی ہو گیا ہے گزشتہ دنوں میں اقوام متحدہ نے رواں سال کی معاشی شرح ترقی ۲۔۱ رفیصد رہنے کا اندازہ جاری کیا ہے۔ ۵۔ اقلیت میں اظطراب اور بے چینی: ہندوستان کی اقلیتوں میں موجودہ سرکار کے چند قوانین کو لیکر عجیب وغریب قسم کا اظطراب اور بے چینی ہے، کسی کو ملک سے نکالے جانے کا ڈر ہے تو کسی کی حق رائے دہندگی خطرے میں ہے، کسی کی ملکیت پر خطرات منڈلا رہے ہیں تو ایک بڑی تعداد کو گزشتہ واقعات کے تناظر میں اپنے جان مال خطرے میں نظر آنے لگیں ہیں، اقلیتوں کا تحفظ ایک مسئلہ بن کر رہ گیا ہے جس کے حل کی امید ہندوستان کی موجودہ سیاسی پارٹیوں میں سے کسی سے نہیں ہے یہ اظطراب و بے چینی ملک کے امن وامان میں بہت بڑا خطرہ ہے جس کی بناء پر ہندوستان میں جمہوریت کامیاب نہیں ہو پا رہی ہے۔ اور اگر ہم جمہوریت کے ان گزرے ہوئے سالوں کا حساب لیں تو اندازہ ہوگا، کہ بے روزگاری اور بڑھتی ہوئی مہنگائی، سیاسی لیڈران اور افسران کی گھوٹالوں اور بدعنوانیوں میں سبقت، ملک میں بدامنی، قانون شکنی، چوری اور ڈاکہ زنی، ظلم وزیادتی اور ملک میں پھیلی کرب وبے چینی کے علاوہ سب سے اہم مسئلہ جس کا حل موجودہ جمہوری نظام میں ہے ہی نہیں وہ ہے عورتوں اور معصوم بچیوں اور بچوں کی عصمت دری کے بے لگام حادثات ہیں، ہندوستان عصمت دری کے واقعات والے ممالک میں ٹاپ ٹین (۱۰) پر ہے، سرکاری اندازے کے مطابق روزانہ ر ۸۷ اور دیگر خبر رساں ادارے کے مطابق روزانہ ر ۹۳ عورتوں کی عصمت دری کی جاتی ہے۔

قابل ذکر بات ہے کہ دنیا کے ۱۹۵ رممالک میں سے ۱۹۳ رممالک اقوام متحدہ کا حصہ ہیں اور اس میں ۵۰ راسلامی ممالک ہیں لیکن ایک بھی ملک گزشتہ اور حالیہ فہرست میں شامل نہیں ہے، جب کہ ہندوستان میں ہر ۲۰ رمنٹ میں ایک عورت کی عصمت دری ہوتی ہے جو آن ریکارڈ ہے، اس کے علاوہ ان معاملات کا کوئی اندازہ ہی نہیں جن کو عزت، خاندان اور قبیلے کی دہائی دیکر اندرون خانہ دبا دیا جاتا ہے اور وہ کیس پولیس تک پہنچ ہی نہیں پاتے ہیں۔ قارئین! یہ اس ملک کا حال ہے جہاں سب سے زیادہ بیٹی بچاؤ اور بیٹی پڑھاؤ کا نعرہ دیا جاتا ہے، اور حال یہ ہے کہ یہاں اپنے حقیقی ماں سے زیادہ عرفی ماں کا تحفظ عزیز رہتا ہے، یہ صرف بالغ لڑکیوں کی بات تھی، نابالغ بچے اور بچیوں کی بات کی جائے تو سروے کے مطابق ملک کی آبادی کا تقریباً ۵۳ رفیصد حصہ ایک بار یا ایک سے زیادہ بار جنسی استحصال کا شکار ہوا ہے، اور ان جرائم میں صرف ۲۸ رفیصد مجرموں کو ہی سزا مل پائی ہے، یہ متعینہ دائرہ کے اعداد وشمار ہیں جس کو پیش کیا گیا ہے جبکہ آج کے اس دور میں ہر شخص ملک کے حالات پر اپنے دستی خبر رساں ایجینسی سے ملک میں پیش آمدہ مسائل سے ہر دم باخبر رہتا ہے ۔ مذکورہ بالا معلومات کا جائزہ لیکر اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ملک کا آئین کس قدر خطرے میں ہے اور کیوں نہ ہو آئین کے دشمن ہی جب آئین کے محافظ بن جائیں تو پھر آئین کا نون تو کجا آئین کے الف کا نفاذ بھی ناممکن ہے، اس صورت حال میں ملک کے ہر باشندے کا فرض ہے کہ وہ پوری امانت داری اور دیانت داری کے ساتھ آئین کی پاسداری کرے، اور ملک کے دشمنوں کے ناپاک اور مذموم ارادوں کو ناکام بنانے کے لئے اپنے اندر بیداری پیدا کرے اور پوری طاقت وہمت کے ساتھ ان شریر طاقتوں کا مقابلہ کرے جو ملک کو پنجہ مار کر ہڑپ جانے کا ارادہ رکھتے ہیں، اپنے اور اپنے بچوں کے اندر تعلیمی بیداری پیدا کریں جس کے بغیر ملک کی ترقی ناممکن ہے۔ آیئے! ہم اس یوم جمہوریہ کے 75 رویں موقع پر عہد کریں کہ ہم سب مل کر ملک کی سالمیت اور بقا کو قائم رکھینگے اور ملک کی تعمیر اور ترقی میں اپنا اپنا کردار پیش کرینگے، قومی یکجہتی اور اتحاد کا خوش گوار ماحول پیدا کریں گے اور اخوت اور بھائی چارے کو فروغ دیں گے؛ نیز جو خواب ہمارے مجاہدین آزادی نے ملک کے تئیں دیکھا تھا یعنی ایک ایسے ملک کا خواب جس میں ہر مذہب اور ہر طبقے کے لوگ اپنی آزادی کے ساتھ زندگی گزار سکیں، ایسا ملک جس میں ملک کا ہر باشندہ اپنے ہندوستانی ہونے پر فخر کر سکے، ہم اپنے آزادی کے متوالوں کے اس سہانے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کا عزم کریں، اور ملک سے بے معنی جمہوریت کا خاتمہ کر کے حقیقی جمہوریت کا نفاذ عمل میں لائیں، اللہ تبارک وتعالیٰ اس ملک کو شرور و فتن سے محفوظ رکھے اور ترقی کی شاہ راہ پر گامزن کرے۔" آمین بجاہ النبی المرسلین"

چند لمحوں کے لیے بسمل تڑپتا ہے

سلیمان سعود رشیدی

آج جنوری کی 26 / تاریخ ہے جسے ہمارے ملک ہندوستان میں یوم جمہوریہ کے طور پر منایا جاتا ہے، آج پورا ملک اسی کے جشن میں ڈوبا ہوا ہے، اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ ہر سال یہ دن ہمیں ان عظیم رہنماوں کی یاد دلاتا ہے، جنھوں نے ڈاکٹر بھیم راو امبیڈکر کی سرکردگی میں مساوات کا علمبردار اور ملک کی ترقی کا ضامن ایک مثالی دستور وطن عزیز کے لیے تیار کیا تھا، جسکی بنیاد پر ہی ہندوستان کا شمار دنیا کی عظیم ترین ملکوں میں جمہوری ملک کے طور پر ہوتا ہے، اسی مناسبت سے کچھ باتیں پیش خدمت ہے۔ اس بات سے ہم سب واقف ہیں کہ 15 / اگست 1947 کو ہمارا یہ ملک آزاد ہوا، آزادی کے بعد آزاد ہندوستان کے لیے دستور وضع کرنے اور اس کو نئی شناخت دینے کا مسئلہ درپیش تھا، ورنہ ہم سیاسی آزادی کے بعد بھی فکری آزادی سے محروم رہ جاتے، اسی مسئلہ سے نبرد آزمائی کے لیے منتخب افراد کی ایک کمیٹی تشکیل دی گئی، 389 افراد کی اس کمیٹی میں ہر طبقہ سے ایک نمائندہ تھا، اسی کو دستور ساز اسمبلی کا نام دیا جاتا ہے، ان فعال افراد کی شب وروز محنت نے 3 / سال کی محنت کے بعد ایک منظم جامع ومانع دستور تیار کیا، اس مرحلہ تک پہنچتے پہنچتے وہ کئی بار تہذیب وتمدن کے گلیوں سے گذرا، اس لیے وہ اس قدر منظم ہوگیا تھا کہ اسکی ہر سطر پاکیزہ قانون اور ہر دفعہ سنہرا اصول مانا جاتا تھا، بلاآخر 26 جنوری 1950 کو ملک کے چونتیسویں اور آخری گورنر جنرل سی راجہ گوپالا چاری نے نئے دستور کے وجود میں آنے کا اعلان کیا اس کے بعد ملک کے نئے صدر ڈاکٹر راجندر پرساد نے اپنے عہدے کا حلف اٹھایا انہی تقریبات کے ساتھ ہی ہند سے برطانیہ کا رشتہ کلی طور پر ختم ہوگیا، پورے ملک میں ایک انتہائی جامع ومتوازن منصفانہ دستور کی چھاپ تھی جس کی بنیاد پر ہندوستان شوشلسٹ، ڈموکریٹ اسٹیٹ شمار کیا گیا جو تمام طبقات کی بلندی کے لیے پابندی عہد تھا۔ لیکن افسوس کہ ہمارے ملک کی شاندار اور مثالی جمہوریت، گزشتہ چند برسوں سے بری طرح پامال ہو رہی ہے۔ ملک کی جمہوریت کو یہاں کی فرقہ پرست طاقتیں برباد کرنے کے درپے ہیں، جس کے باعث یہاں کے سیکولر اور امن پسند لوگوں کی تشویش دن بہ دن بڑھتی جارہی ہے، حقیقت یہ ہے کہ جب سے مرکز میں آر ایس ایس کی سیاسی تنظیم بھارتیہ جنتا پارٹی برسراقتدار آئی ہے، اسی وقت سے بہت ساری تشویشوں کے ساتھ ساتھ اس تشویش کا بھی اظہار کیا جارہا تھا کہ یہ حکومت جس منصوبہ بند اور منظم طور پر اقتدار پر قابض ہوئی ہے، وہ ضرور اپنے مقاصد کو پورا کرنے کے لئے ملک کے آئین میں تبدیلی لائے گی، یہ الگ بات ہے کہ پہلے لوگ دبی دبی زبان سے اس خدشے کا اظہار کیا کررہے تھے، لیکن آر ایس ایس نے اس طرح آئین کے خلاف زہر بھرا ہے کہ کچھ لوگ ایسا سمجھنے پر مجبور ہیں کہ اس ملک کو ہندو راشٹر بننے یا بنانے میں بابا صاحب بھیم راؤ امبیدکر کی رہنمائی میں تیار کیا جانے والا اور نافذ کیا جانے والا آئین ہی رکاوٹ بن رہا ہے، اس لئے جتنا جلد ہوسکے، اسے تبدیل کرکے اپنے موافق بنایا جائے، آئین بدلنے کی بات، سنگھ کے چھٹ بھین نیتاؤں کی زبان سے اکثر سنی اور دیکھی جارہی ہیں۔ ہمیں یہ بات معلوم ہونا چاہئے کہ دستور کی 42 ویں ترمیم کی رو سے اسے سیکولر اسٹیٹ کہا گیا ہے، جہاں ہر مذہب کا احترام ہوگا اور مذہب کی بنیاد پر کسی قسم کا کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا، مذہب یا ذات پات کی بنیاد پر کسی شہری کو شہریت کے حقوق سے محروم نہیں کیا جاسکتا اور ہر شہری کو ملکی خدمات سے فائدہ اٹھانے کا پورا موقع مل سکتا ہے، آئین کی رو سے ہر ہندوستانی شہری قانون کی نگاہ میں برابر ہے، ہر شہری کو آزادئ رائے، آزادئ خیال اور آزادئ مذہب حاصل ہے۔ اقلیتوں کو بھی دستور میں ان کا حق دیا گیا ہے کہ وہ اپنے علیحدہ تعلیمی ادارے قائم کریں، اپنی تہذیب، تمدن، زبان کو قائم رکھیں اور اپنے مذہب کی اشاعت کریں، اس غرض کے لیے اپنی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد کا انتظام کریں، جس پر عمل کے ذریعہ ہر ایک کو ہر طرح کی آزادی ہوگی، اسی دستور کے بدولت ملک میں امن وامان بھائی چارہ قائم ہوگا" یہ تھا ان اصول کا خلاصہ جسکے حصول کے لیے دنیا کا یہ طویل ترین دستور وضع کیا گیا تھا، آج اسکے مدون ہوئے ۶۹ سال سے زائد عرصہ گذر چکا ہے کیا ہم اسکے اصولوں پر کھرے اترے ہیں؟ اگر نہیں تو آج کا دن جشن منانے کے قابل نہیں۔ مذکورہ بالا اصول ایسے نمونے پیش کرتے ہیں، جن پر عمل کرکے، ایک زبردست قوت کی فراوانی، ایک منظم سماج کی بنیاد پڑ سکتی ہے، دستور کی بالادستی، قانون کی حکمرانی اور جمہوری قدروں کے فروغ کے لیے یہ اصول کافی ہیں، لیکن زمینی حقیقت اس سلسلہ میں ہمیں کچھ اور سوچنے پر مجبور کرتی ہے اور ہمارے ذہن میں یہ سوال پیدا کرتی ہے کہ ان قوانین کا کتنا احترام کیا جارہا ہے؟ قانون کی بالادستی ہے یا دستور کی پامالی؟ قانون کی حکمرانی ہے یا قانون بے چارہ؟ چنانچہ آزاد ہندوستان کی تاریخ بتاتی ہے کہ جمہوریت کو داغدار کرنا، پامال کرنا اور اقلیتوں کا استحصال ایک مشغلہ سا بن گیا ہے، زبردست قوت نافذ ہونے کے باوجود کتنے قانون کاغذ کے صفحات سے اب تک عملی جامہ پہن نہیں سکے، قوانین کی دھجیاں اڑانے والے، دستور کی پامالی کرنے والے اگر اب تک قانون کی زد میں نہیں آسکے، تو یہ جمہوریت کی شکست ہے۔ اس جمہوری ملک میں قانون سازی کا اختیار عوام کے منتخب کردہ لیڈروں کو اس لیے دیا گیا تھا، تاکہ قانون سازی، پالیسی سازی سے عوام کے لیے آسانیاں پیدا ہوں، لوگ آسانی کے ساتھ جی سکیں، نہ کہ جان بوجھ کر منفی سوچ کے ساتھ ایسے قانون لائے جائیں، جو عوام کے لیے اور بالخصوص اقلیتوں کے لیے مشکلات کھڑی کریں اور قانون سازی کے اختیارات کا غلط استعمال کیا جائے۔ جمہوریت کے مندر میں حالیہ واقعات اور گزشتہ چند سالوں میں منفی ذہنیت کے ساتھ بنائے گئے قانون اور پالیمنٹ میں لائے گئے بل شاید یہی بتانا چاہتے ہیں کہ اقلیتوں کے سلسلہ میں دستور میں دی گئی سہولیات کی اب گنجائش نہیں ہے اور اب قانون سازی کے اختیار کو ایک مخصوص ذہنیت کے ساتھ اقلیتوں کے لیے درپردہ مشکلات کھڑی کرنے کے لیے استعمال کیا جائے گا، اس کی کئی مثالیں موجود ہی۔ افسوس آزادی ملنے کے ۷۰ سال بعد بھی ہمارے اسلاف اور قوم کے رہنماوں کے خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوسکے، کیا آج ہم ہندوستان کو ایک ایسا ملک بنانے میں میں کامیاب ہوگئے جہاں سوچنے اور بولنے کی آزادی حاصل ہے، کیا ہمارے سماج میں ہر ایک کو انصاف مل گیا، کیا اس ملک سے چھوت چھات کی لعنت ختم ہوگئی، کیا پسماندہ طبقات کے زخم پر ریزویشن کا مرحم رکھا گیا، کیا مذہبی حقوق ہر ایک کو مل گے، ان سوالوں کا اگر جواب تلاش کریں تو سر شرمندگی سے جھک جاتا ہے۔ آج جب صبح مختلف ریاستوں بشمول راجدھانی کے پرچم کشائی کا منظر دیکھنے کا اتفاق ہوگا تو ذہن میں یہ سوال گردش کریگا، کیا ہم آزاد ہیں؟ کیا ہمیں جمہوری حقوق حاصل ہیں؟ اس آزادی سے بہتر تو وہ غلامی تھی کیونکہ میرے ملک کے ترنگے سے اخلاق کا خون، نجیب کے ماں کے آنسو ٹپک رہے ہونگے تو کہیں "سارے جہاں سے اچھا" کے نغمہ میں گورکھپور کے وہ بچوں کی چیخیں سنائی دے رہی ہونگی تو کہیں یوپی کے وہ ۲۲ بے قصور بچوں کی صدائیں ہونگی تو کہیں تو برما اور کشمیر کے معصوم بچوں کے آہیں ہونگی، گائے کے نام پر دادری کے اخلاق سے شروع ہونے والا سلسلہ جنید اور علیم الدین تک پہنچ چکا ہوگا، ان سب سے بڑھ کر کچھ سیاہ قوانین کی بنا سارا ملک سراپا احتجاج بن چکا ہے، ان سب ظلم کے بعد بجائے اس کے کہ اقلیتوں کو اپنے اعتماد میں لیا جاتا لیکن ہمارے وزیر اعظم کپڑوں سے پہچاننے کی بات کرتے ہیں تو پھر ہم کس منہ سے کہیں کہ ہمارا ملک جمہوری ہے کیا ہمارے اسلاف اور قوم کے رہنما اسی لیے کہا تھا، " کہ اب وطن تمہارے حوالے ساتھیوں " ان سب کو دیکھتے ہوئے دل صرف یہی کہتا ہے کہ " دل کو بہلانے کے لئے یہ گمان اچھا " انکے دیکھے ہوئے خواب کچھ اور تھے یقینا کچھ اور ہی تھے، تو انھیں شرمندہ تعبیر کرنا ہوگا، آج ہمارے ملک میں چاروں طرف بے ایمانی رشوت خوری اونچ نیچ عدم مساوات تشدد وفرقہ واریت جمہوریت کا فقدان ہی نہیں بلکہ قحط ہے، غریب و دلت پر ظلم کیے جانے والے قانون آئے دن منظور ہو رہے ہیں، جن میں اقلیت اور دلت کے جان مال غیر محفوظ ہیں، مذہب کے نام پر سیاست اور سیاست کے نام پر مذہب اور مذہبی عمارتوں کو مخدوش کیا جارہا ہے، اسی وجہ سے آج کے دن خوشی کے ساتھ غصہ کو تازہ کرتا ہے، آج جب دوبارہ سے ہمارے زندگی میں یوم جمہوریہ آیا ہے، جمہوریت کا مطلب کیا ہے میں اس کا اعادہ مزید نہیں کرونگا مگر ایسا غصہ جو سب کے اندر ہے، بہت سارا غصہ اور اس غصہ کا الگ الگ افراد نے طرح طرح سے اظہار کیا اور ہم یہ غصہ شوشل میڈیا کے میمز میں نکالتے ہیں، اور اپنے سے کمزور کو مار کر نکالتے ہیں لیکن اب اس غصہ کا خود سے خود کے لیے استعمال کرنا ہوگا، ہمارے سامنے دو پارٹیاں ہیں (کانگریس، بے جے پی) دونوں کی اپنی تاریخ اور پہچان ہے، بے جے پی کے کاندھے پر ایک بڑا سا جھولا ہے جس میں بہت سارا پیسہ ہے اور کانگریس کے پیشانی پر وعدوں سے مکرنے کا داغ ہے مگر ہم کون ہے ہمارا ے کاندھے اور پیشانی پر کیا ہے؟ ہمارے کاندھے قرض اور سیاہ قوانین کے بوج تلے دبے اور ہماری پیشانیاں خالستان، توکڑے توکڑے کیا نگ اور نہ جانے اس جیسے کتنے بدنما داغ سے پر ہے، لیکن ہماری آنکھوں میں غصہ ہے، ہمارے ملک اور ریاست کے ہر دوسرے گھر کا تعلق کسی جوان یا کسان سے اور میرا بھی ایک کسان گھر سے تعلق ہے، آج جب یوم جمہوریہ کے دن دنیا کے سب سے بڑے جمہوری ملک میں جمہوریت کو کمزور کرنے والے قوانین سے ہم سب غصہ ہیں تو اس میں برا کیا ہے، ایک ایسا ملک جہاں کسان اپنی مرضی سے اپنی فصل کی قیمت طئے نہیں کرسکتا کیا آپ کے حساب سے یہ جمہوریت ہے؟ ایک ایسا ملک جہاں مسلمان آزادی اور سکون سے رہ نہیں سکتا کیا یہ جمہوریت ہے؟ اگر یہ جمہوریت نہیں ہے تو پھر ہم عہد کریں کہ اخلاقیات اور مذہب اور سیاست کے حدود میں رہتے ہوئے اسلاف کے دیکھے ہوئے خواب کو شرمندہ تعبیر کرینگے۔ ایسے ناگفتہ بہ حالات میں بس اب یہی کہا جاسکتا ہے کہ ملک کے سیکولر لوگ پوری طاقت سے سامنے آئیں اور ملک کو، ملک کے آئین اور اس کی جمہوریت کو فرقہ پرستوں سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کریں، ملک اس وقت ایک ایسے دوراہے پر کھڑا ہے، جہاں سے اسے صحیح راہ کی طرف موڑنے کی بہت سخت ضرورت ہے، اگر فرقہ واریت اور منافرت کی راہ پر مُڑ گیا تو ہم کف افسوس ملتے رہ جائینگے اور اس ملک کو انگریزوں کی غلامی سے جتنی قربانیاں دے کر ہمارے بزرگوں نے حاصل کیا ہے اور جمہوریت قائم ہوئی تھی، یہ سب ختم ہو جائیگا، اس لئے آج کے یوم جمہوریہ پر ہم یہی عہد کریں کہ ملک کی بقا اور اس کی سالمیت کے لئے ہر قیمت پر ہم یہاں کی جمہوریت کی حفاظت کریں گے، ورنہ جمہوریت کا خون ہوگا۔

دل ہو بھی چکا ٹکڑے ٹکڑے حد ہو بھی چکی بربادی کی
کمزور کہاں تک جھیلیں گے اپنوں کے جفا غیروں کے ستم

کریمیہ اسکول میں جشن جمہوریت کا پروگرام بڑی شان وشوکت کے ساتھ منایا گیا

نئی دہلی، (پریس ریلیز) کریمیہ اسکول چوڑی والان دہلی ۶ میں جشن جمہوریت کا پروگرام بڑی شان وشوکت کے ساتھ منایا گیا۔ کووڈ اور اومیکرون کے مدنظر سرکاری گائڈلائن کے مطابق پروگرام میں اسکول اسٹاف اور اسکول منتظمہ کمیٹی کے تمام ممبران اور مخصوص طلباء وطالبات کے ساتھ انکے والدین نے سماجی دوری کا خیال رکھتے ہوئے پروگرام میں حصہ لیا۔ پروگرام قرآن شریف کی تلاوت کے ساتھ شروع کیا گیا اس کے بعد طلباء وطالبات نے مختصر طور پر یوم جمہوریہ کی اہمیت کے بارے میں تقاریر کیں اور قومی ترانے پیش کئے۔ انجمن محافظ اوقاف قوم تاجران جفت (رجسٹرڈ) کے صدر جناب ضیاء الدین صاحب نے جھنڈا اسلامی کی رسم ادا کی اسکول منتظمہ کمیٹی کے سکریٹری محترم جناب اشرف کمال صاحب نے یوم جمہوریہ کے بارے میں مختصر تقریر کی پروگرام میں نظامت کے فرائض مس ممتاز اور مس عرشی نے انجام دیئے اور پروگرام کو تیار کرنے میں اسکول کے تمام اسٹاف نے بڑی محنت کی خاص طور پر مس ممتاز، مس عرشی، مس صفیہ، مسز عشرت اور مسز ثمیرا نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ پروگرام کے اختتام پر اسکول پرنسپل جناب مرغوب عالم صاحب نے اسکول منتظمہ کمیٹی، اسکول اسٹاف اور شریک والدین کا دل کی گہرائیوں شکریہ ادا کیا شریک بچوں اور مہمانوں کو ریفریشمنٹ تقسیم کیا۔

وہ انتظار تھا جس کا، وہ سحر تو نہیں

نعیم الدین فیضی برکاتی
اعزازی ایڈیٹر: ہماری آواز مہراج گنج

یوم جمہوریہ یعنی 26 جنوری بھارت کی تاریخ میں نہایت اہمیت کی حامل ہے۔ تقریبا ڈھائی سو سال کی مسلسل کوششوں اور جانفشانیوں کے بعد 15 اگست 1947 کو ہمارے ملک میں آزادی کا سورج طلوع ہوا جس نے انگریزی ظالمانہ اور عیارانہ حکومت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں کو مٹا دیا۔ لیکن صحیح معنوں میں جسے آزادی کہتے ہیں وہ ہمیں 26 جنوری کو 1950 کو حاصل ہوئی، جب دستور ساز اسمبلی کی دو برس، گیارہ ماہ اور اٹھارہ دن کی پیہم کوششوں کے بعد حتمی مرحلے سے گزار کر پورے ملک میں اپنا قانون نافذ کیا گیا اور سابقہ تمام کالے قانونوں کو مسترد کردیا گیا۔ بابا بھیم راو امبیڈکر کی رہنمائی میں تیار اور نافذ العمل ہونے والے اس آئین نے ہمیں سیاسی اور فکری ہر طرح سے آزاد کردیا۔ اسی آئین کی وجہ سے سب کو بنیادی تعلیمی، سماجی، معاشی، سیاسی، ثقافتی، مذہبی، لسانی حقوق یعنی مکمل آزادی کے ساتھ بلاتفریق مذہب وملت سب کو جینے کا حق ملا۔ اسی لیے اس دن تمام برادران وطن اپنے ان مجاہدین آزادی کی بے لوث قربانیوں اور سرفروشان وطن کی انتھک کوششوں کو یاد کرکے انہیں خراج تحسین پیش کرتے ہیں جن کے دم قدم سے یہ ملک جمہوری ہوا اور ہمیں آزادی کے صبح وشام میسر آئے۔ بھارت دنیا کا سب سے بڑا خوبصورت جمہوری ملک ہے۔ یہاں کی عدلیہ، مقننہ اور انتظامیہ سب آزاد ہیں، ہر پانچ سال پر عوام چناؤ کے ذریعہ حکومت کا انتخاب کرتی ہے اور اپنی جمہوری طاقت کا مظاہرہ بھی۔ جمہوریت "عوام کی حاکمیت، عوام کے ذریعہ عوام پر" کو کہتے ہیں۔ جمہوریت چار ستونوں عدلیہ، مقننہ، انتظامیہ اور صحافت پر قائم ہوتی ہے۔ جس طرح گھر اور بڑی بڑی بلڈنگوں کے قیام کے لیے ستون ضروری ہوتے ہیں بالکل ایسے ہی جمہوری نظام کے قیام کے لیے بھی مذکورہ چار ستونوں کی بقاو بحالی از حد ضروری ہے۔ مگر ہمارے ملک کی شاندار اور مثالی جمہوریت پر اب فسطائی طاقتوں کے بادل صرف منڈلا نہیں رہے ہیں بلکہ برسنا بھی شروع کردیے ہیں جس کے باعث یہاں کے سیکولر اور امن پسند لوگوں کی تشویشات دن بہ دن بڑھتی جارہی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جب سے مرکز میں بھارتی جنتا پارٹی کی حکومت آئی ہے تب سے جمہوریت کو کمزور کرنے کے لیے نت نئے فسطائی حربے استعمال کیے جارہے ہیں۔ تمام آئینی اداروں کو مجبور اور اپاہج بنادیا گیا۔ حکومتی مفادات کے لیے ان کا استعمال اب ایک چلن بن گیا ہے۔ نہ جانے کتنے نوجوانوں کو اس لیے نظر بند یا سخت دفعات کے تحت جیل میں ڈال دیا گیا کیوں کہ وہ حکومت کی ان ساری کالے کرتوتوں اور غلط پالیسیوں کی کھل کر مذمت کرتے تھے اور حکومت سے سوال کرتے تھے۔ دہلی فسادات میں جو طالب علموں اور فلاحی اور سماجی کارکنان کے ساتھ بے رحمانہ سلوک کیا گیا وہ اب تک سب کو یاد ہے۔ تعلیمی اداروں میں شرپسند اور زرخرید، ضمیر فروش افراد کے ذریعہ جو ننگا ناچ نچایا جارہا ہے اور اس قدیم روایات کو مسمار کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی وہ آج بھی دل چھلنی کیے دیتا ہے۔ گاؤکشی اور لو جہاد کے نام پر اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کے خون سے جو ہولیاں کھیلی گئیں ہیں وہ آج بھی تازہ اور تابندہ ہے۔ اب تو دبی بلکہ کھلی زبان سے آئین کو بھی ختم کرنے کی ناپاک سازش رچی جارہی ہے اور زبردستی غیر آئینی کالے قانونوں کو نافذ کرکے عملی اقدامات بھی کیے جارہے ہیں۔ تین طلاق، کشمیر کے خصوصی درجے کی منسوخی، شہریت قانون، متنازع زرعی قوانین اور دھرم سنسد میں بکواس کی مثال آپ کے سامنے ہے۔ تاریخ میں پہلی بار سنا اور دیکھا گیا کہ سپریم کورٹ کے چار نہایت سینئر اور قابل ججوں کو عوام کے سامنے عدالت لگا کر پریس کانفرنس کرنی پڑی کہ ہندوستانی جمہوریت خطرے میں ہے۔ بھارتی میڈیا (بھارتی میڈیا کہنے میں بھی شرم آتی ہے) اب زرخرید گودی میں تبدیل ہوچکی ہے۔ عوام میں نفرت اور آقاؤں کی خوشامد میں لمبے لمبے چیخ وپکار کے ساتھ بحث ومباحثہ کرانے والے دولت اور ٹی آر پی کے یہ پجاری اب اپنا مقصد چھوڑ کر بھارتی جمہوریت پر رات ودن اپنے نفرتی پنجے سے وار کررہے ہیں۔ ان کو ملک کی صحت وسلامتی سے کوئی سروکار نہیں رہا۔ یہ ہر وقت حکومتی بھونپو بجاتے رہتے ہیں اور جمہوریت کو لہولہان کرتے ہیں۔

خیر! اب تو زبان حال سے یہی نکل رہا ہے ع

ایک دو زخم نہیں جسم ہے سارا چھلنی
درد بے چارہ پریشاں ہے کہاں سے نکلے

الغرض پورا بھارت حیران وپریشان ایک عجیب کشمکش میں مبتلا ایسے دوراہے پر کھڑا ہے جہاں نہ کسی کو کسی کے حقوق کی فکر دامن گیر ہے اور نہ ہی کسی کے تئیں احترام کا جذبہ پنپنے پارہا ہے۔ اس جمہوری ملک میں خاص طور سے اقلیتی طبقہ سے بے توجہی اور بے اعتنائی کی داستان افسوس ناک ہے۔ حالانکہ جمہوریت میں اکثریتی حکومت کی کامیابی کا راز اقلیتوں کے تحفظ اور خوش حالی میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ میرے خیال سے جشن جمہوریہ صرف جشن منانے کا دن نہیں بلکہ یوم احتساب بھی ہے۔ ہمیں خوشی مناتے وقت اس بات کا بھی خیال کرنا چاہیے کہ ہم اپنے اس جمہوری سفر میں کس حد تک کامیاب ہیں۔ کیوں کہ صرف رسومات ادا کرلینے سے کوئی فائدہ نہیں جب تک جمہوریت اپنے تمام تر افکار وخیالات کے ساتھ عکاسی اور ترجمانی نہ کرے۔ آزادی کے 75 سال بعد بھی ہمارے اسلاف اور قوم کے رہنماؤں کے خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوسکے، کیا آج ہم بھارت کو ایک ایسا ملک بنانے میں کامیاب ہیں جن کا خواب مجاہدین آزادی اور ہمارے بزرگوں نے دیکھا تھا؟ کیا اس ملک میں سوچنے اور بولنے کی آزادی کا حق سب کو حاصل ہے، کیا اس ملک سے چھوا چھوت کی لعنت ختم ہوگئی، کیا سماج کے ہر طبقے کو خاص کر اقلیتوں کو ان کے حقوق ملے، کیا خواتین کو ان کے بنیادی حقوق میسر آئے، کیا کشمیر کے عوام کی آہ وبکا محسوس کی گئی۔ تقریبا سال بھر سے ملک کی ریڑھ کی ہڈی کہے جانے والے کسانوں کی معروضات پر کان دھر کر ان کے مسائل حل کیے جارہے ہیں مگر حل نہیں ہوپائے۔ ان سب کا جواب تلاشنے نکلیں گے تو شرم سے آپ کا سر جھک جائے گا اور اپنے آپ سے یہ کہتے ہوئے رہ جائیں گے کہ یہ داغ داغ اجالا یہ شب گزیدہ سحر وہ انتظار تھا جس کا، یہ وہ سحر تو نہیں

پیار ایک خوشبو (افسانہ)

فخر الدین عارفی

چنبیلی کا پھول مجھے دوسرے پھولوں کے مقابلے میں زیادہ پسند ہے۔ چنبیلی کے پھول کی خوشبو میرے ذہن ودماغ کو ہمیشہ معطر کرتی رہتی ہے، وہ بھی چنبیلی کے پھول جیسی نازک اور خوبصورت ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں ہزاروں خوبصورت لڑکیاں اور عورتیں دیکھی ہیں، لیکن حسن وجمال کا جو نظارہ یاسمین کا سراپا پیش کرتا ہے مجھے اس کی کوئی دوسری نظیر کہیں نہیں ملتی۔.........دنیا میں ہزاروں چھوٹی بڑی زبانیں ہیں ان میں بعض بہت ترقی یافتہ اور خوبصورت زبانیں بھی ہیں۔ ایسی ہی خوبصورت اور بڑی زبانوں میں اردو بھی شامل ہے جو اپنے زور بیان اور شوکت الفاظ کے لئے بہت مشہور ہے۔ اس میں دو رائے نہیں ہے کہ اردو زبان میں جو شیرینی موجود ہے دنیا کی کسی دوسری زبان میں وہ میٹھاس محسوس نہیں ہوتی لیکن مجھے کہنے دیجئے کہ جب میں یاسمین کے سراپا اور حسن وجمال کا احاطہ کرنا چاہتا ہوں تو مجھے اردو زبان کے لاکھوں الفاظ بھی بہت کھوکھلے اور بے وقعت محسوس ہوتے ہیں۔..........یاسمین بہت خوبصورت ہے، ایک عورت ہونے کے باوجود اس کا مقابلہ دنیا کی خوبصورت ترین لڑکیاں بھی شاید نہیں کرسکتی ہیں۔ اس کے چہرے کے نقوش کافی تیکھے ہیں، اس کی آنکھیں جھیل جیسی گہری اور حسین ہیں، وہ جب اپنی آنکھوں کا جادو جگاتی ہے تو چشم آہو بھی شرما جاتی ہے، اس کی آنکھوں کی جھیل میں اس کے چہرے کا کنول ہمیشہ کھلا رہتا ہے، اس کے نازک ہونٹوں کے آسمان پر جب تبسم کی بجلیاں کوندتی ہیں تو ستاروں کی انجمن میں ہر طرف اداسی چھا جاتی ہے، چاند کی چاندنی بھی اپنا آنچل سمیٹ لیتی ہے اور جب کبھی وہ اپنی زلفیں بکھراتی ہے تو فضا میں چاروں طرف اماوس کا سماں نظر آتا ہے، اندھیرا اور صرف اندھیرا۔.......اور جیسے ہی وہ اپنی زلفیں سمیٹ لیتی ہے تو ایک مرتبہ پھر اس کے رخسار کا چاند اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ چمکنے اور دمکنے لگتا ہے اور تب اماوس کی سیاہ رات پونم کی رات میں تبدیل ہوجاتی ہے۔........ ہر سمت چاندنی ہی چاندنی اور جہاں تک نگاہ جاسکے اجالا ہی اجالا نظر آتا ہے۔
یاسمین کو یوں تو میں بہت دنوں سے جانتا ہوں لیکن جذبات واحساسات کی سطح پر ہم دونوں چند سال قبل ہی ایک دوسرے سے قریب ہوئے ہیں۔........وہ اکثر مسکراتی رہتی ہے اور وہ جب جب مسکراتی ہے تو اس کے پتلے پتلے نازک ہونٹ یوں تھرتھراتے ہیں جیسے تیز ہوا سے پھولوں کا بدن کانپنے لگتا ہے اور اس کی پتیاں تھرتھرانے لگتی ہےں۔ شاید ایسے ہی کسی نازک ہونٹ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے میر نے اپنا یہ شعر کہا تھا:

نازکی اُس کے لب کی کیا کہئے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

مجھے یاسمین کی مسکراہٹ اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے، کل بھی تھی اور آئندہ بھی رہے گی۔........اس لئے کہ محبت کے متعلق میرا اپنا خیال عام لوگوں سے بالکل مختلف ہے، عام طور پر لوگ محبت کی تکمیل اور معراج اپنے محبوب کو اپنے ذاتی قبضے اور تصرّف میں لے لینے کو ہی سمجھتے ہیں لیکن میرے خیال میں عاشق کا یہ جذبہ دراصل معشوق کی شخصیت کو مسخ کردیتا ہے، اس لئے کہ محبت اور ملکیت یہ دو متضاد کیفیتیں اور حقیقتیں ہیں۔ محبت کبھی اپنے معشوق کو اپنے ذاتی قبضہ وقدرت میں لانے کا نام نہیں ہے، بلکہ اُس کی شخصیت، اس کے جذبات اور اُس کے کردار کی سالمیت کے مکمل احترام کا نام ہے۔........یاسمین نے ایک روز مجھ سے بہت جذباتی ہوکر کہا تھا:
"بے چہرگی انسان کا مقدر ہے انسان خواہش اور چاہت کے باوجود اپنے حقیقی چہرے کے ساتھ زندہ نہیں رہ سکتا ہے، زندگی کے دشوار، کٹھن اور ناقابل برداشت لمحوں سے مقابلہ کرنے کے لئے اسے قدم قدم پر سمجھوتہ کرنا پڑتا ہے اور جینے کے لئے کیا گیا ہر سمجھوتہ ہمارے چہرے کو مسخ کردیتا ہے۔"

[illegible]

تھی اور یاسمین کی آنکھوں کے آنسو اُس کے ہونٹوں کی دہلیز تک پہنچتے پہنچتے جیسے مسکرا اٹھے تھے۔........
وقت گذرتا گیا اور جیسے جیسے وقت کا پہیہ آگے بڑھتا گیا مجھے یاسمین سے اپنے کئے ہوئے وعدے کی بنیادیں کمزور ہوتی ہوئی محسوس ہونے لگیں۔........ یاسمین

[illegible]

یومِ جمہوریہ اور مسلمانانِ ہند

احمد حسین مظاہری پرولیا (بنگال)

26/جنوری کی تاریخ آزاد ہندوستان میں نہایت اہمیت کے حامل ہیں؛ اس دن کی اہمیت یہ ہے کہ آج ہی کی تاریخ یعنی 26/جنوری، ۱۹۵۰ء کو اس ملک کا دستور نافذ ہوا یعنی اپنے ملک میں اپنے لوگوں پر اپنا قانون لاگو ہوا۔ نیز ہندوستان کا شمار دنیا کے سب سے بڑے جمہوری ملکوں میں ہوتا ہے، جہاں ہندو مسلم، سکھ وعیسائی نیز دیگر سبھی مذاہب کے لوگ بڑی محبت، الفت، پریم، سے رہتے چلے آرہے ہیں۔ ملک بھر میں یوم جمہوریہ منائیں جاتے ہیں؛ ملک بھر میں سرکاری اور غیر سرکاری عمارتوں پر قومی جھنڈا الہرانے کی رسم ادا کی جاتی ہے؛ قومی ترانہ پڑھا جاتا ہے لوگ قومی جھنڈے کو سلامی دیتے ہیں رنگارنگ ثقافتی پروگرام پیش کئے جاتے ہیں جن میں جمہوریت کے فوائد گنائے جاتے ہیں اور بھی طرح طرح کی تقریبات کیے جاتے ہیں۔ لیکن کیا بھارت میں جمہوریت کی پاسداری ہورہی ہے؟ اس موقع پر خوشیاں منائیں یا غم؟ ہمارے قلب وجگر پر ایک افسردگی چھائی ہوئی ہے، ہم سمجھ ہی نہیں پارہے ہیں کہ اس موقع پر جمہوری قانون کے نفاذ کی خوشیاں منائیں یا پھر اس قانون کی ہمارے ملک میں جو دھجیاں اڑائی جاتی ہیں اس پر ماتم کریں؟ یقیناً یہ بات کسی باشعور اور حساس انسان سے گفت نہیں ہے ہمارا یہ ملک صدیوں سے تہذیب وتمدن اور کی آزادی کے لیے بین الاقوامی دنیا میں مشہور رہا ہے مگر آج چند سیاسی پارٹیوں کی وجہ سے فرقہ پرست طاقتیں اقتدار پر قابض ہوگئی ہیں اور دستور میں دیئے گئے حقوق اور اس کے جمہوری سیکولر نظام کی دھجیاں اڑا کر ملک کے سیکولر بنیادی ڈھانچے کو برباد کررہی ہے جس سے پورے ملک کا امن و امان رخصت ہو چکا ہے۔ فی الوقت ملک کے حالات بتارہے ہیں کہ یہ وقت ملک کی سالمیت اور ہندوستان کی خوبصورت رنگارنگی تہذیب اور اس کے حسن کو تباہ و برباد کردے گا۔ یادرکھیں! ہم مسلمانوں نے پورے عزم کے ساتھ سوچ سمجھ کر اپنے وطن ہندوستان میں رہنے کا عزم کیا ہے؛ ہمارے اس فیصلہ کو ارادہ الٰہی کے سوا کوئی طاقت نہیں بل سکتی ہے؛ ہمارا یہ فیصلہ کسی کم ہمتی؛ مجبوری یا بے چارگی پر مبنی نہیں؛ ہم نے سوچ سمجھ کر فیصلہ لیا ہے۔ مسلمانوں نے ہندوستان کی آزادی کو دان کی بنیاد پر نہیں، بلکہ اپنے بلیدان کی بنیاد پر حاصل کی ہے، اس لیے ہم ڈنکے کی چوٹ اعلان کرتے ہیں کہ دستور ہند سے حاصل اپنے مذہبی اور تعلیمی حقوق کی حفاظت کے لیے قانون اور دستور کے حصار میں رہتے ہوئے ہر طرح کی قربانی دینے کے لیے تیار ہیں ہم نے ملک وملت کے لیے پہلے بھی قربانی دی ہے اور ان شاء اللہ آئندہ بھی قربانی دینے کے لیے تیار ہیں۔ یوم جمہوریہ کی مناسبت سے بس میں اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ ہندوستان کی جمہوریت پوری دنیا میں مشہور ہے اس لیے یہاں مذہبی منافرت نہ پھیلا کر بھائی چارگی قائم کی جائے اور ملک میں بس نے والے ہر ناگرِک کو دستور کے مطابق اپنا اپنا حق دیا جائے۔ حق جل مجدہ ہمارے اس ملک کو دشمنوں کے شر وفساد سے محفوظ رکھے ہمارے وطن عزیز کو امن و آشتی کا گہوارہ بنائے، اور ہمارے ملک ہندوستان کو مزید ترقیات سے سرفراز فرمائے تاکہ وہ ہر میدان میں بلند مقام پر فائز ہو۔ (آمین)

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی، یہ گلستاں ہمارا
غربت میں ہوں اگر ہم، رہتا ہے دل وطن میں
سمجھو وہیں ہمیں بھی، دل ہو جہاں ہمارا
پربت وہ سب سے اونچا، ہمسایہ آسماں کا
وہ سنتری ہمارا، وہ پاسباں ہمارا
گودی میں کھیلتی ہیں اس کی ہزاروں ندیاں
گلشن ہے جن کے دم سے رشکِ جناں ہمارا
اے آبِ رودِ گنگا، وہ دن ہیں یاد تجھ کو؟
اترا ترے کنارے جب کارواں ہمارا
مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا

●●●●●●●●●●●●●●●

جمہوریت کی حفاظت ہر شہری کی ذمہ داری ہے

ساجد حسین ندوی

بھارت دنیا کا سب سے بڑا جمہوری ملک ہے اور آبادی کے لحاظ کے یہ دنیا کا دوسرا بڑا ملک ہے۔ اگر پوری دنیا کی آبادی کو چھ حصوں میں تقسیم کیا جائے تو ان چھ حصوں میں ایک حصہ کی آبادی ملک ہندوستان کا ہوگا۔ دنیا کی کل آبادی کا 17.5 فیصد کی آبادی ہندوستان میں پائی جاتی ہے۔ آبادی کے اسی تناسب کو دیکھتے ہوئے اعداد وشمار کے ماہرین کا کہنا ہے کہ 2025 تک بھارت آبادی کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا ملک بن جائے گا۔ اسی طرح اس ملک میں مختلف مذاہب کا تنوع بھی پایا جاتا ہے۔ اس ملک میں دنیا کے مختلف مذاہب کے پیروکار موجود ہیں۔ یہاں مذہبی تنوع اور مذہبی اعتدال دونوں بذریعہ قانون قائم ہے۔ بھارت کے آئین میں واضح طور پر اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ یہاں جملہ مذاہب کے تمام لوگوں کو بلا کسی امتیاز اور تفریق کے اپنے مذہب پر عمل کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ انگریز تاجر بن کر اس ملک میں آئے اور اپنی تجارت کو مضبوط ومستحکم کرنے کے لیے ایسٹ انڈیا کمپنی کی بنیاد رکھی۔ دھیرے دھیرے ہندوستان پر قابض ہوگئے اور سفید وسیاہ کے مالک بن گئے۔ 1858 سے لیکر 1947 تک انگریزوں نے اس ملک میں حکمرانی کی۔ اس دوران انہوں نے یہاں کے باشندوں پر بڑی ظلم وزیادتی کی۔ جب ظلم وزیادتی حد سے تجاوز کرگئی تو باشندگان ہند نے ملکی اتحاد کے ذریعہ انگریزوں کو اس ملک سے نکالنے کا عزم مصمم کرلیا اور بالآخران کی محنت رنگ لائی اور 15/اگست 1947 کو یہ ملک انگریزوں سے آزاد ہوا۔

کسی بھی ملک یا حکومت کو چلانے کے لیے نظم ونسق اور قوانین کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ وہ ملک اسی دستور اور آئین کی روشنی میں اپنے فرائض انجام دے سکے۔ آئین کسی بھی مملکت کا وہ اساسی قانون ہوتا ہے جس کے بنیادی نظریات اندرونی نظم ونسق کے اصول اور مختلف شعبوں کے درمیان ان کے فرائض اور اختیارات کے حدود متعین کرتا ہے۔ لہذا آزادی کے بعد ہمارے ملک کو بھی ایسے آئین کی ضرورت پیش آئی جو شہریوں کے حقوق کی حفاظت کر سکے اور ملک میں جو بھی قانون نافذ ہو، وہ اسی آئین کے تحت ہو۔ اسی کے پیش نظر ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کی نگرانی میں ایک سات رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی۔ اس سات رکنی آئین ساز کمیٹی نے 26 نومبر 1949 کو دستور ہند مرتب کر کے حکومت کو سونپا پھر 26/جنوری 1950 کو اس دستور کا نفاذ عمل میں آیا۔ اسی کے ساتھ حکومت ہند ایکٹ جو 1935 سے نافذ تھا منسوخ ہوگیا اور ہندوستان میں جمہوری طرز حکومت کا آغاز ہوا۔

پورے ملک میں 26/جنوری جشن یوم جمہوریہ کے طور پر منایا جاتا ہے۔ زبان حال سے اس بات کا اعتراف کیا جاتا ہے کہ ہندوستان دنیا کا واحد ملک ہے، جہاں غیر مذہبی جمہوریت قائم ہے۔ اس جمہوریت کی سب سے امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ یہاں کے باشندوں کو اپنی حکومت منتخب کرنے کا بھرپور حق حاصل ہے۔ یہ دستور اپنے شہریوں کے حقوق کی حفاظت کرتی ہے۔ یہاں کے تمام باشندوں کو بلا تفریق مذہب وملت ایک مشترکہ جمہوریت کی لڑی میں پرو دیا گیا ہے۔ اس میں تمام مذاہب کی اہمیت کا اعتراف کیا گیا ہے اور ہر مذہب کے پیروکاروں کو اپنے مذہب پر عمل پیرا ہونے کی پوری آزادی دی گئی ہے۔

لہذا جملہ باشندگان ہند کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ آئین ہند کی حفاظت کرے، آئین کو ملک میں سربلند رکھے اور اسے پوری طرح ہر حالت میں نافذ العمل ہونے دے تاکہ جمہوری روایات کو مسلسل فروغ ملتا رہے۔

ملک میں برسر اقتدار حکومت کے عہدیداران اپنے فرائض کو قانون کے مطابق ادا کریں، حتی کہ اگر کوئی اعلی سے اعلی افسر بھی انہیں قانون کے منافی عمل کرنے پر آمادہ کرے تو اس کا حکم ماننے سے صاف طور پر انکار کردے۔ کیونکہ آئین کی بالادستی کو یقینی بنانا ریاست کے تینوں ستونوں عدلیہ، انتظامیہ اور مقننہ کا فرض ہے۔

آئین نے عدلیہ پر بنیادی حقوق کے تحفظ کی بھاری ذمہ داری عائد کی ہے۔ لہذا عدل وانصاف کا عمل ملک میں وحدت اور اخوت وبھائی چارگی کا کا سب سے بہتر ذریعہ ہے۔ اس لیے عدلیہ کی ذمہ داری ہے کہ دستور ہند کے دائرے میں رہتے ہوئے باشندگان ہند کے مسائل کو سلجھانے کی کوشش کرے۔ اور ملک کی فضا کو خوشگوار بنانے میں اہم کردار ادا کرے، تاکہ یہ ملک جس طرح آبادی اور جمہوریت کے لحاظ سے دنیا کے نقشے پر دوسرے مقام پر ہے، اسی طرح یہ عدل وانصاف اور یہاں کے باشندوں کے حقوق کی حفاظت کے اعتبار سے بھی نمایاں ہوں اور پوری دنیا میں اس کا شمار سب سے انصاف پسند ملک کے طور پر ہو۔

یومِ جمہوریہ کا پیغام اہلِ وطن کے نام

ڈاکٹر محمد سعید اللہ ندوی
ناظم جامعۃ الحسنات دوبگا، لکھنؤ

آزاد بھارت کی تاریخ میں دو دن نہایت اہم ہیں ایک 15 اگست جس دن وطن عزیز کو برٹش حکومت کے ظلم واستبداد سے آزادی نصیب ہوئی اور پیارے وطن کے باشندوں نے طویل جہد مسلسل اور پیہم کوششوں کے بعد آزادی کی فضا میں سانس لی اور انگریزوں کی غلامی سے نجات حاصل کی۔ دوسرا مبارک دن 26/جنوری ہے جس دن وطن عزیز میں اپنے دستور کا نفاذ ہوا، ملکی دستور کو وضع کرنے کی ذمہ داری ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر صاحب کی قیادت میں 29 اگست 1947 کو 7/افراد پر مشتمل کمیٹی کے سپرد کی گئی اور اس کمیٹی نے دو سال گیارہ ماہ اور 18 روز کے عرصے میں ملکی دستور بنا کر پیش کیا اور 26 جنوری 1949 کو اس دستور کو قبول کرلیا گیا اور 24 جنوری 1950 کو ایک اجلاس میں تمام اراکین نے اس دستور کی منظوری پر دستخط کر دیے اور 26 جنوری 1950 کو یہ نیا دستور پورے ملک میں نافذ کر دیا گیا اور اسی سال پہلا یوم جمہوریہ منایا گیا چنانچہ 15 اگست 1947 کو ہمارا ملک آزاد ہوا اور 26 جنوری 1950 کو ملک جمہوری ہوگیا اور یہ دونوں دن ملک کی تاریخ کے یادگار دن قرار پائے اور دستور ہند کے ابتدائی حصے میں لکھا گیا کہ ہم ہندوستانی عوام یہ تجویز کرتے ہیں کہ بھارت آزاد سماجوادی جمہوریہ ہندوستان کی حیثیت سے وجود میں لایا جائے جس میں تمام شہریوں کیلئے سماجی، معاشی، سیاسی انصاف، آزادی خیال اور اظہار رائے کی آزادی عقیدہ ومذہب اور عبادات، انفرادی تشخص اور احترام کو یقینی بنایا جائے گا اور ملک کے امن وامان اور یکجہتی کو قائم ودائم رکھا جائے گا پھر 1971 میں ایک تاریخی اقدام کیا گیا اور اندرا گاندھی نے دستور کے اس ابتدائیہ میں لفظ 'سیکولر' کا اضافہ کر دیا 26 جنوری کو اسی دستور کی حمایت میں یوم جمہوریت منا کر شہیدان وطن اور دستور ہند کو نافذ کرنے والوں کو گلہائے عقیدت پیش کیا جاتا ہے۔ ہمارے ملک کے سیکولر دستور میں ہر ایک کا خیال رکھا گیا ہے۔ جمہوری قانون کے اعتبار سے اس ملک کے قانون کا مطالعہ کیا جائے تو ہمارے ملک کا قانون بہت مرتب اور متنوع ہے اور اس میں ہر طبقہ کا بھرپور خیال رکھا گیا ہے اور کسی طرح کی تفریق وامتیاز سے پاک وصاف رکھا گیا ہے۔ اگر ہندوستانی عوام یہاں کی حکومت اور عدلیہ سب کے سب یہاں کے قانون کی مکمل طور پر پاسداری اور رعایت کرنے لگیں تو یہ ملک حقیقی معنی میں بے مثال جمہوری ملک بن جائے گا اور پھر کسی طبقہ کو کسی سے شکایت نہیں رہ جائے گی۔ ہمیں اس پہلو پر بھی غور کرنا ہے کہ یہ آزادی اور یہ جشن ہمیں ایک یا دو انگلی کٹا کر اور ایک دو سال کے احتجاج کے نتیجہ میں حاصل نہیں ہوئی ہے، بلکہ اس کے لئے ہمارے لاکھوں اسلاف نے اپنی جان و مال کا نذرانہ پیش کیا ہے اور مسلسل 90 سال تک عظیم قربانیاں دی ہیں تب کہیں جا کے ہمیں یہ آزادی کی سوغات حاصل ہوئی ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ ہمارے ملک کو سونے کی چڑیا کے لقب سے نوازا جاتا تھا، جو مسلم حکمرانوں کی حکمت عملی حب الوطنی سب باشندگان ہند کو ساتھ میں لے کر چلنے کی پالیسی پر ایماندارانہ عمل اور پختہ منصوبہ بندی کی وجہ سے ہوا اور دنیا کے لوگوں نے اس عزیز ملک کو سونے کی چڑیا کہہ کر پکارا۔ الغرض ایک طویل جدوجہد اور کوشش کے بعد جس میں سیکڑوں ہندوؤں اور مسلمانوں کی جانیں گئیں اور لاکھوں کو قید وبند کی زندگی گزارنی پڑی اور اپنی جان ومال کا نقصان کرنا پڑا تب کہیں ہمارا ملک آزاد ہوا۔ اور ہم کو آزادی نصیب ہوئی۔ اس ملک کو آزاد کرانے میں ہندو مسلم اور سکھ عیسائی سب ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ کاندھے سے کاندھا ملائے تھے۔ اور ان سب کی کوششوں سے ہم سب کو آزادی میسر ہوئی۔ ملک کو آزاد کرانے میں مہاتما گاندھی، مولانا محمد علی جوہر، رام پرساد بسمل، جواہر لال نہرو، مولانا ابوالکلام آزاد، سردار ولبھ بھائی پٹیل، سروجنی نائیڈو، خان عبدالغفار، مولانا محمود الحسن سہارنپوری، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی، حسرت موہانی، شوکت علی، سبھاش چندر بوس اور بہت سے لوگ قائدانہ کردار ادا کر رہے تھے اور ان کے پیچھے لاکھوں ہندوستانی قدم بقدم محاذ آرائی کر رہے تھے جو ان کے اشاروں پر مر مٹنے کی قسم کھا رکھے تھے۔ حریت وآزادی کے یہ لوگ ہیرو اور سورما ہیں جن کی قربانیوں کو ہم کبھی بھلا نہیں سکتے۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے بلکہ تاریخی حقیقت اور پس منظر ہے کہ ہندوستانی جدوجہد آزادی میں مسلمانوں نے سب سے بڑھ چڑھ کر دلیری، ایثار اور جواں مردی کا ثبوت دیا اور دشمن کا مقابلہ کیا۔ لیکن اب کچھ مخصوص طبقات کے ذریعہ سب کچھ بھلا دینے کی کوششیں ہورہی ہیں، کچھ فرقہ پرست عناصر متعصب ذہن رکھنے والے ملک کے دستور سے چھیڑ چھاڑ کی کوشش کر رہے ہیں اور اقلیتی فرقے کو نشانہ بنا کر دستور ہند کا مذاق اڑا رہے ہیں عدلیہ اور پولیس کو کھلے عام چیلنج کر رہے ہیں ان کا مقصد صرف اور صرف ملک کے پرامن ماحول کو خراب کرنا اور اقلیتی اکثریتی فرقوں کے درمیان نفرت کی دیوار حائل کر کے سیاسی مفاد کو حاصل کرنا ہے وہ اپنے مفاد کو ملک کے دستور سے زیادہ مقدم سمجھتے ہیں لیکن اس ملک کی اکثریت آج بھی امن پسند ہے گنگا جمنی تہذیب کی حامل ہے اور ملک کے دستور پر مکمل اعتماد کرتی ہے اور ان فرقہ پرستوں کے منصوبوں سے اچھی طرح واقفیت رکھتی ہے لہٰذا اس ملک کی بقا کیلئے ضروری ہے کہ بلا تفریق مذہب وملت ہم متحد ہو کر دستور ہند کی حفاظت کریں اور ان فرقہ پرست ذہنیت کے حاملین سے ملک کو بچائیں۔ یہ دستور ہند کی روح وجان ہے اور حقیقی جشن جمہوریہ کا پیغام ہے۔

دم توڑتی جمہوریت

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی
نائب ناظم امارت شرعیہ
پھلواری شریف

۲۶/جنوری کو ہر سال ہم لوگ جشن جمہوریت مناتے ہیں، سرکاری ونجی دفاتر، اسکول، تعلیمی ادارے اور ملک کی عوام اس جشن کا حصہ بنتے ہیں، لاک ڈاؤن سے قبل انڈیا گیٹ پر دہلی میں بڑا پروگرام ہوا کرتا تھا، جس میں شہیدوں کو خراج عقیدت پیش کرنے کے ساتھ ہم اپنی دفاعی قوت وطاقت اور ہندوستان کی تہذیب وثقافت کو مختلف قسم کی جھانکیوں کے ذریعہ دیکھا کرتے تھے، لاک ڈاؤن کے زمانہ میں بھی یہ قومی تہوار منایا جاتا ہے، لیکن عوام کی بھیڑ اور شان وشوکت میں بڑی کمی آگئی ہے، پل پل کی خبروں اور مناظر کے ٹیلی ویژن پر نشر کرنے کی وجہ سے عوام انڈیا گیٹ پر جانے کے بجائے ٹی وی سے چپک کر بیٹھ جاتی ہے اور وہاں جانے کی زحمت کے بغیر پل پل کو اپنی نظروں میں قید کر لیتے ہیں جو شاید وہاں جا کر کسی حال میں ممکن نہیں ہے۔ ۱۹۵۰ء میں اسی تاریخ کو ملک میں جمہوری دستور نافذ ہوا تھا، اور ہم نے یہ عہد لیا تھا کہ ہم اس ملک میں جمہوری قدروں کی حفاظت کریں گے، اس ملک کی گنگا جمنی تہذیب مختلف مذاہب اور ثقافت کے آمیزہ سے تیار اس ملک کے کلچر کو ضائع نہیں ہونے دیں گے، ملک کو اس مقام ومرتبہ تک پہونچانے کے لیے تمام مذاہب کے لوگوں نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا تھا، جیل کی صعوبتیں برداشت کی تھیں، ان میں شیخ الہند مولانا محمود حسن دیو بندی بھی تھے، اور شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی بھی، مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد بھی تھے اور حضرت مولانا منت اللہ رحمانی بھی، مولانا عبید اللہ سندھی بھی تھے اور اشفاق اللہ خان بھی، چندر شیکھر بھی تھے اور رام پرشاد بسمل بھی، مولانا ابوالکلام آزاد بھی تھے اور موہن داس کرم چند گاندھی بھی، کھودی رام بوس بھی تھے اور مولانا حسرت موہانی بھی، آزاد ہند فوج کے نیتاجی سبھاش چندر بوس بھی تھے اور کرنل محبوب بھی، شاہنواز بھی تھے اور مولانا شفیع داؤدی بھی، مولانا مظہر الحق بھی تھے اور جواہر لال نہرو بھی، کس کس کا ذکر کروں اور کس کو چھوڑوں، سب کی قربانیاں تھیں، ہاں یہ بات ضرور ہے کہ مسلمان اس جدوجہد میں ۱۷۵۷ء سے شریک تھے اور دوسرے ۱۸۵۷ء سے، ہماری قربانیاں ایک سو سال پہلے سے جاری تھیں، لیکن جب ملک آزاد ہوا تو سب سے پہلے ہم ہی بھلا دیے گیے، بھلانے کا یہ کام اس قدر آگے بڑھ گیا ہے کہ ان شہیدوں کی یاد میں جو آثار قائم تھے ان کا نام بھی بدلا جا رہا ہے اور یہ سب اس ملک میں ہو رہا ہے، جس کی جمہوریت دنیا کی بڑی جمہوریت ہے، اور ہم جس پر فخر کرتے نہیں تھکتے۔ آج جب ہم تہتر واں جشن جمہوریت منا رہے ہیں تو ہمارے ملک میں جمہوریت دم توڑ رہے، جمہوریت کے چاروں ستون انتظامیہ مقننہ، عدلیہ اور میڈیا جمہوری اقدار کی حفاظت کے لیے جو کچھ اور جتنا کچھ کر سکتے تھے، وہ ہو نہیں پارہا ہے، مقننہ میں ایک خاص فکر کے لوگوں کا غلبہ ہوگیا ہے، بیورو کریٹ اور انتظامیہ بھی اسی رخ پر کام کررہی ہے جو حکمراں طبقہ چاہتا ہے، الناس علی دین ملوکھم کا یہی مفہوم ہے، میڈیا بک چکی ہے، وہ نہ تو غیر جانبدار ہے نہ حق کی طرفدار، اب وہ صرف وہی لکھتا چھاپتا، سناتا اور دیکھاتا ہے جو اس کے خریدار کہتے ہیں، رہ گئی عدلیہ، بھلی بُری توقعات اسی سے وابستہ ہیں، اور واقعہ یہ ہے کہ اب جمہوریت کی بقا کے لیے اسی کو کام کرنا ہے، ورنہ سمجھئے جمہوریت کا کام اس ملک سے تمام ہو جائے گا، جس کی آواز مختلف سطح سے ہندو راشٹر کے عنوان سے مسلسل اٹھ رہی ہے اور بی جے پی کی اصلی قیادت کرنے والی آر اس اس نے اسی سمت میں کام تیزی سے شروع کر دیا ہے، دھرم سنسد میں مسلمانوں کے قتل عام کے لیے لوگوں کو تیار کیا جا رہا ہے، اسلحے تقسیم کیے جا رہے ہیں، تاریخ بدلی جا رہی ہے، اقدار بدلے جا رہے ہیں، تعلیمی پالیسی بدل گئی، بابری مسجد کی جگہ رام مندر کی تعمیر ہو رہی ہے، گیان واپی مسجد اور متھرا کی عیدگاہ پر فرقہ پرستوں کی نگاہ ہے، ایسے میں جمہوریت اس ملک میں انتہائی نازک دور سے گزر رہی ہے۔ اس دم توڑتی جمہوریت کی حفاظت کے لیے عوام کو آگے آنے کی ضرورت ہے، لیکن وہ اس لیے آگے نہیں آ پا رہی ہے کہ اسے ہندوتوا کا سبق مضبوطی سے پڑھایا گیا ہے، پرانے لوگ ضرور سیکولر ہیں، لیکن نئی نسلوں میں مختلف ذرائع سے دل ودماغ میں مسلمانوں کے خلاف جو نفرت بھر دی گئی ہے اس کے رہتے ہوئے جمہوریت کی حفاظت ممکن نہیں، تھوڑی بہت امید دلت مسلم اتحاد سے ہے، وہ بھی وقوع پذیر ہو تب کی بات ہے۔

آئین کا تحفظ عمل کرنے سے ہوتا ہے۔۔۔

کلیم الحفیظ۔ نئی دہلی

ملک میں آج یوم جمہوریہ کی تقریبات منائی جارہی ہیں۔ کووڈ کی وجہ سے اگرچہ یہ تقریبات اپنے تمام تر اہتمام کے ساتھ نہیں منائی جارہی ہیں مگر پھر بھی اپنے قومی تیوہار پر ہم کووڈ پروٹوکال کے ساتھ خوشیوں کا اظہار کر رہے ہیں اور کرنا بھی چاہیے۔ میں اس موقع پر تمام دیش واسیوں کو دل کی گہرئیوں سے مبارکباد دیتا ہوں۔ یوم آزادی اور یوم جمہوریہ ہمارے لیے اس بات کا موقع فراہم کرتے ہیں کہ ہم اپنی آزادی اور جمہوری قدروں کا جائزہ لیں۔ ہماری آزادی دراصل ہمارے آئین کے تحفظ سے وابستہ ہے۔ آئین کی حفاظت اس پر عمل کرنے سے ہے۔ قانون کی کوئی بھی کتاب خواہ کتنے ہی قیمتی غلاف میں لپیٹ کر رکھ دی جائے، چاہے اس کو سونے کی سیاہی اور چاندی کے قلم سے لکھا گیا ہو، خواہ اس میں بلاغت اور ادب کوٹ کوٹ کر بھرا ہو، اس وقت تک بے کار ہے جب تک اس قانون پر عمل نہ ہو رہا ہو۔ ہم ہر سال، 14 اپریل کو بابا صاحب بھیم راؤ امبیڈکر کو یاد کرتے ہیں جنھوں نے قانون بناتے وقت کمزور طبقات کے لیے آواز اٹھائی تھی، دو اکتوبر کو گاندھی جی پر عقیدت کے پھول ڈالتے ہیں، جو کہتے تھے ہندو اور مسلمان میری دو آنکھیں ہیں، 26 نومبر کو یوم آئین مناتے ہیں، جس پر ہاتھ رکھ کر ہم اپنے عہدوں اور مناصب کا حلف اٹھاتے ہیں، 18 دسمبر کو یوم اقلیت منایا جاتا ہے، اور سال نو کا آغاز یوم جمہوریہ کی تقریبات سے کرتے ہیں۔ مگر یہ سب محض رسم اور دکھاوا ہے اگر ملک میں آئین کی پاسداری اور عمل داری نہیں ہے۔ اس وقت ملک جن حالات سے گذر رہا ہے اگر میں یہ کہوں کہ بھارت کا آئین صرف نام لینے اور حلف اٹھانے کے لیے باقی رہ گیا ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ آپ جس طرف اور جس شعبے پر بھی نظر ڈالیں گے آپ کو آئین کی دھجیاں ہواؤں میں اڑتی اور بکھرتی نظر آئیں گی۔ آئین میں درج شہریوں کے بنیادی حقوق کا کھلے عام حکومت کے ایوانوں میں مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ اس مذاق میں میڈیا ساتھ دے رہا ہے اور عدالتیں مسکرا رہی ہیں۔ آئین میں درج مذہبی آزادی کا جنازہ نکل گیا ہے۔ داڑھی، ٹوپی اور نقاب پر طنز کے تیر برسائے جا رہے ہیں، ایودھیا کے بعد کاشی اور متھرا کا کھیل جاری ہے، لو جہاد کے نام پر پسند کی شادی اور تبدیلئ مذہب کے خلاف قانون سازی کی جارہی ہے، اپنے دھرم کے پرچار کی آزادی کا استعمال کرنے والے جیلوں میں ٹھونسے جا رہے ہیں، اپنے حق کے لیے آواز اٹھانے پر گولیوں کا نشانہ بنایا جا رہا ہے، بیف کے نام پر فریج اور کچن کی تلاشی لی جارہی ہے، بلی بائی ایپ کے ذریعے مسلم خواتین کی آبرو کو اچھالا جارہا ہے۔ گھس پیٹھیوں کی تلاش میں ایک خاص مذہب کے شہریوں کو ملک بدر کرنے کی منصوبہ بندی کی جارہی ہے، سرعام قتل کرنے اور مارنے کی دھمکیاں دی جارہی ہیں، اگر یہ دھمکیاں بدمعاشوں کی طرف سے ہوتیں تو دل کو سکون آجاتا مگر یہ دھرم کے نام پر دھارمک آتمائیں دے رہی ہیں۔ اس کا مطلب ہے آئین میں درج تمام بنیادی حقوق داؤں پر ہیں۔ نہ آپ اپنی مرضی سے کھا سکتے ہیں، نہ اپنی مرضی کا مذہب اپنا سکتے ہیں، نہ اپنی پسند کی شادی کر سکتے ہیں۔ یہ ہے اس وقت ہمارے وطن عزیز کی صورت حال جب ہم اپنی جمہوریت کا جشن منا رہے ہیں۔ جمہوریت کا ایک ستون میڈیا ہے۔ جس کا نوے فیصد حصہ زعفرانی ہوگیا ہے۔ تمام بڑے اخبارات اور الیکٹرانک چینلس کے مالکان فسطائی نظریات کے غلام ہیں۔ اس میڈیا کا واحد کام حکومت کے اقدامات کے لیے فضا ہموار کرنا ہے اور اپوزیشن کو بدنام کرنا بلکہ مذاق اڑانا ہے۔ ٹی وی چینلوں پر ہونے والے مباحثے انتہائی غیر سنجیدہ ہوتے ہیں، شرکا ایسی زبان کا استعمال کرتے ہیں جس کی توقع کسی جمہوری ملک میں نہیں کی جاسکتی۔ محض ٹی آر پی کی خاطر گمراہ کن پروپگنڈا کیا جا رہا ہے۔ سوشل میڈیا بھی بے لگام گھوڑے کی مانند دوڑا جا رہا ہے۔ فحش اور اخلاق سے گرا ہوا مواد اپلوڈ کیا جا رہا ہے۔ جمہوریت کا ایک مضبوط ستون عدلیہ ہے۔ ہندوستان میں عدلیہ خاص طور پر عدالت عالیہ کے بارے میں خوش گمانیاں تھیں۔ عدالتوں سے انصاف کی امید میں لوگ پوری زندگی گزار دیتے تھے۔ اقلیتوں کو اوپر والے کے بعد صرف سپریم کورٹ پر یقین تھا مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہاں بھی ششو مندر کے ودیارتھی پہنچ گئے ہیں۔ جہاں سے بعض فیصلے شواہد وثبوت کے برخلاف محض اکثریت کو خوش کرنے اور ان کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے دئے گئے ہیں۔ عدالتوں سے امید تھی کہ وہ غیر جمہوری قانون سازی پر نوٹس لیں گی، مگر یہاں تو زبردست عوامی احتجاج کے باوجود خاموشی ہے یا مقدمات کو طول دیا جا رہا ہے۔ بنیادی حقوق سرعام پامال ہو رہے ہیں مگر عدالتیں خاموش تماشائی ہیں۔ نربھیا کے بعد بھی ہزاروں بیٹیاں انصاف کو ترس رہی ہیں۔ اس طرح آپ اندازہ کر سکتے ہیں جمہوریت کے چاروں ستون (مقننہ، انتظامیہ، عدلیہ، میڈیا) فسطائی دیمک کی چپیٹ میں ہیں اور ایک ایک کر کے گر رہے ہیں۔ جمہوریت کے ان ستونوں کی کمزوری کا نقصان پورے ملک کو ہوگا۔ ملک کی اقتصادی حالت جو وینٹی لیٹر پر ہے اس کی روح پرواز کر جائے گی۔ بے روزگار پریشان ہو کر لٹیرے بن جائیں گے۔ بھوک سے پریشان لوگ ضمیر اور عزت فروشی پر اتر آئیں گے۔ CAA پر حکمرانوں کی ضد سے ملک کی ایکتا ہی نہیں سرحدیں خطرے میں پڑ جائیں گی۔ آئین اور قانون کی یہ حالت اس لیے ہوئی کہ آئینی اداروں پر فسطائی ذہنیت کے لوگ غالب آگئے۔ ان لوگوں کا اپنا ایک نظریہ ہے، ایک سوچ ہے، وہ بھارتی آئین پر صدق دل سے یقین نہیں رکھتے، ان کے نزدیک اس ملک کو ہندو راشٹر ہونا چاہئے اور یہاں منواسمرتی کا قانون نافذ ہونا چاہئے۔ یہی ان کا نصب العین ہے، اسی کے لیے بھاگ دوڑ کررہے ہیں، اس کے لیے انھوں نے ششو مندر، ودھیا مندر، ڈی اے وی کالج کھولے، اسی کے لیے انھوں نے اخبارات ورسائل نکالے، اس مقصد کے لیے شاکھائیں لگائی گئیں، سینکڑوں سنگٹھن اور تنظیمیں بنائی گئیں، جن میں بعض تنظیمیں ہتھیار چلانے کی ٹریننگ بھی دیتی ہیں۔ اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے انھوں نے سیاسی طور پر خود کو منظم اور مضبوط کیا۔ ان کی سیاست بھائی بھتیجہ واد سے ہٹ کر اپنے مقصد کے حصول پر مرکوز رہی۔ باقی تمام سیاسی پارٹیاں بے مقصد محض وقتی فائدے کی خاطر سیاست کرنے لگیں۔ بعض سیاسی پارٹیوں کی اندرون خانہ انھوں نے سرپرستی کی اور بظاہر وہ ایک دوسرے سے لڑتے نظر آئے۔ اس ضمن میں دہلی کی عام آدمی پارٹی کا نام لیا جاسکتا ہے۔ دوسری جانب امت مسلمہ ہر دن نئے زخم کھاتی رہی، درد سے کراہتی رہی، تقسیم ہوتی رہی، اپنی قیادت کے بجائے کفار ومشرکین پر اعتبار کرتی رہی۔ ہر الیکشن میں ان کو نیا مسیحا ملتا رہا اور نئے گھاؤ لگاتا رہا۔ آج اس کی یہ حالت ہے کہ اس کا کوئی پرسان حال نہیں۔ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ افسوس کا مقام ہے کہ اتنی بڑی آبادی کے باوجود، خدا کے پیغام کی امین اور اس کے محبوب کی امت، جس کے پاس اولیاء وابدال کی بھی کوئی کمی نہیں، بے وقعت ہو کر رہ گئی ہے۔ کیوں کہ وہ سیاسی طور پر منظم نہیں ہے۔ یوم جمہوریہ کے موقع پر امت مسلمہ کو خاص طور پر اپنا جائزہ لینا چاہئے۔ آئین میں درج حقوق و اختیارات پر کسی خوش فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہئے، وہ کسی بھی لمحے ختم ہو سکتے ہیں اس لیے کہ اب یکساں سول کوڈ کی آڑ میں منواسمرتی کو نافذ کرنے کا منصوبہ ہے۔ امت مسلمہ کو یاد رکھنا چاہیے کہ کمزوروں کے لیے کوئی قانون مددگار نہیں ہوتا۔ ملک کی پانچ ریاستوں میں اس کے پاس موقع ہے کہ وہ خود کو مضبوط کرے اس موقع کا فائدہ اٹھانا چاہئے، اگر سیاسی طور پر طاقت حاصل ہو جائے گی تو آئین بھی محفوظ رہے گا اور امت مسلمہ بھی۔ اس موقع پر ملک کے حکمرانوں کو بھی سمجھنا چاہئے کہ سب کا ساتھ اور سب کا وکاس صرف نعرہ لگا دینے سے ہی نہیں ہو سکتا اس کے لیے ملک کے تمام باشندوں کو ترقی کے لیے یکساں مواقع دینا ہوں گے۔